ماہنامہ جہد حق

HRCP

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

Monthly JEHD-E-HAQ - March 2015 - Registered No. CPL-13

جلد نمبر 22...... شمارہ نمبر 03 ...... مارچ2015..... قیمت 5روپے

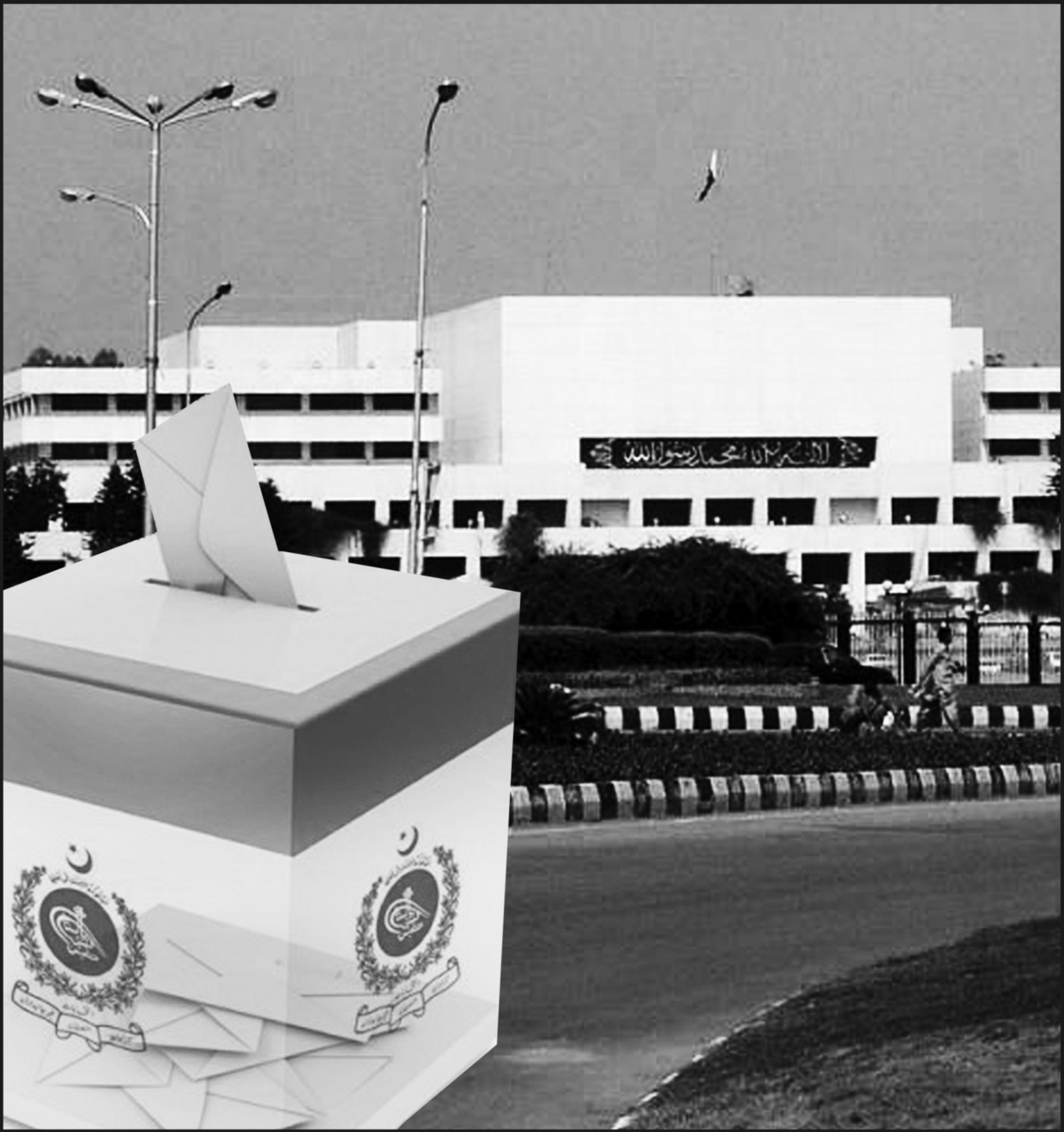

منتخب نمائندوں پر اعتماد کریں

حیدرآباد، 19 فروری 2015: ایچ آر سی پی حیدرآباد چیپٹر نے سندھ میں ہندو لڑکیوں کے اغوا، اُن کی جبری تبدیلی مذہب اور زبردستی شادی کے بڑھتے ہوئے واقعات کے خلاف لائحہ عمل تجویز کرنے کے لیے سول سوسائٹی کی تنظیموں کا ایک اجلاس منعقد کیا

سکھر، 04 فروری 2015: پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے سول سوسائٹی کے دیگر کارکنوں کے ہمراہ سانحہ شکارپور کے خلاف احتجاجی مظاہرہ کیا اور دہشت گردی کے خاتمے کا مطالبہ کیا

حیدرآباد، 15 فروری 2015: ایچ آر سی پی ٹاسک فورس کے دفتر میں منعقد ہونے والی تقریب میں معروف ادیب اور انسانی حقوق کے کارکن منظور تھہیم کے ناول ''بارش برس رہی ہے'' پر گفتگو ہوئی اور پاکستان میں ادیب کے کردار پر اظہار خیال کیا گیا

جہد حق پڑھنے والے توجہ کریں

- آپ نے اس شمارہ کا مطالعہ کیا
جو خامیاں / کمزوریاں آپ کو نظر آئی ہوں۔ ان کی نشاندہی خط کے ذریعے سے کیجئے۔
- آپ بھی اپنے علاقے میں ہونے والی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی رپورٹ / اطلاع ہمیں اس رسالہ میں چھپنے والا رپورٹ فارم پُر کر کے بذریعہ ڈاک روانہ کر سکتے ہیں۔ حقائق اچھی طرح سے تصدیق کر کے لکھیں۔
- ہر شمارہ کی قیمت مبلغ =/5 روپیہ ہے
- سالانہ خریداروں کے لیے =/50 روپیہ ایسے خریدار پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (Human Rights Commission of Pakistan) کے نام صرف =/Rs.50 کا منی آرڈر یا ڈرافٹ (چیک قبول نہیں کیا جائے گا) ہمارے ہیڈ آفس کے پتہ پر روانہ کریں۔ پتہ یہ ہے:

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

''ایوان جمہور'' 107 - ٹیپو بلاک،

نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

HRCP کارکن متوجہ ہوں

''جہد حق'' کے لیے رپورٹ فارم کے مطابق کوائف پر مبنی رپورٹیں، خبریں، تصاویر اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق دیگر مواد مہینے کے تیسرے ہفتہ تک پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے مرکزی دفتر میں پہنچ جانا چاہیے تاکہ یہ اگلے شمارے میں شائع کیا جا سکے۔

جہد حق کا تازہ شمارہ اور پچھلے شمارے اب ویب سائٹ پر بھی موجود ہیں۔ پتہ:

www.hrcp-web.org

انسانی حقوق کا عالمی منشور

10 دسمبر 1948ء کو اقوام عالم نے انسانی حقوق کا مندرجہ ذیل عالمی منشور منظور کیا

دفعہ - 1

تمام انسان آزاد اور حقوق و عزت کے اعتبار سے برابر پیدا ہوئے ہیں۔ انھیں ضمیر اور عقل ودیعت ہوئی ہے۔ انہیں ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارے کا سلوک کرنا چاہیے۔

دفعہ - 2

ہر شخص ان تمام آزادیوں اور حقوق کا مستحق ہے جو اس اعلان میں بیان کیے گئے ہیں اور اس حق پر نسل، رنگ، جنس، زبان، مذہب اور سیاسی تفریق کا یا کسی قسم کے عقیدے، قومیت، معاشرے، دولت یا خاندانی حیثیت وغیرہ کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

اس کے علاوہ کسی بھی شخص کے ساتھ اس کے علاقے یا ملک کی، سیاسی، عملی یا بین الاقوامی حیثیت کی بناء پر کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا، خواہ وہ ملک یا علاقہ آزاد ہو یا تولیتی ہو یا غیر مختار ہو یا اقتدار اعلیٰ کے لحاظ سے کسی اور بندش کا پابند ہو۔

دفعہ - 3

ہر شخص کو اپنی آزادی، زندگی اور تحفظ کا حق ہے۔

دفعہ - 4

کوئی شخص، غلام یا لونڈی بنا کر نہ رکھا جا سکے گا۔ غلامی اور بردہ فروشی، چاہے اس کی کوئی بھی شکل ہو، ممنوع ہوگی۔

دفعہ - 5

کسی شخص کو جسمانی اذیت، یا ظالمانہ انسانیت سوز، یا ذلت آمیز سزا نہیں دی جائے گی۔

دفعہ - 6

ہر شخص کا حق ہے کہ ہر جگہ اس کی قانونی حیثیت کو تسلیم کیا جائے۔

دفعہ - 7

قانون کی نظر میں سب برابر ہیں اور سب بغیر کسی تفریق کے قانون کے اندر امان پانے کے برابر کے حق دار ہیں۔ اس اعلان کی خلاف ورزی میں جو بھی تفریق کی جائے یا جس تفریق کی بھی ترغیب دی جائے، اس سے بچاؤ کے سب برابر کے حقدار ہیں۔

دفعہ - 8

ہر شخص کو ان فعال کے خلاف جو دستور یا قانون میں دیے ہوئے بنیادی حقوق کی نفی کرتے ہوں، با اختیار قومی عدالتوں سے موثر طریقے سے چارہ جوئی کرنے کا حق ہے۔

دفعہ - 9

کسی شخص کو من مانے طور پر گرفتار، نظر بند، یا جلاوطن نہیں کیا جائے گا۔

دفعہ - 10

ہر شخص کو یکساں طور پر حق حاصل ہے کہ اس کے حقوق و فرائض کے تعین یا اس کے خلاف کسی عائد کردہ جرم کے فیصلے کے بارے میں اسے ایک آزاد اور غیر جانب دار عدالت میں کھلی اور منصفانہ سماعت کا موقع ملے۔

دفعہ - 11

(1) ایسے ہر شخص کو جس پر کوئی فوجداری الزام عاید کیا جائے، اس وقت تک بے گناہ شمار کیے جانے کا حق ہے جب تک کہ اس پر کھلی عدالت میں قانون کے مطابق جرم ثابت نہ ہو جائے اور اسے اپنی صفائی پیش کرنے کا پورا موقع اور تمام ضمانتیں نہ دی جا سکی ہوں۔

(2) کسی شخص کو کسی ایسے فعل یا فروگزاشت کی بناء پر جو ارتکاب کے وقت قومی یا بین الاقوامی قانون کے اندر تعزیری جرم شمار نہیں کیا جاتا تھا، کسی تعزیری جرم میں ماخوذ نہیں کیا جائے گا، اور نہ ہی اسے کوئی ایسی سزا دی جائے گی جو جرم کے ارتکاب کے وقت کی مقرر کردہ سزا سے زائد ہو۔

دفعہ - 12

کسی شخص کی نجی زندگی، خانگی زندگی، گھر بار، خط و کتابت میں من مانے طریقے پر مداخلت نہ کی جائے اور نہ ہی اس کی عزت اور نیک نامی پر حملے کیے جائیں گے۔ ہر شخص کو ایسے حملے یا مداخلت سے قانونی تحفظ کا حق ہے۔

دفعہ - 13

(1) ہر شخص کو اپنی ریاست کی حدود کے اندر نقل و حرکت کرنے اور کہیں بھی سکونت اختیار کرنے کی آزادی کا حق ہے۔

(2) ہر شخص کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ کسی ملک سے چلا جائے چاہے یہ ملک اس کا اپنا ہو اور اسی طرح اسے اپنے ملک میں واپس آ جانے کا بھی حق ہے۔

دفعہ - 14

(1) ہر شخص کو عقیدے کی بنا پر ایذا رسانی سے بچنے کے لیے دوسرے ملکوں میں پناہ حاصل کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کا حق ہے۔

(2) یہ حق ان عدالتی کاروائیوں سے بچنے کے لیے استعمال میں نہیں کیا جا سکتا جو خالصتاً غیر سیاسی جرائم یا ایسے افعال کی وجہ سے عمل میں آتی ہیں جو اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف ہیں۔

دفعہ - 15

(1) ہر شخص کو قومیت کا حق ہے۔

(2) کوئی شخص محض من مانے طور پر قومیت سے محروم نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس کو اپنی قومیت تبدیل کرنے کا حق دینے سے انکار کیا جائے گا۔

دفعہ - 16

(1) بالغ مردوں اور عورتوں کو بغیر ایسی پابندی کے جو نسل، قومیت، یا مذہب کی بنا پر لگائی جائے شادی بیاہ کرنے اور گھر بسانے کا حق ہے۔ مردوں اور عورتوں کو نکاح، ازواجی زندگی اور نکاح کو فسخ کرنے کے معاملے میں برابر کے حقوق حاصل ہیں۔

(2) نکاح فریقین کی پوری آزادی اور رضامندی سے ہوگا۔

(3) خاندان، معاشرے کی فطری اور بنیادی اکائی ہے اور وہ معاشرے اور ریاست دونوں کی طرف سے حفاظت کا حقدار ہے۔

دفعہ - 17

(1) ہر انسان کو تنہا یا دوسروں سے مل کر جائیداد رکھنے کا حق ہے۔

(2) کسی شخص کو زبردستی اس کی جائیداد سے محروم نہیں کیا جائے گا۔

دفعہ - 18

ہر انسان کو آزادی فکر، آزادی ضمیر اور آزادی مذہب کا پورا حق ہے۔ اس حق میں مذہب اور عقیدے کو تبدیل کرنے اور اجتماعی یا انفرادی طور پر خاموشی یا کھلے بندوں اپنے عقیدے کی تبلیغ، اس پر عمل، اور اس کی عبادات اور رسومات پوری کرنے کی آزادی بھی شامل ہے۔

دفعہ - 19

ہر شخص کو اپنی رائے رکھنے اور اظہار رائے کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں یہ امر بھی شامل ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ اور بلا کسی قسم کی مداخلت کے اپنی رائے پر قائم رہے اور جس ذریعے سے چاہے اور ملکی سرحدوں کے حائل ہوئے بغیر معلومات اور خیالات کا حصول اور ان کی ترسیل کرے۔

دفعہ - 20

(1) ہر شخص کو پرامن طریقے سے ملنے جلنے اور انجمنیں قائم کرنے کی آزادی کا حق ہے۔

(2) کسی شخص کو کسی انجمن میں شامل ہونے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

دفعہ - 21

(1) ہر شخص کو اپنے ملک کی حکومت میں براہ راست یا آزادانہ طور پر منتخب کیے ہوئے نمائندوں کے ذریعے حصہ لینے کا حق ہے۔

(2) ہر شخص کو اپنے ملک میں سرکاری ملازمت حاصل کرنے کا برابر کا حق ہے۔

(3) عوام کی مرضی حکومت کے اقتدار کی بنیاد ہوگی۔ یہ مرضی وقتاً فوقتاً ایسے حقیقی انتخابات کے ذریعے ظاہر کی جائے گی جو عام اور مساوی رائے دہندگی کی بنیاد پر ہوں گے اور جو خفیہ ووٹ یا اس کے مماثل کسی دوسرے آزادانہ طریقہ رائے دہندگی کے مطابق عمل میں آئیں گے۔

دفعہ - 22

معاشرے کے رکن کی حیثیت سے ہر شخص کو معاشرتی تحفظ کا حق حاصل ہے اور یہ حق بھی وہ ملک کے نظام اور وسائل کے مطابق قومی کوشش اور بین الاقوامی تعاون سے ایسے اقتصادی، معاشرتی اور ثقافتی حقوق کو عملاً حاصل کرے، جو اس کی عزت اور شخصیت کی آزادانہ نشوونما کے لیے لازم ہیں۔

دفعہ - 23

(1) ہر شخص کو کام کاج، روزگار کے آزادانہ انتخاب، کام کاج کی مناسب و معقول شرائط اور بے روزگاری کے خلاف تحفظ کا حق ہے۔

(2) ہر شخص کو کسی تفریق کے بغیر مساوی کام کے لیے مساوی معاوضے کا حق ہے۔

(3) ہر شخص جو کام کرتا ہے وہ ایسے مناسب و معقول مشاہرے کا حق رکھتا ہے جو خود اس کے اور اس کے اہل و عیال کے لیے باعزت زندگی کا ضامن ہو اور جس میں اگر ضروری ہو تو معاشرتی تحفظ کے دوسرے ذریعوں سے اضافہ کیا جا سکے۔

(4) ہر شخص کو اپنے مفاد کے بچاؤ کے لیے تجارتی انجمنیں، (ٹریڈ یونین) قائم کرنے اور اس میں شریک ہونے کا حق حاصل ہے۔

دفعہ - 24

ہر شخص کو آرام اور فرصت کا حق ہے جس میں کام کے گھنٹوں کی حد بندی اور تنخواہ کے ساتھ مقررہ وقفوں پر تعطیلات میں شامل ہیں۔

دفعہ - 25

(1) ہر شخص کو اپنی اور اپنے اہل و عیال کی صحت اور فلاح و بہبود کے لیے مناسب معیار زندگی کا حق ہے جس میں خوراک، پوشاک، مکان اور علاج کی سہولتیں اور دوسری ضروری معاشرتی مراعات، اور بیروزگاری، بیماری، معذوری، بیوگی، بڑھاپا اور ان حالات میں روزگار سے محرومی جو اس کے قبضہ قدرت سے باہر ہوں، کے خلاف تحفظ کا حق شامل ہے۔

(2) زچہ اور بچہ خاص توجہ اور امداد کے حق دار ہیں۔ تمام بچے خواہ وہ شادی کے بغیر پیدا ہوئے ہوں یا شادی کے بعد، معاشرتی تحفظ سے یکساں طور پر مستفید ہوں گے۔

دفعہ - 26

(1) ہر شخص کو تعلیم کا حق ہے۔ تعلیم کم سے کم ابتدائی اور بنیادی درجوں میں مفت ہوگی۔ ابتدائی تعلیم لازمی ہوگی۔ فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم حاصل کرنے کا عام انتظام کیا جائے گا اور لیاقت کی بنا پر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا سب کے لیے مساوی طور پر ممکن ہوگا۔

(2) تعلیم کا مقصد انسانی شخصیت کی پوری نشوونما ہوگا اور وہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے احترام میں اضافہ کرنے کا ذریعہ ہوگی۔ وہ تمام قوموں اور نسلی یا مذہبی گروہوں کے درمیان باہمی مفاہمت، رواداری اور دوستی کو ترقی دے گی اور امن کو برقرار رکھنے کے لیے اقوام متحدہ کی سرگرمیوں کو آگے بڑھائے گی۔

(3) والدین کو اس بات کے تصفیہ کا اولین حق ہے کہ ان کے بچوں کو کس قسم کی تعلیم دی جائے گی۔

دفعہ - 27

(1) ہر شخص کو قوم کی ثقافتی زندگی میں آزادانہ حصہ لینے، فنون لطیفہ سے مستفید ہونے اور سائنس کی ترقی اور اس کے فوائد میں شرکت کا حق حاصل ہے۔

(2) ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ اس کے ان اخلاقی اور مادی مفادات کا تحفظ کیا جائے جو اسے ایسی سائنسی، فنی یا ادبی تصنیف سے، جس کا وہ مصنف ہے، حاصل ہوتے ہیں

دفعہ - 28

ہر شخص ایسے معاشرتی اور بین الاقوامی نظام کا حقدار ہے جس میں وہ تمام آزادیاں اور حقوق حاصل ہو سکیں جو اس اعلان میں شامل ہیں۔

دفعہ - 29

(1) ہر شخص پر معاشرے کے حق ہیں کیونکہ معاشرے میں رہ کر اس کی شخصیت کی آزادانہ اور پوری نشوونما ممکن ہے۔

(2) اپنی آزادیوں اور حقوق سے فائدہ اٹھانے میں ہر شخص صرف ایسی حدود کا پابند ہوگا جو دوسروں کی آزادیوں اور حقوق کو تسلیم کرانے اور ان کا احترام کرانے کی غرض سے اور ایک جمہوری نظام میں اخلاق، امن عامہ اور عام فلاح و بہبود کے مناسب لوازمات کو پورا کرنے کے لیے قانون کی طرف سے عائد کی گئی ہوں۔

(3) یہ حقوق اور آزادیاں کسی حالت میں بھی اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف عمل میں نہیں لائی جا سکتیں۔

دفعہ - 30

اس اعلان کی کسی چیز سے کوئی ایسی بات مراد نہیں لی جا سکتی جس سے کسی ملک، گروہ یا شخص کو کسی ایسی سرگرمی میں مصروف ہونے یا کسی ایسے کام کو انجام دینے کا حق پیدا ہو جس کا منشا ان حقوق اور آزادیوں کی نفی ہو جو یہاں پیش کی گئی ہیں۔

ایک دوسرے پر الزام تراشی کی بجائے دہشت گردی کے خاتمے کے لئے ٹھوس منصوبہ بندی کی جائے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے وفاقی وصوبائی حکومتوں،سکیورٹی اور انٹیلی جنس ایجنسیوں سے کہا ہے کہ وہ شکار پور میں ہونے والی قتل وغارت گری کا الزام ایک دوسرے پر لگانے کی بجائے متفقہ لائحہ عمل تیار کریں اور عوام کی جانوں کو تحفظ دینے کے لئے اپنی ذمہ داری احسن طریقے سے نبھائیں۔

منگل کو جاری ہونے والے ایک بیان میں کمیشن نے کہا کہ شکار پور کی امام بارگاہ پر ہولناک حملہ کے بعد وہاں کون گیا اور کون نہیں گیا، سے کہیں زیادہ اہم سوال یہ ہے کہ کیا معصوم لوگوں کے قاتلوں کو گرفتار کیا گیا، کیا انہیں قرار واقعی سزائیں دی جائیں گی اور کیا مستقبل میں ایسے واقعات کی روک تھام کے لئے کوئی اقدامات کئے جا رہے ہیں یا نہیں؟ جب ہم یہ سب کچھ کرلیں تو پھر یہ سوال اٹھایا جانا مناسب ہوگا کہ کس نے علاقے کا دورہ کیا اور کون علاقے میں نہیں گیا۔

یہ خواہش کرنا کہ کاش شکار پور کا حادثہ نہ ہوا ہوتا، یا اس واقعہ کے خلاف مذمتی قرار دادیں منظور کرنے سے نہ تو اس حادثے میں جاں بحق ہونے والوں کے خاندانوں کے دکھ اور درد میں کمی آئے گی اور نہ ہی مستقبل میں دہشت گردی کے مزید واقعات کو روکا جاسکے گا۔

یہ کہنا بجا کہ ایسے حادثات میں شدید زخمی ہونے والوں کو بہتر طبی سہولتیں مہیا کرنے کے لئے انہیں بڑے ہسپتالوں تک پہنچانے کے لئے طیارہ کی سہولت دی جائے ،لیکن وسیع تر تناظر میں دیکھا جائے تو یہ مطالبہ بے معنی لگتا ہے۔بہتر حکمت عملی اور اس پر عملدرآمد کے ذریعے ایسے حملوں کو روکنا زیادہ ضروری ہے اس کے مقابلے میں زخمیوں کو محض ہسپتالوں میں فوری طور پر منتقل کرنے کا عمل اتنا اہم نہیں۔ایسے مجرموں کو قابو کرنے میں ہونے والی مسلسل ناکامی نے لوگوں کی تکالیف میں بے پناہ اضافہ کیا ہے۔لوگ توقع کرتے ہیں کہ سرکاری حکام ایک دوسرے پر الزام تراشی کرنے کی بجائے ان مجرموں کا پیچھا کرکے ان کا خاتمہ کریں گے۔

عام لوگوں کے جذبات بڑے واضح ہیں۔عام لوگ دہشت گردی کے تمام مظاہر کے خلاف ہیں اور وہ اس کا اظہار بار بار کرتے چلے آرہے ہیں اور لوگ ایسے تمام اقدامات کی کُھل کر حمایت کرتے ہیں جو دہشت گردوں کے خلاف اٹھائے جاتے ہیں۔اس حمایت کو کیسے استعمال کیا جاتا ہے، یہ ایسا سوال ہے جس کا جواب لوگ مانگتے ہیں۔لوگ تو چاہتے ہیں کہ ایک عزم کے ساتھ ان مجرموں کا پیچھا کیا جائے۔اگرچہ ہر ایسے واقعہ کے بعد محض خطابت پر زور دیا جاتا ہے۔لیکن کبھی کئے گئے وعدوں پر عملدرآمد نہیں کیا جاتا۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ لوگوں کو بتایا جائے کہ دہشت گردی کے خلاف نیشنل ایکشن پلان کا کیا ہوا؟ اور کیا اس پر عملدرآمد کرنے کے لئے کچھ کیا بھی گیا ہے یا نہیں۔شکار پور کا یہ ہولناک حادثہ دراصل پولیس، انٹیلی جنس ایجنسیوں اور سکیورٹی فورسز کی ناکامی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔اس واقعہ پر سیاسی فائدہ اٹھانا اور قربانی کے بکرے تلاش کرنے کی کوششوں سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔فوری طور پر ضروری یہ ہے کہ اس صورتحال سے نمٹنے کے لئے مشترکہ لائحہ عمل تیار کیا جائے اور اس پر عملدرآمد کے لئے ٹائم فریم بنایا جائے۔

[پریس ریلیز۔لاہور۔03فروری2015]

فہرست

نسل کشی کے واقعات پر اقوام متحدہ کی بڑی قوتیں ویٹو کے استعمال سے احتراز کریں 8
امتیازی قوانین سے احتراز کیا جائے 9
جنسی تشدد اور دہشت 10
مقامی افراد کے فورم کا بین الاقوامی اجلاس 11
کوئی بھوکا نہ رہے، کے لئے اقدامات 12
سیاسی جماعتیں کہاں ہیں؟ 13
پنجاب شفافیت اور معلومات تک رسائی (ٹی آرٹی آئی) کا ایکٹ 2013ء 15
فلپائن: ایشیا کا واحد ملک جہاں جبری گمشدگیوں کے حوالے سے قانون موجود ہے 17
انتہا پسندی کی روک تھام اور رواداری کے فروغ کے لیے منعقدہ تربیتی ورکشاپس کی رپورٹس 21
عورتیں 32
بچے 34
تعلیم 35
اقلیتیں 37
قانون نافذ کرنے والے ادارے 39
صحت 40
مدرسہ اور تعلیمی اصلاح 41
کاری، کارو کہہ کر مار ڈالا 42
جنسی تشدد کے واقعات 43
خودکشی کے واقعات 47
اقدام خودکشی کے واقعات 51
جہد حق پڑھنے والوں کے خطوط 52

جبری اور غیر ارادی گمشدگیوں کو روکنے کا مطالبہ

ایشیا میں جبری اور غیر ارادی گمشدگیوں پر ہونے والی بین الاقوامی کانفرنس نے تمام ایشیائی ممالک پر زور دیا ہے کہ وہ جبری اور غیر ارادری گمشدگیوں کو روکنے کے لئے موثر اقدامات کریں۔ ان ممالک سے کہا گیا ہے کہ وہ جبری گمشدگیوں کو بہیمانہ جرم قرار دیں۔ اقوام متحدہ کی ایجنسیوں خصوصاً جبری یا غیر ارادری گمشدگیوں سے متعلق اداروں کے ساتھ تعاون کریں اور ان جرائم کے شکار افراد کے لئے تلافی کا نظام قائم کیا جائے۔ یہ مطالبہ 2 اور 3 فروری کو اسلام آباد میں ہونے والی دو روزہ کانفرنس میں کیا گیا جس کا اہتمام پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) اور انٹرنیشنل کمیشن آف جیورسٹس (آئی سی جے) نے مشترکہ طور پر کیا تھا اس کانفرنس میں نیپال، سری لنکا، تھائی لینڈ، فلپائن، بھارت اور پاکستان کے وفود نے شرکت کی۔

کانفرنس میں ایک قرارداد منظور کی گئی جس کا متن درج ذیل ہے:۔

اس امر پر انتہائی تشویش محسوس کرتے ہوئے کہ متعدد ایشیائی ممالک میں جبری و غیر ارادی گمشدگیوں کا سلسلہ بلا روک ٹوک جاری ہے اور ایسے واقعات پر پردہ ڈالنے کے لیے نئے حیلے بہانوں کا سہارا لیا جا رہا ہے۔

جبری گمشدگیوں پر کام کرنے والے وکلاء، صحافیوں اور انسانی حقوق کے محافظین پر جاری حملوں، انہیں ایذا دہی پہنچانے، ان کی کڑی نگرانی کرنے، ڈرانے دھمکانے اور ان کے خلاف انتقامی کارروائیوں سے فکر مند ہوتے ہوئے۔

اس بات پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہ متعدد ایشیائی ممالک میں جبری گمشدگی کے جرم کو قانونی، اخلاقی اور سیاسی استثنیٰ حاصل ہے اور اس بات پر زور دیتے ہوئے کہ استثنیٰ قانون کی حکمرانی کے لیے زہر قاتل ہے۔

اس خیال کے ساتھ متفق ہوتے ہوئے کہ جبری گمشدگیاں قانون کی حکمرانی اور انسانی حقوق کے تحفظ کے لیے پر عزم معاشرے کی قابل قدر اقدار کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہیں اور یہ کہ جبری گمشدگیوں کے منظّم رجحان کو بین الاقوامی قانون کے تحت انسانیت کے خلاف جرم قرار دیا گیا تھا۔

اس امر کا اعادہ کرتے ہوئے کہ جبری گمشدگی کا ہر اقدام انسانی وقار کے خلاف ایک جرم ہے اور قانون کی نظر میں فرد تسلیم کیے جانے کے حق، فرد کی آزادی اور تحفظ کے حق اور اذیت رسانی و دیگر ظالمانہ، غیر انسانی یا تضحیک آمیز سلوک یا سزا سے تحفظ کے حق سمیت انسانی حقوق کی بیشتر ضمانتوں کی سنگین اور کھلی خلاف ورزی ہے۔

یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ بیشتر ایشیائی ممالک کو دہشت گردی اور حتیٰ کہ دہشت گردانہ حملوں کے خطرات کے باعث امن و عامہ اور سیکیورٹی سے متعلقہ سنگین مسائل کا سامنا ہے، مگر یہ تاکید کرتے ہوئے کہ دہشت گردی کا خطرہ، جنگ، جنگ کی صورتحال، داخلی سیاسی عدم استحکام یا کسی دوسری قسم کی ملکی ناگہانی صورتحال سمیت کسی بھی قسم کے حالات میں جبری گمشدگیوں کو با جواز قرار نہیں دیا جا سکتا۔

گمشدہ افراد کے اہل خانہ کی انفرادی و اجتماعی جدوجہد اور جبری گمشدگیوں کے خلاف ملکی، علاقائی اور بین الاقوامی سطح پر ان کے سرگرم کردار کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے۔

ایشیا میں جبری و غیر ارادی گمشدگیوں کے خلاف سول سوسائٹی کی کاوشوں کو لائق تحسین قرار دیتے ہوئے جنہیں اپنے کام میں نامساعد حالات اور خطرات کا سامنا ہے۔

ہم، 2-3 فروری 2015 کو اسلام آباد میں منعقد ہونے والی ''بین الاقوامی کانفرنس برائے جبری و غیر ارادی گمشدگیاں: یک جہتی کا اظہار، رکاوٹوں کا انسداد'' کے شرکاء، ریاستوں کو انسانی حقوق کے بین الاقوامی قانون کے تحت اس پر عائد کردہ فرائض کی یاد دہانی کرواتے ہیں اور مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ:

(i) جبری گمشدگیوں کے رجحان کے خاتمے کے لیے مخصوص قوانین، پالیسیوں اور اداروں کی تشکیل اور نفاذ سمیت تمام ضروری اقدامات کریں۔

(ii) ایسے قوانین پر نظر ثانی کریں، ان میں ترامیم کریں یا انہیں منسوخ کریں جو جبری گمشدگی کی راہ ہموار کرتے ہیں اور انسانی حقوق کی پامالی کرنے والوں کو مقدمہ سازی سے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں اور/ یا انہیں تحفظ فراہم کرتے ہیں۔

(iii) جبری گمشدگی کے مبینہ مجرموں کے خلاف تحقیقات کریں اور اگر معقول شہادت موجود ہو تو ان پر مقدمہ چلائیں اور اگر وہ قصوروار ثابت ہوں تو انہیں سزا دیں۔

(iv) اس امر کو یقینی بنائیں کہ قانون نافذ کرنے والی ایجنسیاں انسانی حقوق کے محافظین کے متعلق اقوام متحدہ کے اعلامیے کی پاسداری کریں گی۔

جبری گمشدگیوں کے خلاف کام کرنے والے افراد سمیت انسانی حقوق کے محافظین کے کام کو محفوظ کرنے اور ان کی معاونت کرنے کے لیے مخصوص قوانین، پالیسیوں اور اداروں کی تشکیل اور ان کا نفاذ بھی کریں۔

☆ ہم علاقے میں کام کرنے والے انسانی حقوق کے محافظین کی ہر ممکن ذرائع سے معاونت کریں گے، انہیں فنی و قانونی مدد بھی فراہم کریں گے تاکہ وہ جبری گمشدگیوں کے خلاف کام کے دوران پائی جانیوالی عام مشکلات اور مسائل پر قابو پا سکیں۔

☆ تمام ایشیائی ممالک کو ''تمام افراد کو جبری گمشدگی سے تحفظ فراہم کرنے کا عالمی معاہدہ'' کی توثیق کرنے اور انفرادی و بین الریاستی شکایات کا جائزہ لینے والی ''کمیٹی برائے جبری گمشدگان'' کی اہلیت کو تسلیم کرنے پر آمادہ کرنے کی مربوط کوششوں میں اضافہ کریں گے۔

☆ ہم اس ضرورت پر زور دیتے ہیں کہ تمام ایشیائی ممالک کو اپنے فوجداری قوانین میں ایک علیحدہ

فوجداری جرم کا اندراج کرنا چاہیے جو "تمام افراد کو جبری گمشدگیوں سے تحفظ فراہم کرنے کے عالمی معاہدے میں درج تعریف پر پورا اترتا ہو۔

☆ عام عوام، قانون کے نفاذ اور سیکیورٹی پر مامور ایجنسیوں، نیز عدلیہ سمیت ریاستی اداروں سے منسلک افراد میں شعوروآگہی مہم کو فروغ دیں گے کہ جبری گمشدگیاں ہر قسم کے حالات میں ممنوع ہیں، اور یہ کہ کسی بھی قسم کے خطرات یا حالات چاہے کتنے ہی سنگین کیوں نہ ہوں، اس عمل کو جواز فراہم نہیں کرسکتے۔

☆ ہم ایشین ممالک سے پرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ 'پیرس اصولوں' کی روشنی میں 'قومی کمیشن برائے انسانی حقوق کے اداروں' (این ایچ آئی آرز) کو جلد از جلد فعال کریں اور جہاں کہیں این ایچ آئی آرز پہلے سے موجود ہیں انہیں مستحکم کیا جائے۔

☆ ہم اپنی متعلقہ ریاستوں سے یہ مطالبہ جاری رکھتے ہیں کہ خفیہ یا من مانی حراستوں میں بند افراد کو فی الفور رہا کیا جائے یا ان پر فوجداری جرم کا الزام عائد کیا جائے اور انہیں ایک ایسے مجاز، خودمختار اور غیر جانبدار ٹربیونل کے سامنے ٹرائل کے لیے پیش کیا جائے جو شفافیت کے عالمی اصولوں پر پورا اترتا ہو۔

☆ ہم اس امر کو یقینی بنانے کی جدوجہد جاری رکھیں گے کہ انسانی حقوق کی پامالیوں کے مشتبہ ملزمان بشمول مسلح افواج اور سیکیورٹی ایجنسیوں کے اہلکاروں کا ٹرائل کسی قسم کے خصوصی ٹربیونلز بالخصوص فوجی عدالتوں میں کرنے کی بجائے عام مجاز عدالتوں میں کیا جائے۔

☆ ہم ایسے قومی قوانین میں ترامیم لانے کی جدوجہد کو جاری رکھیں گے جو جبری گمشدگی کی راہ ہموار کرتے ہیں اور انسانی حقوق کے مجرموں اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے مرتکب افراد کو مقدمہ سازی سے استثنیٰ یا تحفظ فراہم کرتے ہیں۔

☆ جبری گمشدگی کے متاثرین کے لیے مؤثر تلافی اور ازالے کے فقدان کا معاملہ فہم و فراست کے ساتھ نبٹائیں گے۔ جبری گمشدگی کے متاثرین اور ان کے اہل خانہ کو معاوضہ اور نفسیاتی معاونت کی فراہمی کے مسئلے کو حل کرنے کی سعی بھی کی جائے گی۔

☆ اقوام متحدہ کے انسانی حقوق سے متعلقہ طرائق کار کی تعمیل کی سطح میں اضافے اور 'ورکنگ گروپ برائے جبری و غیرارادی گمشدگیاں (ڈبلیو جی ای آئی ڈی) کی سفارشات پر عملدرآمد کروانے کا عزم کرتے ہیں اور ریاستوں سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ ڈبلیو جی ای آئی ڈی کو اپنے ملک کا دورہ کرنے کی دعوت دیں اور جہاں کہیں دورے کی درخواست دائر ہے وہاں ڈبلیو جی ای آئی ڈی کے ساتھ مکمل تعاون کریں؛ اور

☆ ہم اپنی متعلقہ ریاستوں سے اجتماعی مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ ایشیا کی سطح پر انسانی حقوق کا ٹھوس نظام تشکیل دیں جس کا مقصد انسانی حقوق کا تحفظ اور فروغ ہو۔

[پریس ریلیز۔لاہور۔04 فروری 2015]

تھر میں این جی او کو ملنے والی دھمکیوں کے خلاف کارروائی کی جائے

صوبہ سندھ کے ضلع تھرپارکر اور اس کے نزدیکی اضلاع میں کام کرنے والی ''اویئر'' نامی این جی او کے عملے کو ایک صوبائی وزیر کے رشتہ دار کی جانب سے ملنے والی دھمکیاں باعث تشویش ہیں۔

کمیشن نے منگل کو جاری ہونے والے ایک بیان میں کہا: ایچ آر سی پی کو ''اویئر'' کے عملے کو ایک صوبائی وزیر کے کزن کی جانب سے ملنے والی دھمکیوں پر تشویش ہے۔ ہمیں پتہ چلا ہے کہ دھمکی 5 فروری کو چھاچھرو پریس کلب کے باہر منعقد ہونے والے ایک عوامی اجتماع کے بعد دی گئی تھی۔ اجتماع میں ایک فرد نے شکایت کی تھی کہ وزیر کے ایک رشتہ دار نے اس کی زمین ہتھیالی ہے۔ اُس سے اگلے دن دو افراد این جی او کے دفتر آئے اور دفتر بند کرنے بصورت دیگر دفتر پر حملہ کرنے کی دھمکی دی۔ 6 فروری کو وزیر کا رشتہ دار جس پر زمین ہتھیانے کا الزام عائد تھا، درجن بھر سے زائد افراد کے ہمراہ این جی او کے دفتر آیا اور دھمکی دی کہ اگر 24 گھنٹوں کے اندر دفتر کو بند نہ کیا گیا تو اس پر حملہ کیا جائے گا اور عملے کے ساتھ سختی سے نبٹا جائے گا۔ مذکورہ گروہ کے زیر استعمال سرکاری نمبر پلیٹ والی گاڑیاں تھیں۔ این جی او کے دفتر آنے والے مسلح افراد کی وڈیو فوٹیج بھی انٹرنیٹ پر دستیاب ہے جہاں سے ان کی شناخت ہوسکتی ہے۔ اطلاعات کے مطابق وزیر کے رشتہ دار نے این جی او کے عملے کو بذریعہ فون بھی دھمکیاں دی تھیں۔

ایچ آر سی پی کو نہ صرف ان دھمکیوں بلکہ جس طرح سے انہیں جاری کیا گیا اس پر بھی سخت تشویش ہے۔ مذکورہ این جی او کا پولیس کو شکایت درج کرانا بھی سودمند ثابت نہیں ہوا۔ انہوں نے دفتر کو تحفظ فراہم کرنے سے متعلق تحریری درخواست دی مگر اس پر بھی کوئی مثبت جواب موصول نہیں ہوا۔

ایچ آر سی پی سندھ حکومت سے یہ مطالبہ کرتا ہے مذکورہ این جی او سے رابطہ کیا جائے تاکہ اس کے سلامتی سے متعلق خدشات کو دور کیا جا سکے۔ حکومت کو ''اویئر'' کے عملے کو ہراساں کرنے کے لیے سرکاری گاڑیوں کے استعمال کی بھی چھان بین کرنی چاہیے اور اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ دھمکیاں دینے والے افراد کے خلاف فوری کارروائی کی جائے اور این جی او کے دفتر کو تحفظ فراہم کیا جائے۔ اگر سندھ حکومت یہ چاہتی ہے کہ سول سوسائٹی کے لیے پہلے سے کم ہوتی ہوئی گنجائش مزید کم نہ ہو تو پھر اس کی جانب سے ایک موثر اور فوری ردعمل ناگزیر ہے۔

[پریس ریلیز۔لاہور۔12 فروری 2015]

☆☆☆

نسل کشی کے واقعات پر اقوام متحدہ کی بڑی قوتیں ویٹو کے استعمال سے احتراز کریں: ایمنسٹی

ایمنسٹی انٹرنیشنل نے سلامتی کونسل کے پانچوں مستقل ممبران سے درخواست کی ہے کہ ظلم و بربریت والے واقعات میں ویٹو پاور کا استعمال ترک کیا جائے۔ 26فروری کو جاری ہونے والی سالانہ رپورٹ میں ایمنسٹی انٹرنیشنل نے کہا کہ 2014ء میں رونما ہونے والے آفات کے واقعات پر عالمی رد عمل اہانت آمیز تھا۔ ایمنسٹی نے کہا کہ مالدار ممالک مہاجرین کو پناہ نہ دینے کا افسوسناک موقف اپنانے کے مرتکب ہوئے۔ رپورٹ میں بتایا گیا کہ 2014قتل و غارتگری کے متاثرین کے لئے تباہ کن سال تھا۔ ایمنسٹی کا کہنا ہے کہ عالمی رہنماؤں کو مسلح تصادم کی بدلتی ہوئی نوعیت کے مقابلہ کے لیے فوری اقدام کرنا چاہیے تھا۔

نائجیریا اور شام میں وسیع پیمانے پر جاری کشیدگی پر عالمی رد عمل کو غیر موثر اور شرمناک قرار دیتے ہوئے ایمنسٹی انٹرنیشنل نے کہا کہ ریاستی اور مسلح گروہوں کے تشدد سے لاکھوں شہریوں کو تحفظ فراہم کرنے میں حکومتیں ناکام رہی ہیں۔ انسانی حقوق کی تنظیم نے اپنی رپورٹ میں کہا کہ دوسری جنگ عظیم کے بعد پہلی بار بے گھر لوگوں کی تعداد پانچ کروڑ افراد سے تجاوز کر گئی ہے۔

شام کی چار سالہ خانہ جنگی کے دوران چالیس لاکھ افراد نے نقل مکانی کی۔ اقوام متحدہ کی جانب سے خوشحال ممالک کو مزید مہاجرین کو پناہ دینے کے مطالبے کے باوجود ان میں سے 95% لوگوں نے لبنان، ترکی، اردن، عراق اور مصر میں ٹھکانہ کیا۔ خوشحال ممالک کو اپنے ہاں مہاجرین بسانے کا بارہا مطالبہ کرنے والے اقوام متحدہ کے مہاجرین ذرائع کے مطابق دہشت گردی میں تیزی آنے اور اس کے خاتمے کی کوششوں سے لوگ مصیبتوں میں گرفتار ہوئے تو بین الاقوامی برادری تہی دامن تھی۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل کے سیکرٹری جنرل سلیل شیٹی نے اپنے بیان میں کہا کہ مالدار ممالک کا لوگوں کو محض زندہ رکھنے کی کاوشوں کو مہاجرین کو پناہ دینے پر ترجیح دینا قابل نفرین ہے۔

ایمنسٹی کا کہنا ہے کہ بوکوحرام اور اسلامی سٹیٹ جیسے غیر سرکاری مسلح گروہوں کا بڑھتا ہوا اثر و رسوخ باعث تشویش ہے۔ اسلامی دہشت گرد تنظیم بوکوحرام نے پانچ سالہ شورش کے دوران شمال مشرقی نائجیریا میں ہزاروں لوگوں کو قتل کیا۔ اسلامی دہشت گردوں نے عراق اور شام کے وسیع علاقوں پر تسلط کے بعد زیر قبضہ علاقوں میں خلافت قائم کرنے کا اعلان کر دیا ہے۔

انسانی حقوق کی تنظیم کا کہنا ہے کہ مسلح گروہوں نے **2014**ء میں وسطی افریقہ اور انڈیا سمیت **35** ممالک میں حقوق کی خلاف ورزیوں کا ارتکاب کیا۔ ایمنسٹی کو خدشہ ہے کہ دہشت گردوں کا سرحدوں سے باہر تک اثر و نفوذ بڑھنے سے ان خلاف ورزیوں اور ایذا رسانی میں اضافہ ہوگا۔

انسانی حقوق کی تنظیم نے سلامتی کونسل کے پانچ مستقل ممبران برطانیہ، چین، فرانس، روس اور امریکہ سے استدعا کی ہے کہ وہ نسل کشی اور قتل عام کی صورت حال میں ویٹو پاور کے استعمال سے اجتناب کریں۔ شام کے انسانی حقوق کے کارکنوں کے مطابق 2011ء سے شام میں بین الاقوامی کاروائی روکنے کے لئے چین اور روس نے چار دفعہ ویٹو کا حق استعمال کیا جہاں تصادم شروع ہونے سے اب تک 210,000 لوگ جاں بحق ہو چکے ہیں۔ ایمنسٹی کا کہنا ہے کہ شام، عراق، غزہ، اسرائیل اور یوکرائن میں تصادم روکنے میں سلامتی کونسل ناکام ہوئی جہاں لوگوں کو ہولناک جرائم کا سامنا کرنا پڑا۔

ایمنسٹی نے تمام حکومتوں سے تقاضہ کیا ہے کہ دسمبر سے لاگو ہونے والے اسلحہ کے عالمی تجارتی معاہدوں کی توثیق کر کے ان کی پیروی کی جائے تاکہ 85ارب ڈالر کی اسلحہ صنعت کو ریگولیٹ کیا جائے اور ہتھیاروں کو مجرموں اور انسانی حقوق کی خلاف ورزی کرنے والوں کے ہاتھوں سے دور رکھا جائے۔ اس کا کہنا ہے کہ 2014ء میں ہتھیاروں کی بڑی مقدار عراق، اسرائیل، روس، جنوبی سوڈان اور شام کے حوالے کی گئی جبکہ ان کا پرامن شہریوں کے خلاف استعمال ہونے کا احتمال تھا۔

رپورٹ میں اجاگر کیا گیا کہ 2014ء میں کس طرح کینیا اور پاکستان سمیت کئی حکومتوں نے سلامتی کو درپیش خطرات کے رد عمل کے طور پر ظلم اور جبر کا حربہ اختیار کیا۔ کینیا کی حزب اختلاف کو خدشہ ہے کہ دہشت گردی کے خاتمے کے لئے جو اقدامات کئے گئے وہ شہری آزادیوں اور آزادی اظہار کے لئے خطرہ ہوں گے۔ پاکستان نے 2008ء سے سزائے موت پر عمل درآمد پر عائد پابندی ختم کر دی ہے۔ حکومتی رہنما دنیا کو محفوظ رکھنے کے نام پر انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کو باجواز قرار دیتے ہیں۔ سلیل شٹی کا کہنا ہے کہ اس رجعتی رد عمل سے کام نہیں چلے گا بلکہ اس سے دہشت گردی کو فروغ پانے کے لئے جبر کا موزوں ماحول میسر آئے گا۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ دی نیشن)

حفاظتی ٹیکوں کے انتظام پر اقوام متحدہ کا اظہار تشویش

پشاور اقوام متحدہ نے ملک میں ''حفاظتی ٹیکوں کے انتظام کے کمزور نظام'' پر تشویش کا اظہار کیا ہے اور حکومت پر زور دیا ہے کہ معیاری طرز عمل کو اپناتے ہوئے حفاظتی ٹیکوں کے پروگرام کو بچپن کی بیماریوں کے خلاف مؤثر بنائے۔ گزشتہ سال عالمی ادارہ صحت (ڈبلیو ایچ او) اور یونیسیف کے زیر اہتمام مشترکہ طور پر کیے گئے ایک سروے میں حفاظتی ٹیکوں کی فراہمی کے سلسلے میں ہر سطح پر اس کے انتظامات کے مختلف شعبوں میں اہم کمزوریوں کی نشاندہی کی گئی تھی۔ اقوام متحدہ کے ان دونوں اداروں نے اس خلاء سے نمٹنے کے لیے اقدامات کی سفارش کی تھی۔ اس سروے کا کہنا ہے کہ پاکستان میں ہر سطح پر ویکسین کی فراہمی کے مجموعی تجزیے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ویکسین کی فراہمی کے مینجمنٹ سسٹم کے بہت سے شعبوں میں بہتری کی ضرورت ہے۔ پاکستان میں حفاظتی ٹیکوں کے انتظام کو مؤثر بنانے کے لیے طے شدہ اصولوں میں سے صرف ایک پر عمل ہوتا ہے۔ سروے کے مطابق تمام سطح پر مطلوبہ معیاری کارکردگی 80 فیصد ہے۔ 2013ء اور 2014ء کے درمیان 22 ٹیموں کی مدد سے 151 ویکسین سائٹس جن میں ایک نیشنل اسٹور، 28 سب نیشنل اسٹورز، 61 تقسیم کی نچلی سطح اور 61 سروس پوائنٹ پر اس سروے کا انعقاد کیا گیا۔ حکومت سے کہا گیا ہے کہ ویکسین مینجمنٹ کے نظام کو مؤثر بنایا جائے، خاص طور پر ملک کے دور دراز علاقوں میں۔ اس سروے نے یہ مشورہ بھی دیا ہے کہ کولڈ چین سسٹم کی خریداری میں اقوام متحدہ کے اداروں کو بھی شامل کیا جائے، تاکہ بین الاقوامی معیار برقرار رکھا جاسکے۔ اس سروے نے ان علاقوں میں شمسی توانائی کے سسٹم کے استعمال کی سفارش بھی کی ہے، جہاں بجلی کی فراہمی مطلوبہ سطح تک نہیں ہے، جس کی وجہ سے حفاظتی ٹیکوں کے لیے کولڈ چین کو برقرار نہیں رکھا جاسکتا۔ اسی طرح درجہ حرارت کی نگرانی کے لیے ایک نظام بھی ضروری ہے۔ اس سروے میں کہا گیا ہے کہ پاکستان کو کولڈ اسٹوریج چین اور تقسیم سے وابستہ ملازمین کو تربیت دینے کی بھی ضرورت ہے۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

امتیازی قوانین سے احتراز کیا جائے

آئی۔اے۔رحمٰن

انسانی حقوق کے کارکن ضیاء الرحمان کے خلاف مقدمے سے یہ حقیقت بے نقاب ہوگئی ہے کہ سلامتی سے متعلق قوانین کے غلط استعمال کے باعث شہریوں کے حقوق کو خطرات لاحق ہیں۔

چونکہ یہ مقدمہ ہائی کورٹ میں زیر سماعت ہے اس لیے اس کے معیار کے بارے میں بحث کرنا مناسب نہیں ہوگا، اور اس تحریر کا مقصد صرف یہ بیان کرنا ہے کہ جب ایک عدم تحفظ پر مبنی تناؤ بھرے ماحول میں شہریوں کے حقوق تنزلی کا شکار ہوجاتے ہیں تو اس وقت انہیں کس اذیت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

ضیاء الرحمان ملتان میں سول سوسائٹی کی ایک تنظیم کے سربراہ ہیں جو سول سوسائٹی رجسٹریشن ایکٹ 1860ء کے تحت رجسٹرڈ ہے، اور اس کے پاس پبلک سروس سے متعلق دو دہائیوں سے زائد عرصے کا ریکارڈ موجود ہے۔ انہوں نے اپنی دیہی برادری کو ان کی انتخابی ذمہ داریوں سے متعلق تربیت فراہم کرنے کا فیصلہ کیا اور اس کے لیے انہوں نے ایک فرضی انتخابی عمل کا انعقاد کیا۔ ضلعی محرر نے 1860ء کے ایکٹ کے تحت یہ فیصلہ کیا کہ ضیاء اور ان کے ساتھیوں نے ملک دشمن سرگرمیوں سے متعلق جرم کا ارتکاب کیا تھا کیونکہ انہوں نے بیلٹ پیپر اور دیگر انتخابی مواد تیار کیا جو کہ الیکشن کمیشن کا کام تھا اور یہ کہ مذکورہ افراد کے خلاف قانونی کاروائی کی جاسکتی ہے۔

تھانہ مخدوم رشید، ضلع ملتان کے اے ایس آئی/ محرر نے ضیاء اور ان کے تین ساتھیوں کے خلاف ضابطہ تعزیرات پاکستان کے سیکشن 420 (دھوکہ دہی)، سیکشن 468 (جعل سازی)، اور ملک دشمن سرگرمیوں کی روک تھام کے ایکٹ 1974ء کے سیکشن 13 کے تحت مقدمہ درج کرلیا۔

پولیس نے ضیاء الرحمان کے تین ساتھیوں کو گرفتار کرلیا اور بعد ازاں مجسٹریٹ نے ان کی ضمانت منظور کرلی۔ مجسٹریٹ نے ملک مخالف سرگرمیوں کے ایکٹ کے حوالے سے اس بات کا نوٹس لیا کہ استغاثہ کی فائل میں ایسا کوئی دستاویزی ثبوت موجود نہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ متعلقہ این جی او آواز این ڈی ایس فاؤنڈیشن کو کسی مجاز ادارے نے ملک مخالف قرار دیا ہے۔ علاوہ ازیں یہ جرائم ضابطہ فوجداری (سی آر پی سی) کے سیکشن 497 کی امتناعی شق (مثال کہ طور پر، جرائم قابل ضمانت ہیں) کے دائرے میں نہیں آتے۔''

ضیاء الرحمان نے قبل از گرفتاری ضمانت کے لیے لاہور ہائی کورٹ ملتان بنچ سے رجوع کیا۔ عدالت نے اس بات کا نوٹس لیا کہ درخواست گزار کو مجاز عدالت تک رسائی کی اجازت نہیں دی جارہی تھی۔ لہٰذا عدالت نے ان کی دو دن کی حفاظتی ضمانت منظور کرلی۔

اسی اثنا میں ضیاء الرحمان نے مقامی حکام سے احتجاج کیا لیکن انہوں نے اس معاملے پر معذوری کا اظہار کیا کیونکہ ان کے خلاف قانونی چارہ جوئی کے احکامات مبینہ طور پر ''اوپر'' سے آئے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے ایک رحم دل صوبائی وزیر سے رابطہ کیا جس نے انہیں یہ بتایا کہ یہ معاملہ اتنا حساس تھا کہ کوئی بھی اس کو ہاتھ لگانے کو تیار نہیں تھا۔

تاہم مدعی کا ارادہ تبدیل ہوگیا اور اس نے یہ بیان حلفی پیش کیا کہ اس کی درخواست غلط فہمی پر مبنی تھی اور یہ کہ ملزم نے کوئی غلط کام نہیں کیا۔

پھر ملزم قبل از گرفتاری ضمانت کے لیے ایک ایڈیشن ڈسٹرکٹ وسیشن جج (اے ڈی ایس جے) کے سامنے پیش ہوا۔

ضیاء الرحمان نے قبل از گرفتاری ضمانت کے لیے لاہور ہائی کورٹ ملتان بنچ سے رجوع کیا۔ عدالت نے اس بات کا نوٹس لیا کہ درخواست گزار کو مجاز عدالت تک رسائی کی اجازت نہیں دی جارہی تھی۔ لہٰذا عدالت نے ان کی دو دن کی حفاظتی ضمانت منظور کرلی۔

عدالت نے یہ کہتے ہوئے ان کی درخواست مسترد کردی کہ یہ اس کے دائرہ اختیار میں نہیں تھا۔ اسی رات ضیاء الرحمان کو گرفتار کرلیا گیا۔

اگلے روز پولیس نے ایک مجسٹریٹ سے ان کے عدالتی ریمانڈ کی درخواست کی۔ یہ وہی مجسٹریٹ تھا جس نے تینوں ملزموں کی ضمانت منظور کی تھی۔ عدالت نے اس بات کا نوٹس لیا کہ چونکہ یہ معاملہ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ وسیشن جج کے دائرہ اختیار میں نہیں تھا اس لیے یہ عدالت بھی اس کی مجاز نہیں تھی۔ تفتیشی افسر کو کسی مجاز عدالت سے رجوع کرنے کو کہا گیا۔

اس کے بعد پولیس نے خصوصی عدالت کے جج سے ریمانڈ کی درخواست کی کیونکہ ان کا خیال تھا کہ کوئی بھی جرم جو ملک مخالف سرگرمیوں کی روک تھام کے ایکٹ کے زمرے میں آتا ہو وہ اس عدالت میں قابل سماعت تھا۔ جج نے اس سے اتفاق نہ کیا۔ اس نے کہا: ''۔۔۔۔ اور اسی بنا پر یہ اس عدالت کے دائرہ اختیار میں نہیں آتا۔ پولیس کو یہ حکم دیا جاتا ہے کہ وہ ملزم کو علاقہ مجسٹریٹ کے سامنے پیش کرے''۔ موخر الذکر نے پہلے ہی یہ عذر پیش کرچکا تھا کہ یہ اس کے دائرہ اختیار میں نہیں تھا۔

اس کے بعد یہ معاملہ ایک رٹ پٹیشن کے ذریعے ملتان ہائی کورٹ کے سامنے اٹھایا گیا۔ 19 فروری تک اس مقدمے کا کوئی فیصلہ نہیں سنایا گیا تھا، اور اس وقت تک ضیاء الرحمان جیل میں 21 دن گزار چکے تھے۔

یہ تمام تفصیلات ظاہر کرتی ہیں کہ ضیاء الرحمان آزادی اور قانون کے مناسب تحفظ سے اس لیے محروم تھے کہ نہ ہی پولیس اور نہ ہی استغاثہ نے ان قوانین کا مطالعہ کرنے کی کوشش کی جن کا ایف آئی آر میں ذکر کیا گیا تھا۔ ضیاء الرحمان کو صرف ایک الزام کی بنا پر آزادی اور انصاف کے بنیادی حق سے محروم کردیا گیا۔

یہ گھناؤنا قانون 74-1973ء میں بلوچستان حکومت کی برطرفی اور نیشنل عوامی پارٹی پر پابندی کو جائز ثابت کرنے کے لیے ایجاد کیا گیا۔ اس کے تحت کسی بھی تنظیم کو ملک مخالف قرار دیا جاسکتا تھا اور اس کے اراکین کے خلاف کسی بھی قسم کی کاروائی کی جاسکتی تھی۔ مزید براں، قانون کاروائی کا اختیار صرف حکومت یا اس ایجنسی کے پاس تھا جسے حکومت نے اس کا اختیار دیا ہو۔ اگرچہ ابتدا میں مجسٹریٹ نے اس بات کا نوٹس لیا تھا کہ ایسا کوئی ریکارڈ موجود نہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ ملزم کی این جی او کو ملک مخالف تنظیم قرار دیا گیا تھا، تاہم کسی نے بھی یہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی کہ کیا مدعی اس قانون کے تحت مقدمہ درج کرانے کا مجاز تھا جسے اے ایس آئی اپنی مرضی سے بروئے کار لایا تھا۔

اس مقدمے نے اس حقیقت کو آشکار کیا ہے کہ انسداد دہشت گردی ایکٹ، ایکشن ان ایڈ آف سول پاور ریگولیشن، تحفظ پاکستان ایکٹ، اور ترمیمی آرمی ایکٹ کے حوالے سے جو جوش وخروش پایا جاتا ہے اس کے باعث سلامتی سے متعلق قوانین کے غلط استعمال کے وسیع امکانات ہیں۔ جب بھی کوئی ریاستی عہدے دار اس قانون کو استعمال کرلے، اور ہوسکتا ہے کہ اس کا عہدہ اے ایس آئی سے زیادہ نہ ہو، تو پھر ملزم آئینی معاونت سے متعلق اپنے تمام حقوق سے محروم ہو جاتا ہے۔ کوئی اس کے حق میں ہلکی سی آواز بھی نہیں نکال سکتا۔

قوانین کے غلط استعمال کے اسی خدشے کی بنا پر سلامتی سے متعلق قوانین کی مسلسل مخالفت کی جاتی رہی ہے۔ اس سے واضح طور پر یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ قانون سازوں کو ایسے قوانین منظور نہیں کرنے چاہئیں جو شہریوں کے معین طریق کار کے حق کے منافی ہوں۔ سلامتی سے متعلق قوانین کے حوالے سے حال ہی میں جو پیش رفت ہوئی ہے اگر ان کے جائزے کے لیے وقت درکار ہے تو پھر ریاست کو تفتیش کاروں، سرکاری وکیلوں، اور عدالتی افسروں کو ان قوانین کی تشریح/ اطلاق سے متعلق تربیت فراہم کرنی چاہئے کیونکہ یہ شہریوں کے آزادی، سیکیورٹی اور انفرادی وقار کے حق میں مداخلت کرتے ہیں۔

اگر قانون برا بھی ہو تو کیا اس کا نفاذ کرنے والوں کو عقل کا دامن چھوڑ دینا چاہئے؟

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

جنسی تشدد اور دہشت

رافعہ زکریا

سرگودھا سے تعلق رکھنے والی ایک سات سالہ بچی چلڈرن ہسپتال لاہور میں تشویش ناک حالت میں داخل ہے جسے جنسی تشدد کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ ڈاکٹروں کے مطابق بچی کے جسم کے نچلے حصے پر زخم اتنے گہرے تھے کہ جراثیم زدہ ہو چکے ہیں۔ یہ جراثیم اس کے پورے جسم میں سرایت کر گئے ہیں جس کی وجہ سے ممکن ہے کہ جراثیم کش ادویات بھی کارآمد ثابت نہ ہوں۔ چنانچہ، پاکستان کی ایک اور بچی ایک ایسے معاشرے میں بستر مرگ پر پڑی ہوئی ہے جو کہ اپنے اراکین بالخصوص کمزور ترین اراکین کے لیے خود کو جوابدہ نہیں سمجھتا۔

یہ کوئی ماضی بعید کی بات نہیں کہ جب بچوں کی عصمت دری کے واقعے کو اس قابل سمجھا جاتا تھا کہ اس پر غم و غصے کا اظہار کیا جائے۔ اگرچہ وہ پاکستانی نوعیت کا برائے نام غم وغصہ ہی ہوتا تھا۔ گزشتہ برس، جب ایک کمسن بچی کو اس کے گھر کے باہر سے اغواء کیا گیا، جنسی تشدد کا نشانہ بنایا گیا اور اس کے بعد ایک ہسپتال کے قریب چھوڑ دیا گیا تو متعدد افراد نے اس بہیمانہ جرم کے خلاف آواز بلند کی تھی۔ تب سے ایسا ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ بُرائی بھی بے حسی کے ڈھانچے میں جذب ہو گئی ہے جس کی بدولت پاکستانی شہری ایک ایسے عمل کا مشاہدہ کر کے اسے نظرانداز کر دیتے ہیں جس عمل سے ایک صحت مند معاشرہ شدید دکھ اور تشویش میں مبتلا ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

صرف گزشتہ چند ماہ میں آبروریزی کے متعدد واقعات منظر عام پر آئے ہیں۔ گزشتہ ماہ کے اوائل میں چھ سالہ بچے کی نعش ایک مسجد سے برآمد ہوئی تھی۔ اطلاعات کے مطابق نعش پھینکے جانے سے قبل بچے کو متعدد بار جنسی تشدد کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ نماز کی ادائیگی کے لیے آنے والے ایک شخص نے کہا کہ لڑکے کی نعش دیکھنے کے بعد اس نے مسجد انتظامیہ کو اس سے آگاہ کیا تھا۔ جن افراد سے پوچھ گچھ کی جا رہی ہے ان میں امام مسجد بھی شامل ہیں۔ اخباری اطلاعات کے مطابق، اُسی ماہ عصمت دری اور سنگساری کا نشانہ بننے والی ایک سات سالہ بچی کی نعش برآمد ہوئی تھی۔ اسی طرح گزشتہ برس نومبر میں اسلام پورہ لاہور میں ایک پانچ سالہ بچی کو اجتماعی جنسی تشدد کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ واقعہ ایک سکول کے اندر پیش آیا تھا۔

چنانچہ سکول، مساجد اور ہسپتال، یہ تمام مقامات پاکستانی بچوں کے لیے غیر محفوظ ہیں اور اسی طرح گلیاں بھی غیر محفوظ ہیں خاص طور پر ان بچوں کے لیے جو وہاں رہتے ہیں۔ پشاور کی گلیوں میں رہنے والے بچوں پر بننے والی ڈاکیومینٹری ''شرمناک گلیاں'' میں دکھایا گیا ہے کہ یہ معصوم بچے کس طرح کی پُرخطر اور محروم زدہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔

تقریباً دس لاکھ سے زائد یہ بے گھر بچے دلالوں اور ایجنٹوں کے رحم وکرم پر ہیں جو انہیں کرائے پر دیتے ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق ہر 10 میں سے 9 بچے جنسی بدسلوکی کا نشانہ بن رہے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ بچوں پر اس خوفناک زیادتی کا ایک بنیادی کردار اپنی رنگ برنگی چمکدار گاڑیوں میں شاہراہوں پر سفر کرنے والے ٹرک ڈرائیور ہیں۔ ڈاکیومنٹری میں درج کردہ اعداد و شمار کے مطابق 95 فیصد ٹرک ڈرائیوروں نے تسلیم کیا تھا کہ فراغت کے اوقات میں کمسن بچوں کے ساتھ ہم بستری کرنا ان کا پسندیدہ مشغلہ ہے۔ چنانچہ بچوں کی عصمت دری کے واقعات کا پیش آنا اور چھتوں اور کوڑے کے ڈھیروں سے ان کی نعشوں کا برآمد ہونا حیران کن امر نہیں ہے۔ بچوں کی عصمت دری کی خبر جب دیگر لوگوں کو ملتی ہے، اس وقت انہیں جن خوفناک نتائج کا سامنا کرنا پڑتا ہے، وہ بھی خلاف معمول چیز نہیں ہے۔

> کہا جاتا ہے کہ بچوں پر اس خوفناک زیادتی کا ایک بنیادی کردار اپنی رنگ برنگی چمکدار گاڑیوں میں شاہراہوں پر سفر کرنے والے ٹرک ڈرائیور ہیں۔

ڈاکیومنٹری میں، جب کمسن بچے کے بڑے بھائی کو معلوم ہوا کہ اس کے بھائی کو اجتماعی جنسی تشدد کا نشانہ بنایا گیا ہے تو اس نے کہا کہ یہ ''اس بچے کا اپنا قصور'' تھا۔ آبروریزی کے الزام کا نشانہ بھی متاثرہ فرد ہی بنتا ہے چاہے وہ بچہ ہی کیوں نہ ہو۔ مجرم کی سرکوبی کرنے کی بجائے اس فرد کو ختم کرنے میں ہی بہتری سمجھی جاتی ہے جو زیادتی کا نشانہ بنا ہو۔

قانون اس مقصد کی تکمیل میں معاون ہے۔ 2010 کے اواخر میں وفاقی شرعی عدالت نے اپنے ایک فیصلے میں خواتین تحفظ ایکٹ 2006، کی ان دفعات کو غیر آئینی قرار دے دیا تھا جو جنسی زیادتی کا نشانہ بننے والی خواتین کو زنا وحدود آرڈیننس 1979 کے تحت زنا کے الزام میں قانونی کارروائی کا نشانہ بننے سے تحفظ فراہم کرتی تھیں۔ اپنے فیصلے میں عدالت نے کہا کہ ایکٹ کی دفعہ 28,11 اور 29 زنا وحدود آرڈیننس کی دفعات سے ''متصادم'' ہیں۔ پارلیمان کو جون 2011 تک نئی دفعات کی منظوری کے لیے کہا گیا مگر اس نے ایسا نہ کیا۔ لہٰذا، عدالتی فیصلے کا مجموعی اثر یہ پڑا کہ اگر عصمت دری کی ایف آئی آر درج کروائی جاتی ہے اور مطلوبہ چار مرد گواہ پیش نہیں کئے جاتے تو شکایت کو زنا وحدود آرڈیننس کے دائرہ کار میں لایا جا سکتا ہے۔

گزشتہ دسمبر آرمی پبلک سکول پر دہشت ناک حملے کے بعد سے آبادی کے سب سے کم عمر اور انتہائی غیر محفوظ حصے کے تحفظ کے حوالے سے ریاست پر عائد ذمہ داری کے بارے میں بہت کچھ کہا جا رہا ہے۔ اس عزم کا اظہار تصاویر اور مضامین میں بڑے تواتر کے ساتھ کیا جا رہا ہے جن میں کسی نہ کسی سکول کے بچوں کو فوجی تربیت کرتے ہوئے دکھایا جاتا ہے تاکہ انہیں معلوم ہو سکے کہ ان کے سکول پر حملے کی صورت میں انہیں کیا تدابیر اختیار کرنا ہیں۔ مختلف صوبوں میں کرائی جانے والی تربیتی مشقوں میں بچوں کو عمارتوں سے نکلنے، ہنگامی طبی امداد اور حتیٰ کہ آتشی اسلحہ چلانا بھی سکھایا جاتا ہے تاکہ وہ حملہ آوروں کا نشانہ بننے سے بچ سکیں۔

پشاور حملے نے ہمارے لیے یہ سبق چھوڑا ہے کہ دہشت زدہ معاشرے میں معصومیت پاکستانی بچوں کی استطاعت سے باہر ہے۔

جنسی تشدد ایک ان کہی وبا ہے جسے کوئی بھی تسلیم کرنے پر رضامند نہیں جس کا دھبا اتنا بڑا ہے کہ متاثرین کو چاہے وہ بچے ہی کیوں نہ ہوں اپنے ہی ملک کی نظروں میں ناکارہ بنا دیتا ہے جو بصورت دیگر ان سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے۔

ملک کے کسی بھی سکول، مسجد اور مدرسہ نے بچوں کی آبروریزی کے خلاف پروگرام تشکیل نہیں دیے اور نہ ہی ذاتی تحفظ کی تدابیر کو زیر بحث لایا جا رہا ہے جنہیں بچے اپنے غارت گروں کے خلاف استعمال کر سکیں جو ان کی گھات میں رہتے ہیں۔ یہاں بچوں کے تحفظ کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اگر یہ درست ہے تو چلڈرن ہسپتال لاہور میں عفونت کے خلاف زندگی کی جنگ لڑنے والی لڑکی کی قسمت کا فیصلہ پہلے سے ہی ہو چکا ہے۔ شاید ایسے ملک میں اُس کے لیے زندہ رہنے سے مرنا بہتر ہے جو اس کی اذیت کے بارے میں تھوڑا سا بھی فکر مند نہیں۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

مقامی افراد کے فورم کا بین الاقوامی اجلاس

''ہم نے زمین اپنے آباؤاجداد سے ورثے میں نہیں لی بلکہ ہم نے اسے اپنے بچوں سے عاریتاً لیا ہے''۔ایک قدیم ریڈانڈین قول جوکہ استحکام پذیری کی روح کا احاطہ کرتا ہے جس کا مظاہرہ دنیا کے مقامی افراد نے کیا ہے۔

فطری دنیا کا عمیق اور علاقائی سطح کا علم رکھنے کے باعث مقامی لوگوں کے پاس باقی دنیا کو استحکام پذیر انداز میں زندگی بسر کرنے، کام کرنے اور کاشتکاری کرنے کے موثر طرائق کار بتانے کے لیے بہت زیادہ معلومات ہیں۔

یہی وہ بنیادی پیغام تھا جس سے گزشتہ ہفتے روم میں 'بین الاقوامی فنڈ برائے زرعی ترقی' (آئی ایف اے ڈی) کے منعقد کردہ 'مقامی افراد کے فورم کے بین الاقوامی اجلاس' میں پیش کیا گیا۔

آئی ایف اے ڈی کی عہدیدار انٹونیلا کورڈون نے کہا کہ ''ہم پر دیہاتی افراد اور کمیونٹیوں کی تکثیریت اور انفرادیت کی اہمیت آشکار ہوئی ہے۔مزید برآں، یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ان کی ثقافتی شناخت ایک اثاثے اور معاشی طاقت ہونے کی حیثیت سے انتہائی قابل قدر ہے۔مقامی لوگوں کی قدیم آواز متعدد بحرانوں کا حل ثابت ہوسکتی ہے''۔

'فورم برائے مقامی افراد' اقوام متحدہ کے اندر ایک مثالی پیش قدمی ہے۔اس اقدام سے آئی ایف اے ڈی کی جانب سے اس سچائی کو تسلیم کیے جانے کی واضح نشاندہی بھی ہوتی ہے کہ مقامی لوگ روایتی استحکام پذیر طرائق کار کے ذریعے معاشی وسماجی ترقی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں اور آئی ایف اے ڈی کو ادارتی نظام بھی فراہم کرتے ہیں تاکہ وہ مقامی افراد کے ساتھ اپنے ربط کی اثر پذیری کی نگرانی کرسکے اور اس کا جائزہ لے سکے۔اس ربط میں مقامی افراد کے حقوق کا عالمی منشور، (یواین ڈی آر آئی پی) کا نفاذ بھی شامل ہے۔

حالیہ عشروں میں بنیادی پیش رفتوں کے باوجود مقامی وقبائلی اور لسانی اقلیتوں کا شمار دنیا کے غریب ترین اور محروم لوگوں میں ہوتا ہے۔دنیا بھر کے تقریباً 70 ممالک میں مقامی افراد کی تعداد 37 کروڑ ہے جن کی اکثریت ایشیاء میں ہے۔ان کی تعداد دنیا کی آبادی کا تقریباً 5 فیصد بنتی ہے جن کے پندرہ فیصد لوگ غربت میں گزر بسر کررہے ہیں۔حال ہی میں متعدد تحقیقی رپورٹس سے پتہ چلا ہے کہ دنیا کے بعض حصوں میں مقامی افراد اور دیہاتی آبادیوں کے مابین غربت کی خلیج وسیع ہوتی جارہی ہے۔

آئی ایف اے ڈی کی سینئر ٹیکنیکل ماہر برائے مقامی افراد وقبائلی معاملات انٹونیلا کورڈون نے کہا، ''آئی ایف اے ڈی اس امر کو یقینی بنانے کی ہر ممکن سعی کررہا ہے کہ عالمی سطح پر مقامی افراد کی آواز سنی جائے، ان کے حقوق کا احترام کیا جائے اور ان کی فلاح و بہبود میں بہتری آئے''۔''ہم پر دیہاتی افراد اور کمیونٹیوں کی تکثیریت اور انفرادیت کی اہمیت آشکار ہوئی ہے۔مزید برآں، یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ان کی ثقافتی شناخت ایک اثاثے اور معاشی طاقت ہونے کی حیثیت سے انتہائی قابل قدر ہے۔مقامی لوگوں کی قدیم آواز متعدد بحرانوں کا حل ثابت ہوسکتی ہے''۔

کئی برسوں سے دنیا کے فطری وسائل کے محافظ اور روایات کے تسلسل کا ذریعہ ہونے کے سبب مقامی افراد نے استحکام پذیر ترقی کی جامع پالیسی اختیار کی ہے 'حقوق برائے مقامی افراد' کی خصوصی رپورٹیئر، یواین او، وکٹوریہ تولی کورپز نے ایشیا۔پیسیفک ورکنگ گروپ کے اجلاس کے دوران نشاندہی کی کہ، ''مقامی افراد کے ذرائع آمدن ثقافتی ورثے، شناختوں، روحانیت اور نظم ونسق کے نظاموں کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔

> اراضی کے استعمال کے روایتی طرائق کار سے متصادم پالیسیوں اور ضوابط کار کی بدولت مقامی افراد کو درپیش غربت اور علاقوں سے محرومی کے علاوہ وہ محنت کی منڈی میں مسلسل امتیازی سلوک کا شکار بھی ہیں جہاں شعبہ داری، ناقص ریگولیٹری ضوابط، اور سماجی ونجی سہولتوں تک مقامی افراد کی رسائی بہت کم ہے۔اس فورم کے شرکاء کا مطالبہ ہے کہ دیگر معاملات کے علاوہ یہ وہ مسائل ہیں جن کا مابعد **2015** کے ترقیاتی ایجنڈے میں نوٹس لینا چاہیے۔

ان ذرائع آمدن کی بنیاد اس روایتی اصول پر مبنی ہے کہ اراضی اور علاقوں کو زیادہ سے زیادہ منافع حاصل کرنے کے لیے استعمال کیے بغیر نئی نسلوں کو منتقل کیا جائے۔آج ان ذرائع آمدن کو دیگر عناصر کے علاوہ موسمیاتی تبدیلی اور تیسرے فریق کی طرف سے خطرہ لاحق ہے۔

موسمیاتی تبدیلی جس کا مقامی افراد خاص ہدف ہیں، گلیشئرز کے پگھلنے، زمین کی تباہ کاری، سیلاب اور ساحلی علاقوں میں طوفانی آندھیوں کی وجہ سے ان کے لیے ڈرامائی خطرے کا باعث ہے۔درختوں کی کٹائی، کان کنی اور بڑھتی ہوئی زرعی سرحدوں نے قدرتی وسائل کے استعمال میں شدت پیدا کردی ہے۔سڑکوں کی تعمیر اور ڈیموں جیسے دیگر انفراسٹرکچر سے تجارتی یا صنعتی مقاصد کے لیے وسیع پیمانے پر زمین ہتھیانے جیسے خدشات نے جنم لے لیا ہے۔

اس تناظر میں، فورم کا پُرزور مطالبہ ہے کہ جب کبھی بھی ترقیاتی منصوبے مقامی افراد کی زمین اور وسائل تک رسائی پر اثر انداز ہوں تو ان کی آزاد، پیشگی اور باخبر رضامندی (ایف پی آئی سی) ضرور حاصل کی جائے۔آئی ایف اے ڈی کے صدر کنایو۔ایف۔نوانزے نے کہا کہ مقامی افراد سے سروکار رکھنے والی ہر تنظیم کو اس شرط کا احترام کرنا چاہیے۔

آراضی کے استعمال کے روایتی طرائق کار سے متصادم پالیسیوں اور ضوابط کار کی بدولت مقامی افراد کو درپیش غربت اور علاقوں سے محرومی کے علاوہ وہ محنت کی منڈی میں مسلسل امتیازی سلوک کا شکار بھی ہیں جہاں شعبہ داری، ناقص ریگولیٹری ضوابط، اور سماجی ونجی سہولتوں تک مقامی افراد کی رسائی بہت کم ہے۔اس فورم کے شرکاء کا مطالبہ ہے کہ دیگر معاملات کے علاوہ یہ وہ مسائل ہیں جن کا مابعد 2015 کے ترقیاتی ایجنڈے میں نوٹس لینا چاہیے۔ان کا کہنا تھا کہ اس ایجنڈے میں حکومتوں اور دیگر عناصر کو ترغیب دی جائے کہ وہ غریب دیہاتی لوگوں، بالخصوص خواتین، بچوں اور مقامی افراد جیسے محروم دیہاتی گروہوں کی معاشی وسماجی ترقی کا راستہ ہموار کریں۔اس برس کے اختتام پر ہزار سالہ ترقیاتی اہداف (ایم ڈی جیز) کی جگہ لینے والے استحکام پذیر ترقیاتی اہداف (ایس ڈی جیز) کے ایجنڈے کے نقطہ آغاز کا جائزہ لیا گیا اور اس دوران دوروزہ فورم (12۔13 فروری) کی سفارشات بھی منظور کی گئیں۔

ان سفارشات میں اس امر پر زور دیا گیا کہ مقامی افراد کے غذائی نظاموں کی معاونت واستحکام، روایتی طریق کار کو تسلیم کرنے، حیاتی تنوع کے تحفظ، ثقافتی وروحانی اقدار کے احترام واحیائے نو کے لیے جامع پالیسی اختیار کی جائے اور اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ منصوبے مقامی افراد کی ایف پی آئی سی کے ساتھ تشکیل پائیں۔

شرکاء کا کہنا تھا کہ سیاسی وآپریشنل سطح پر ہونے والے بحث ومباحثوں میں مقامی افراد کی شمولیت کو بڑھانے اور مضبوط کرنے کی اشد ضرورت ہے کیونکہ ان سطحوں پر طے پانے والے اہداف ان کی سماجی ومعاشی خودمختاری پر براہ راست اثر انداز ہوتے ہیں۔

فورم کی متفقہ رائے تھی کہ مابعد 2015ء کے ایجنڈے میں مقامی افراد کی آواز اور ان کے خدشات وترجیحات کو آواز دینے سے ترقی کا بیش قیمت دریچہ کھلے گا۔

(انگریزی سے ترجمہ)

کوئی بھوکا نہ رہے، کے لئے اقدامات

ریناسعید خان

پاکستان کو فوری طور پر چند ایسے اقدامات کرنے کی ضرورت ہے جس سے اس بات کو یقینی بنایا جا سکے کہ کوئی فرد بھوکا نہ رہے اور یہ کہ لوگوں کو مناسب طور پر خوراک فراہم کی جا سکے (بہت سے پاکستانی بچوں کی نشوونما صحیح طور پر اس لیے نہیں ہو رہی کہ انہیں غذائیت بخش خوراک مہیا نہیں ہو پاتی)۔

یہ ایک بہت بڑا چیلنج ہے، لیکن اچھی خبر یہ ہے کہ اس کے لیے ہمیں نئے سرے سے کوئی حکمت عملی اپنانے کی ضرورت نہیں کیونکہ ہم ''برازیل کی بھوک مٹاؤ حکمت عملی'' سے رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔ برازیل نے صرف دس سال میں اپنی بھوک مٹاؤ حکمت عملی کے ذریعے بھوک پر قابو پانے اور غذائی تحفظ کے فروغ کے حوالے سے شاندار کامیابی حاصل کی ہے۔

2003ء میں اس حکمت عملی کے آغاز کے بعد سے غذا اور قوت بخش غذا کے تحفظ کا فروغ برازیلی حکومت کی بنیادی ترجیح بن چکا ہے، اور اب برازیل پاکستان سمیت دیگر ممالک کو بھی اپنے تجربے سے مستفید کرنے کا خواہاں ہے۔ برازیل نے اقوام متحدہ کے ورلڈ فوڈ پروگرام کے اشتراک سے بھوک اور افلاس کے خلاف پروگراموں سے متعلق تجاویز اور تکنیکی معاونت فراہم کرنے کے لیے سینٹر آف ایکسیلنس قائم کیا۔

یہ مرکز اس وقت سکول میں خوراک کی فراہمی کے پروگراموں کے فروغ کے ذریعے سکول کے بچوں میں بھوک کو کم کرنے میں جنوبی ممالک کی مدد کر رہا ہے۔ ان پروگراموں کا ہدف غذائیت بخش لیکن کم قیمت خوراک کی فراہمی اور مقامی طور پر تیار کردہ خوراک کا استعمال تھا۔

گزشتہ دنوں اسلام آباد میں ادارہ مستحکم ترقی پالیسی کے زیر اہتمام ''مستحکم ترقی کا راستہ'' کے موضوع پر ہونے والے ایک اجلاس میں برازیل میں بھوک کے خلاف سینٹر آف ایکسیلنس کی ڈپٹی ڈائریکٹر سنتھیا جونز کو بھوک مٹاؤ حکمت عملی اور پاکستان سے اس کے تعلق کی وضاحت کرنے کے لیے بذریعہ سکائپ مدعو کیا گیا۔ انہوں نے بتایا کہ ایک پاکستانی وفد نے گزشتہ دنوں برازیل کے ان کامیاب سماجی پروگراموں سے آگاہی حاصل کرنے کے لیے برازیل کا دورہ کیا پاکستان میں برازیلی سفیر الفریڈولیون لوگوں کو بھوک اور شدید غربت کی دلدل سے باہر نکلنے میں مدد دے رہے ہیں۔

درحقیقت وزارت قومی غذائی تحفظ و تحقیق نے 2012ء میں قومی بھوک مٹاؤ پروگرام کا آغاز کیا تھا۔ بعد ازاں برازیل کے غذائی تحفظ کے ماہرین نے پاکستان کا دورہ کیا اور پاکستانی حکام کو اپنے تجربات سے مستفید کرنے کی پیشکش کی تا کہ اس پروگرام کی رفتار کو تیز کرنے میں ان کی مدد کی جا سکے۔ 2014ء میں پاکستان کے ایک وزارتی وفد نے برازیل کے ڈبلیو ٹی ایف سینٹر آف ایکسیلنس کا دورہ کیا جو کہ اب پاکستان کے بھوک مٹاؤ پروگرام کی ترقی میں معاونت کر رہا ہے۔ جونز نے وضاحت کی کہ ''ضرورت ایک ایسی مربوط حکمت عملی کو تشکیل دینے کی ہے جو خوراک تک رسائی اور چھوٹے کسانوں کے لیے زراعت کا احاطہ کرتی ہو'۔

پاکستان میں بھوک مٹاؤ پروگرام کا ہدف غذا اور قوت بخش غذا کے تحفظ کے لیے ایک قومی نظام تشکیل دینا ہے۔ اس پانچ سالہ منصوبے میں ملک بھر کے غذائی عدم تحفظ کے شکار چھ کروڑ دس لاکھ لوگوں کو ہدف بنایا گیا ہے اور اس پر کل سولہ ارب روپے لاگت آئے گی۔ بدقسمتی سے **2012**ء میں اس پروگرام کے آغاز سے لے کر اب تک کوئی نمایاں پیش رفت دیکھنے میں نہیں آئی۔ جونز کے بقول ''اس پروگرام کو کامیاب بنانے کے لیے ایک مستحکم پالیسی، ایک مربوط قومی حکمت عملی اور قیادت کی جانب سے پختہ سیاسی عزم کی ضرورت ہے۔'' اس پروگرام کی تکمیل میں مرکز کا کوئی عمل دخل نہیں ہونا چاہئے بلکہ یہ کام مقامی حکومت، جن کے انتخاب ابھی ہونا باقی ہے، کو کرنا چاہیے جو عوام کے زیادہ قریب ہوتے ہیں، اور کمیونٹی اور سول سوسائٹی کو اس پروگرام کی نگرانی کرنی چاہئے۔

بھوک مٹاؤ پروگرام کا بنیادی مقصد خوراک تک رسائی اور خاندانی کاشتکاری کے نظام کو مستحکم کرنا ہے۔ اس حکمت عملی کی سب سے بڑی کامیابی برازیل کے سکولوں میں خوراک کی فراہمی کے پروگرام کا فروغ پانا تھا جو کہ اب اس حکمت عملی کے دونوں پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے۔ برازیل کے پاس سکولوں میں خوراک کی فراہمی کا جو پروگرام موجود ہے وہ دنیا کا دوسرا بڑا پروگرام ہے جو سرکاری سکولوں میں زیر تعلیم چار کروڑ چالیس لاکھ بچوں کو تعلیمی سال کے دوران کم از کم دن میں ایک وقت کا کھانا مہیا کر رہا ہے۔

آج برازیلی قانون یہ تسلیم کرتا ہے کہ سکول میں خوراک کی فراہمی بچوں کا حق ہے اور یہ کہ اسے خاندانی زراعت سے منسلک کیا جانا چاہئے؛ اور فنڈز کا کم از کم 30 فیصد خوراک پر خرچ کیا جانا چاہئے اور یہ خوراک چھوٹے کسانوں سے خریدی جانی چاہئے۔

سکول میں خوراک کی فراہمی اور خاندانی زراعت بھوک اور غربت کا مقابلہ کرنے کے علاوہ غذا اور قوت بخش غذا کے تحفظ کے فروغ کے حوالے سے بھی ایک بنیادی حکمت عملی تصور کی جاتی ہے۔ سکول میں خوراک کی فراہمی سے سکول میں داخلے اور حاضری میں اضافہ کرنے اور بچوں کی غیر معیاری نشوونما کی روک تھام میں مدد ملتی ہے۔ خاندانی کسانوں کے لیے خریداری کوٹہ کے ذریعے سکول میں خوراک کی فراہمی سے مقامی خوراک کی پیداوار کی طلب بڑھ جاتی ہے جس کے نتیجے میں آمدنی اور چھوٹے کسانوں پر انحصار میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

جونز نے واضح کیا کہ چونکہ برازیل کو سماجی سطح پر شمولیت کی ضرورت تھی اس لیے اس پروگرام کا ہدف کمزور طبقات تھے۔

پاکستان میں بھوک مٹاؤ پروگرام کا ہدف غذا اور قوت بخش غذا کے تحفظ کے لیے ایک قومی نظام تشکیل دینا ہے۔ اس پانچ سالہ منصوبے میں ملک بھر کے غذائی عدم تحفظ کے شکار چھ کروڑ دس لاکھ لوگوں کو ہدف بنایا گیا ہے اور اس پر کل سولہ ارب روپے لاگت آئے گی۔ بدقسمتی سے 2012ء میں اس پروگرام کے آغاز سے لے کر اب تک کوئی نمایاں پیش رفت دیکھنے میں نہیں آئی۔ جونز کے بقول ''اس پروگرام کو کامیاب بنانے کے لیے ایک مستحکم پالیسی، ایک مربوط قومی حکمت عملی اور قیادت کی جانب سے پختہ سیاسی عزم کی ضرورت ہے۔''

اس پروگرام کی تکمیل میں مرکز کا کوئی عمل دخل نہیں ہونا چاہئے بلکہ یہ کام مقامی حکومت، جن کے انتخاب ابھی ہونا باقی ہے، کو کرنا چاہیے جو عوام کے زیادہ قریب ہوتے ہیں، اور کمیونٹی اور سول سوسائٹی کو اس پروگرام کی نگرانی کرنی چاہئے۔

جونز کے مطابق ''بھوک کے خاتمے کے لیے مختلف وزارتوں کو ایک دوسرے سے تعاون کرنا ہوگا''۔ اجلاس میں وزارت قومی غذائی تحفظ و تحقیق کے ایک نمائندے نے نشاندہی کی کہ وزارت میں اس پروگرام کے لیے ایک خصوصی سیل قائم کیا گیا ہے۔ ڈبلیو ایف پی پاکستان میں استعداد بڑھانے کے لیے تربیت فراہم کر رہا ہے اور اسلام آباد کے دیہی علاقوں میں جلد ہی ایک پائلٹ پراجیکٹ کا آغاز کیا جائے گا۔

(انگریزی سے ترجمہ بشکریہ ڈان)

سیاسی جماعتیں کہاں ہیں؟

آئی۔اے۔رحمٰن

گزشتہ فوجی حکومت کے سقوط کے بعد منتخب ہونے والی دوسری سول حکومت کی حالت زار سیاست کے تمام طلباء پر ظاہر ہے مگر ایسے لگتا ہے جیسے اس کو اس حقیقت کا احساس نہیں ہے کہ اس کی پریشانیوں کا بڑا سبب اپنی پارٹی کی تنظیموں کو نظرانداز کرنا ہے۔

کچھ روز پہلے ممتاز قانون دان اور عوامی ورکرز پارٹی کے سربراہ جناب عابد حسن منٹو نے دہشت گردی کے خلاف سرکاری مہم میں سیاسی کارکنوں کی عدم شرکت پر بجا طور پر افسوس کا اظہار کیا تھا۔اس بات کو کوئی رد نہیں کرسکتا کہ عسکریت پسند پاکستان کے لیے نہ صرف عسکری سطح پر خطرہ ہیں بلکہ نظریاتی طور پر بھی بہت بڑا چیلنج ہیں۔عوام کو منظم کیے بغیر عسکریت پسندوں کو ان میں سے کسی بھی محاذ پر مات نہیں دی جاسکتی۔یہ کام صرف عوامی سطح پر لوگوں کو متحرک کر کے کیا جاسکتا ہے یا پھر منظم پارٹی کارکن یہ کام کرسکتے ہیں۔

سیاسی منظرنامے میں پارٹی کارکنان کی عدم موجودگی کوئی نئی بات نہیں۔ چند معمولی جتھوں اور بظاہر مذہبی جنگجو تنظیموں کے سوا نام نہاد مرکزی سیاسی جماعتیں بمشکل ہی منظم اور فعال سیاسی جماعتوں کے معیار پر پورا اترتی ہیں۔ سیاسی نظام میں موجود اس بنیادی خامی کی جو قیمت ملک ادا کر رہا ہے ہم اس کے قطعی متحمل نہیں ہوسکتے۔

برصغیر کے لوگوں نے اپنے استعماری آقاؤں کے خلاف جدوجہد کے دوران منظم سیاسی جماعتوں کے ذریعے تقریباً اور اداکاری کے فن میں کمال حاصل کیا۔آل انڈیا کانگریس نے ان طبقات کے لوگوں کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے، جن کی وہ نمائندگی کرتی تھی، ایک جماعتی نظام قائم کیا۔قائد کے رعب اور دبدبے کو سامنے رکھتے ہوئے مسلم لیگ کے زعماء نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا۔

دونوں جماعتوں نے اپنے قائدین کو منتخب کرنے کا طریقہ اپنایا۔انہوں نے سالانہ اجلاس کو حتمی بیانات جاری کرنے کے لیے استعمال کیا اور عمومی طور پر ورکنگ کمیٹیوں کی منظوری کے بغیر اہم فیصلے کرنے سے اجتناب کیا۔چھوٹی سیاسی جماعتیں شاید ان سے بھی زیادہ منظم اور مؤثر تنظیمیں تھیں اور ان کے کارکن زیادہ منظم تھے۔

ویسے تو آزادی کے بعد سیاسی جماعتیں انڈیا اور پاکستان دونوں ہی میں اپنی شان و شوکت سے محروم ہو چکی ہیں لیکن ہمارے ہاں سیاسی جماعتیں جس طرح سے زوال پذیر ہوئیں وہ باعث رسوائی ہے اور اس کی بھاری قیمت چکانی پڑی ہے۔

جب دسمبر 1947ء میں پاکستان مسلم لیگ کا قیام عمل میں لایا گیا تو اس کا مقصد نئے ملک میں ایک ایسی ذمہ دار سیاسی تنظیم کی کمی کو پورا کرنا تھا جو حکومت کی رہنمائی کرنے کے ساتھ ساتھ اس پر نظر رکھے۔پاکستان مسلم لیگ نے یہ ذمہ داری قبول کی اور اس کا صدر چند ماہ تک سمجھتا رہا کہ وہ حکومت کی گوشمالی کرسکتا تھا۔ لیکن یہ صورتحال زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکی اور حکومت نے مسلم لیگ کے صدر کے گھر پر پتھراؤ کروانے کا اہتمام کیا جس پر وزیراعظم نے احتجاجاً استعفیٰ دے دیا۔وزیراعظم بر بنائے عہدہ پارٹی کے صدر بن گئے۔ اس وقت سے مسلم لیگ وزیراعظم ہاؤس کی زرخرید لونڈی بن کے رہ گئی۔

بدقسمتی سے برسراقتدار کی اطاعت کا مرض نہ صرف مسلم لیگ کے اندر سے پیدا ہونے والی پارٹیوں بلکہ دیگر جماعتوں میں بھی سرائیت کر چکا ہے حتیٰ کہ الیکشن کمیشن بھی ان سے یہ منوانے میں ناکام ہو چکا ہے کہ وہ باقاعدگی کے ساتھ پارٹی انتخابات منعقد کروائیں جو کہ کسی بھی سیاسی تنظیم کے لیے اولین شرط ہے۔

کہا جاتا ہے کہ پاکستان اپنی بقاء کی جنگ لڑ رہا ہے۔ لوگ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ یہ جنگ کس لیے لڑی جارہی ہے۔ خطرہ کس کو ہے؟ معیشت کو، ریاست کو، حکومت کو، عقیدے کو، مزدور کی نوکری کو، بیوہ کے سہارے کو؟ لوگ حسب موقع مشکل حالات کا مقابلہ کرنے کی اہلیت تو رکھتے ہیں مگر وہ ہمیشہ کی طرح ان کارکنوں پر انحصار کرتے ہیں جو ان کے اور حکمرانوں کے درمیان حائل وسیع خلیج کو پاٹ سکیں۔

سیاسی جماعتوں کے انحطاط کا نتیجہ یہ نکلا کہ حکومتوں کا ریاستی اداروں اور کل پرزوں پر انحصار بڑھ گیا۔ریاستی اہلکاروں نے ناظم الدین کو دھوکہ دیا اور وہ نہ صرف حکومت بلکہ مسلم لیگ کی صدارت سے بھی محروم ہو گئے۔ پھر ریاستی اداروں نے پانچ سال تک میوزیکل چیئرز کا کھیل کھیلا اور بالآخر 1958ء میں جمہوریت کا خاتمہ کر دیا گیا۔

ریاستی اداروں نے جو تباہی مچائی اس کی چند دو مثالیں بھی دہرائے جانے کے لائق ہیں۔ذوالفقار علی بھٹو ایک ایسی تحریک کے بل بوتے پر مسند اقتدار پر براجمان ہوئے تھے جس کا آغاز جماعت کے پیروکاروں نے کیا تھا۔اس کے کچھ ہی عرصہ بعد وہ جماعت کے کارکنوں سے زیادہ ریاستی اداروں پر انحصار کرنے لگے اور انہیں اپنی اس غلطی کا احساس اس وقت ہوا جب پارٹی کارکنان گوشہ نشین ہو چکے تھے اور اسٹیبلشمنٹ انہیں اقتدار سے بے دخل کرنے کے منصوبے کو حتمی شکل دے چکی تھی۔

1988ء سے 1998ء کے عشرے کے دوران آرٹیکل 58-2B یا چیف آف آرمی سٹاف کی کمان کے تحت چار حکومتیں ختم ہوئیں اور پارٹیوں کی قیادت کرنے والے سیاستدان کچھ بھی نہ کرسکے کیونکہ ان کے پاس ایسے پارٹی کارکن نہیں تھے جو ان کے لیے لڑتے۔1999ء میں نواز شریف نے ریاستی اداروں کو اس کی اپنی صفوں میں موجود ایک گروہ کی مدد سے مات دینے کی کوشش کی لیکن یہ چال الٹ ثابت ہوئی۔حالیہ دھرنا شورش سے بھی یہ حقیقت عیاں ہوگئی ہے کہ حکمران جماعت کے پاس منظم اور سرگرم کارکن نہیں ہیں۔

منظم سیاسی جماعتوں کے بغیر جمہوری ڈھانچے کو قائم رکھنے کا نقصان محض تحفظ کا فقدان نہیں ہے۔جو حکومتیں اپنی پارٹی کی بنیاد کو نظرانداز کردیتی ہیں وہ خود کو عوام سے جدا کرلیتی ہیں۔ وہ نہ صرف اپنے ایجنڈے کی منصوبہ بندی کرتے وقت لوگوں کے اجتماعی شعور سے مستفید ہونے سے محروم ہو جاتی ہیں بلکہ اپنی ان غلطیوں کو جاننے میں بھی ناکام رہتی ہیں جن سے خوشامدی اور طفیلی تو واقف نہیں ہوتے لیکن پارٹی کے باہر کے لوگ بخوبی واقف ہوتے ہیں۔ ایسی حکومتیں شہریوں کو ان کے نظم و نسق میں شمولیت کے جائز حق سے محروم کردیتی ہیں اور بالآخر انہیں خطرناک حد تک بیگانگی کا شکار بنا دیتی ہیں۔

پاکستان کی تاریخ کے حالیہ دور سے حاصل ہونے والا اہم ترین سبق یہ ہے کہ لوگوں کی خودمختاری کا مطلب صرف انتخابات جیتنا، اسمبلی یا حکومت میں اپنی میعاد پوری کرنا، اور ایک سے دوسری منتخب حکومت کو اقتدار کی منتقلی نہیں ہے۔ان تمام چیزوں کے علاوہ اس کے لیے مناسب طور پر منظم جمہوری جماعتیں اور پارٹی کارکنان کا ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ آزادی، جمہوریت اور انصاف متواتر نگہبانی کا تقاضہ کرتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ پاکستان اپنی بقاء کی جنگ لڑ رہا ہے۔لوگ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ یہ جنگ کس لیے لڑی جارہی ہے۔ خطرہ کس کو ہے؟ معیشت کو، ریاست کو، حکومت کو، عقیدے کو، مزدور کی نوکری کو، بیوہ کے سہارے کو؟ لوگ حسب موقع مشکل حالات کا مقابلہ کرنے کی اہلیت تو رکھتے ہیں مگر وہ ہمیشہ کی طرح ان کارکنوں پر انحصار کرتے ہیں جو ان کے اور حکمرانوں کے درمیان حائل وسیع خلیج کو پاٹ سکیں۔

مرکزی سیاسی جماعتوں کے پاس شائد ابھی وقت ہے کہ وہ خود کو عام شہریوں کی نظر سے دیکھیں، اپنے کیے پر نادم ہوں اور اپنی اصلاح کریں۔آج پاکستان کو بموں اور گولیوں سے زیادہ مناسب طور پر منظم جماعتوں کی ضرورت ہے جن میں نوجوان، باشعور، باصلاحیت اور سرگرم کارکنوں کی ایک کثیر تعداد موجود ہو۔ اگر اگلی نشستوں پر براجمان بے حس قیادت کے جاگنے کی کوئی امید نہیں تو پھر نوجوان کارکنوں کو موقع دیا جائے کہ وہ پارٹی کی باگ ڈور سنبھالیں یا پھر نئی جماعتیں قائم کریں جو ان کے نیک مقاصد کے حصول کا ذریعہ بن سکیں۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

پختون شہریوں کو قومی شناختی کارڈ کے حصول میں مشکلات کا سامنا

نواب شاہ ضلع بے نظیر آباد (نواب شاہ) کے قدیمی رہائشی پختون شہریوں کو قومی شناختی کارڈ سے محروم رکھا جارہا ہے۔ اس ضمن میں بتایا گیا ہے کہ نادرا کی جانب سے صرف پختون شہریوں کیلئے مختلف ضابطے مقرر کیے گئے ہیں جن کے مطابق ان کو شناختی کارڈ سمیت دیگر سرکاری دستاویز حاصل کرنے میں خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ جس کی وجہ سے پختون مکینوں کے بچوں کا مستقبل تاریکی میں ڈوب رہا ہے۔ اس سلسلے میں پختون ایکشن کمیٹی لویہ جرگہ ضلع بے نظیر آباد کی جانب سے ایک اجلاس منعقد کیا گیا جس میں پختون عمائدین نے کثیر تعداد میں شرکت کر کے نادرا کی جانب سے اس قسم کے امتیازی رویے پر شدید ردعمل کا اظہار کیا۔ اس اجلاس کی کارروائی میں پختون شہریوں نے اپنے تحفظات پیش کیے اور بتایا کہ نادرا کی جانب سے پختون شہریوں کو تمام تر شواہد اور ثبوت پیش کرنے کے باوجود نہ تو شناختی کارڈ جاری کیے جارہے ہیں اور نہ ہی انہیں دیگر دستاویز کی فراہمی میں مدد دی جارہی ہے۔ اس سلسلے میں مختلف حیلے بہانوں سے شناختی کارڈ کے حصول کے امیدواروں کو تنگ کیا جارہا ہے۔ پختون ایکشن کمیٹی لویہ جرگہ کے چیئرمین ترکئے خان سلیمان خیل نے بتایا کہ صرف ضلع بے نظیر آباد میں 8 ہزار سے زائد پختون خاندان قدیم ادوار سے آباد ہیں جن کے آباؤ اجداد کی جائیدادیں، کاروبار ضلع میں موجود ہیں۔ گزشتہ 6 دہائیوں سے زائد عرصے سے مقیم خاندانوں کی کئی نسلیں ضلع میں اپنے معمولات کے تسلسل کو برقرار رکھے ہوئے تھے، تاہم ملک میں جاری بدامنی، دہشتگردی اور انتہا پسندی کی صورتحال کے باعث سندھ حکومت نے ضلع بے نظیر آباد سمیت دیگر اضلاع میں غیر قانونی طور پر سندھ کے اضلاع میں مقیم افغانیوں کے خلاف کریک ڈاؤن کرنے کے اقدامات کو آڑ بنا کر مقامی شہریوں کو بھی نشانہ بنانا شروع کر دیا ہے۔ پختون شہریوں کے لئے جو ضابطہ طے کیا گیا ہے اس کے مطابق جن درخواست گزاران کے پاس 1973 کے جاری کردہ انکے باپ دادا کے قومی شناختی کارڈ ہونگے نادرا ان کی تصدیق کے بعد ان کی درخواستوں پر کارروائی شروع کرے گا۔ ضلع میں 8 ہزار سے زائد پختون شہریوں نے اس بات کی تصدیق کی کہ ان کے اکابرین کو 1973ء میں جاری ہونے والے شناختی کارڈ محفوظ ہیں جس کے تصدیقی عمل کے بعد بھی ان کی درخواستوں پر کارروائی کی بجائے حیلے بہانوں سے کام لیا جارہا ہے۔ نئے طریقہ کار کے مطابق انہیں غیر سرکاری اور غیر مستند فارم بھی مہیا کیا جارہا ہے جس کو پُر کر کے 2 نادرا شناختی کارڈ ہولڈرز سے حلفیہ تصدیق نامہ لیا جاتا ہے جس کے بعد انہیں ایک حلف نامہ جمع کرانا پڑتا ہے جس میں ان کو یہ باور کرانا ہوتا ہے کہ وہ کتنی دہائیوں سے یہاں مقیم ہیں اور اس میں ان کے آباؤ اجداد کی تفصیلی سرگرمیوں کا ذکر ہونا بھی ضروری ہے۔ یہ حلف نامہ جمع کرائے جانے کے بعد اس کے لئے یونین کونسل سے جاری کردہ رہائشی سرٹیفکیٹ اور پیدائشی سرٹیفکٹ، کے ہمراہ پولیس تھانے کی رپورٹ طلب کی جاتی ہے تاہم 17 گریڈ کے افسر کا ریفرنس لیٹر شامل ہونے پر ہی انہیں پولیس رپورٹ دی جاتی ہے۔ یہ رپورٹ نادرا میں جمع ہونے کے بعد انہیں متعلقہ جوڈیشل مجسٹریٹ کا خط منسلک کرنے کا حکم بجالانا پڑتا ہے۔ جوڈیشل مجسٹریٹ کے خط کے بعد درخواست گزاران کو نادرا کارڈ کے حصول کیلئے فیس وصول کر کے ٹوکن مہیا کیا جاتا ہے جس کے بعد نادرا اہلکار ڈیٹا ریکارڈ کر کے بھی ان کے کارڈ کے اجراء کو روکنے کے لیے کوئی نہ کوئی اعتراض لگادیتے ہیں۔ اس ضمن میں نادرا کے ریجنل منیجر رفیق بلر کا کہنا ہے کہ پختون شہریوں سے متعلق ابہام کو دور کرنے اور انہیں متعلقہ ضلع کا شہری بنانے کے لئے یہ ضروری کارروائی عمل میں لائی جارہی ہے، تاکہ غیر قانونی طور پر مقیم افغانیوں اور مقامی شہریوں کے فرق کو واضح کیا جائے۔ یہ تمام عمل نادرا کی اعلیٰ قیادت کی پالیسیوں کا حصہ ہے جس کا مقصد پختون شہریوں کی سندھ میں آبادکاری کے عمل کی تصدیق کر کے انہیں مکمل شہری حقوق مہیا کرنا ہے۔ جبکہ پختون عمائدین کا کہنا ہے کہ ان کے آباؤ اجداد کا تعلق مقامی علاقوں سے ہے اور وہ 1973 کے جاری کردہ شناختی کارڈ کے حامل ہیں جو ضلع نواب شاہ سے جاری ہوئے تھے۔ ان کے لیے یہ سند کافی ہے کہ وہ مقامی آبادی کا حصہ ہیں لیکن نادرا انتظامیہ نت نئے ضابطے لاگو کر کے پختون شہریوں کو قومی شناختی کارڈ سے محروم رکھ رہی ہے جس کی وجہ سے سندھ حکومت کی جانب سے غیر قانونی طور پر مقیم افغانیوں کے خلاف کیے جانے والے اقدامات کی زد میں وہ مقامی لوگ بھی لائے جارہے ہیں جن کے پاس قومی شناختی کارڈ موجود نہیں ہیں۔ پختون عمائدین کا کہنا ہے کہ ضلع بے نظیر آباد میں مقیم ہزاروں پختون خاندانوں کے بچے اور خواتین اپنے شہری و قانونی تحفظ کے لئے نادرا کے رحم و کرم پر ہیں، یہ ہی نہیں بلکہ ان کے بچے قومی دستاویز نہ ہونے کی وجہ سے پڑھنے لکھنے سے محروم ہیں اور تعلیمی اداروں میں داخل نہیں ہو پارہے۔ پختون شہریوں نے حکومت اور متعلقہ اداروں سے مطالبہ کیا ہے کہ مقامی پختون شہریوں کے خلاف اس طرح کے امتیاز کا خاتمہ کر کے انہیں شہری و قانونی حقوق مہیا کیے جائیں۔

(آصف البشر)

جمرود بائی پاس پر دھماکا، دو اہلکار زخمی

خیبر ایجنسی 22 فروری 2015 کو پاکستان کے قبائلی علاقے خیبر ایجنسی میں جمرود بائی پاس پر نصب بم پھٹنے سے ڈیوٹی پر موجود دو خاصہ دار زخمی ہوگئے۔ خیبر ایجنسی کے پولیٹیکل ایجنٹ کے دفتر کے مطابق 22 فروری کی صبح تحصیل جمرود کے بائی پاس پر بم دھماکا ہوا۔ واقعے میں دو خاصہ دار معمولی زخمی ہوئے، جنھیں ابتدائی طبی امداد دے دی گئی ہے۔ انتظامی اہلکار کے مطابق جمرود بائی پاس پر علاقے میں داخل ہونے والوں کی چیکنگ کی جاتی ہے تاہم یہ علاقہ زیادہ گنجان آباد نہیں ہے۔ یاد رہے کہ خیبر ایجنسی میں ہی گذشتہ سال اکتوبر میں خیبر ون کے نام سے باقاعدہ فوجی آپریشن شروع کیا گیا تھا جبکہ اس سے پہلے بھی وادی تیراہ میں سکیورٹی فورسز کی کارروائیاں جاری تھیں۔ خیبر ایجنسی تین سب ڈویژنوں باڑہ، جمرود اور لنڈی کوتل پر مشتمل ہے۔ پاکستانی فوج نے شمالی وزیرستان میں جاری آپریشن ضربِ عضب سمیت آپریشن خیبر ون کے حوالے سے کہا کہ ان علاقوں میں اس وقت تک فوج کی کارروائیاں جاری رہیں گی جب تک وہاں سے دہشت گردوں کا مکمل خاتمہ نہیں ہوجاتا۔ اس فوجی آپریشن اور سکیورٹی فورسز کی کارروائیوں کی وجہ سے مختلف علاقوں سے لوگوں نے نقل مکانی بھی کی ہے۔

(نامہ نگار)

باپ کو قتل کر دیا

پیر محل پیر محل کے نواحی گاؤں 693 / 35 گ ب میں عباس نامی شخص نے اپنے مرحوم بھائی کی بیوہ زاہدہ بی بی سے دوسری شادی کی جس کا عباس کے بیٹے شہباز کو رنج تھا اور اسی مسئلے پر گھر میں باپ اور بیٹے کے درمیان جھگڑا رہتا تھا۔ 30 جنوری کو باپ بیٹے میں تلخ کلامی ہوئی جس پر شہباز نے فائرنگ کر کے عباس کو موت کے گھاٹ اتار دیا جبکہ گولی لگنے سے زاہدہ شدید زخمی ہوگئی جسے تشویش ناک حالت کے پیش نظر سول ہسپتال ٹوبہ ٹیک سنگھ ریفر کر دیا گیا جبکہ شہباز فرار ہوگیا۔ تھانہ اروتی کے اہلکاروں نے نعش پوسٹ مارٹم کے بعد ورثاء کے حوالے کی اور ملزم کی تلاش شروع کر دی ہے۔

(اعجاز اقبال)

پنجاب شفافیت اور معلومات تک رسائی (ٹی آر ٹی آئی) کا ایکٹ 2013ء

آئین کے آرٹیکل A-19 کی روشنی میں، جو ہر شہری کو عوامی اہمیت کے تمام معاملات سے متعلق معلومات تک رسائی کی ضمانت دیتا ہے، حکومت پنجاب نے 16 دسمبر 2013ء کو پنجاب شفافیت اور معلومات تک رسائی کا ایکٹ وضع کیا۔ اس قانون کا مقصد سرکاری شعبوں کو شہریوں کو معلومات کی زیادہ سے زیادہ فراہمی کا پابند بناتے ہوئے ان کے کام میں شفافیت کو فروغ دینا تھا۔ دوسرے الفاظ میں یہ قانون شہریوں کو حکومت کو اس کے کام سے متعلق جوابدہ بنانے کا اختیار دیتا ہے۔ دیگر ممالک جہاں معلومات تک رسائی سے متعلق مضبوط قوانین موجود ہیں وہاں کے شہری معلومات کے حصول اور پبلک سروس کو اور زیادہ جوابدہ بنانے کی خاطر مطلوبہ اقدامات کی نشاندہی کے لیے آر ٹی آئی قوانین کو کامیابی سے استعمال کر رہے ہیں۔ آر ٹی آئی کا بنیادی اصول یہ ہے کہ سرکاری معلومات کا حصول شہریوں کا بنیادی حق ہے کیونکہ شہری اس سے بلاواسطہ یا بالواسطہ متاثر ہوتے ہیں۔

آر ٹی آئی سے متعلق تواتر کے ساتھ پوچھے جانے والے سوالات

پنجاب ٹی آر ٹی آئی ایکٹ عوام کس قسم کی معلومات حاصل کر سکتے ہیں؟

چند امور کے سوا پاکستانی شہری (یا اندراج شدہ کمپنیاں) کسی بھی قسم کی سرکاری معلومات کا تقاضہ کر سکتے ہیں۔ اس میں مندرجہ ذیل امور شامل ہیں:

i۔ وہ قوانین اور ضوابط جن کے تحت سرکاری شعبوں کا نظام چلایا جاتا ہے۔

ii تنظیم کا ڈھانچہ، عملہ، اس کا بجٹ اور اخراجات۔

iii۔ ٹینڈر/معاہدے، جن کی متعلقہ سرکاری شعبہ منظوری دیتا ہے۔

iv۔ اہم سروسز، طریق کار اور فیس۔

v۔ جو فیصلے کیے گئے ہوں ان کی نقول۔

مطلوبہ معلومات دستاویز (پرنٹ یا الیکٹرانک) کی تصدیق شدہ نقل یا نمونہ جات کی شکل میں فراہم کی جا سکتی ہیں۔ اگر مطلوبہ دستاویزات کی تعداد مقرر کردہ صفحات سے زیادہ ہو تو متعلقہ سرکاری شعبہ اخراجات (جیسے کہ فوٹو کاپی کی فیس) کا معاوضہ طلب کر سکتا ہے۔ پنجاب کمیشن برائے معلومات نے ابھی تک اس رقم کا تعین نہیں کیا)۔

☆ ''سرکاری شعبہ'' سے کیا مراد ہے یا اس قانون کے دائرہ کار میں کون کون سے سرکاری شعبے شامل ہیں؟

i۔ حکومت کا شعبہ، حکومت کے منسلک، خودمختار یا نیم خودمختار شعبہ۔

ii حکومتی کمپنی یا خصوصی ادارہ۔

iii۔ پنجاب لوکل گورنمنٹ ایکٹ 2013ء (XVIII) (2013 یا اس قانون کے نفاذ سے پہلے موجود قانون کے تحت قائم ہونے والی مقامی حکومت۔

iv۔ گورنر پنجاب کا دفتر۔

v۔ کوئی بھی عدالت، ٹریبونل، دفتر، بورڈ، کمیشن، کونسل، یا حکومت کی معاونت سے چلنے والا کوئی ادارہ۔

vi۔ پنجاب صوبائی اسمبلی۔

vii۔ صوبائی قانون کے تحت قائم کردہ آئینی ادارہ۔

viii۔ حکومت یا مقامی حکومت کی معاونت سے چلنے والی غیر سرکاری تنظیم۔

☆ سرکاری شعبوں کو کس قسم کی تفصیلات فراہم کرنا چاہئیں؟

کسی بھی سرکاری شعبے کو مندرجہ ذیل تفصیلات فراہم کرنی چاہئیں:

i۔ سرکاری شعبے کے کوائف اس کے کام اور فرائض سے متعلق معلومات۔

ii۔ اس کے افسران اور ملازمین کے اختیارات و فرائض۔

iii۔ سرکاری شعبے کے اپنے فرائض کی انجام دہی کے لیے قائم کردہ معیار۔

iv۔ سرکاری شعبے کی جانب سے نافذ کردہ یا جاری کردہ ایکٹ، آرڈیننس، قواعد وضوابط، سرکلر، نوٹیفکیشن اور اس کی جانب سے استعمال ہونے والے دیگر قانونی ذرائع۔

v۔ سرکاری شعبے کے پاس موجود معلومات کی اقسام کا گوشوارہ۔

vi۔ اس کے فیصلہ سازی کے عمل اور ان فیصلوں سے متعلق عوام کو اپنی رائے کے اظہار کے جو مواقع فراہم کیے گئے ان کی تفصیلات۔

vii۔ اس کے افسران اور ملازمین کی ڈائریکٹری جس میں ان کی تنخواہوں اور مراعات کی تفصیلات بھی موجود ہوں۔

viii۔ سرکاری شعبے کا بجٹ اور تمام مجوزہ اور اصل اخراجات کی تفصیلات۔

ix۔ اگر سرکاری شعبہ کسی قسم کے عطیات دیتا ہے تو اس کی کل رقم اور اس سے مستفید ہونے والوں کی تفصیلات۔

x۔ سرکاری شعبے سے مراعات، پرمٹ یا اجازت نامے وصول کرنے والوں کی تفصیلات۔

xi۔ معلومات کے حصول کے حوالے سے سرکاری شعبے میں دستیاب سہولیات۔

xii۔ سرکاری شعبے کے پبلک انفارمیشن آفیسر کا نام، عہدہ اور دیگر کوائف؛ اور

xiii۔ ایسی کوئی بھی معلومات جن کی حکومت سرکاری گزٹ میں تشہیر کر سکتی ہو۔

☆ عوام کو کس قسم کی معلومات تک رسائی حاصل نہیں ہے؟

وہ معلومات جو پنجاب شفافیت اور معلومات تک رسائی کے ایکٹ کے زمرے میں نہیں آتیں؛ ایسی کسی بھی قسم کی معلومات جن کی فراہمی درج ذیل کے لیے خطرے کا سبب بن سکتی ہو:

i۔ پاکستان کا قومی دفاع، سیکیورٹی، امن عامہ یا بین الاقوامی تعلقات۔

ii۔ خانگی رازداری سے متعلقہ جائز مفادات، سوائے اس کے کہ متعلقہ شخص معلومات افشا کرنے پر رضامند ہو۔

iii۔ قانونی طور پر استحقاق شدہ معلومات یا اعتماد شکنی سے متعلق ضوابط کا تحفظ۔

iv۔ سرکاری شعبے یا کسی تیسرے فریق کے جائز تجارتی مفادات کے علاوہ تیسرے فریق کے مالکانہ حقوق سے متعلق معلومات۔

v۔ کسی شخص کی زندگی، صحت یا سلامتی۔

vi۔ جرم کی روک تھام یا سراغ، مجرموں کی گرفتاری یا ان کے خلاف قانونی کارروائی یا انصاف کا انتظام وانصرام۔

vii۔ حکومت کی معیشت چلانے کی قابلیت؛ یا

viii۔ حکومت کے اندر قبل از وقت تشہیر یا مشاورت کی مفت اور آزادانہ فراہمی پر پابندی کے ذریعے موثر پالیسی کی تشکیل یا کامیابی۔

☆ اس قانون کے تحت معلومات فراہم کرنے کی ذمہ داری کس کی ہے؟

درخواست گزار کو معلومات فراہم کرنا پبلک انفارمیشن آفیسر (پی آئی او) کی ذمہ داری ہے۔

☆ درخواست کا طریقہ کار کیا ہے؟

درخواست گزار پی آئی او کو معلومات درخواست فارم یا سادہ کاغذ پر درخواست دے سکتا ہے۔ پی آئی او درخواست کی رسید دے گا۔

☆ کیا درخواست کی کوئی فیس بھی ہے؟

نہیں، سرکاری شعبہ درخواست کی مد میں کوئی فیس وصول نہیں کرے گا، سوائے ان اخراجات کے جو کہ کمیشن کی جانب سے مخصوص کردہ شیڈول کی روشنی میں معلومات کی فراہمی پر

صرف ہوتے ہیں۔

☆ کیا درخواست گزار پر معلومات سے متعلق درخواست کی وجوہات بتانا لازم ہے؟

نہیں، وہ صرف معلومات کی اطمینان بخش تفصیل اور وہ تفصیلات فراہم کرنے کا / کی پابند ہوگا / گی جو مطلوبہ معلومات کی فراہمی کے لیے ناگزیر ہیں۔

☆ درخواست گزار کو کس وقت جواب موصول ہونے کی امید رکھنی چاہیئے؟

پبلک انفارمیشن آفیسر دفتری ایام کے 14 دن کے اندر جواب دے گا۔ اس وقت کو زیادہ سے زیادہ مزید 14 دن تک بڑھایا جا سکتا ہے۔

☆ درخواست گزار کو یہ کیسے معلوم ہوگا کہ جو معلومات فراہم کی گئی ہیں وہ قابل اعتبار ہیں؟

اس میں یہ سرٹیفکیٹ بھی شامل ہوگا کہ معلومات درست ہیں یا یہ کہ سرکاری ریکارڈ کی جو نقل فراہم کی گئی ہے وہ اس کی اصل کاپی ہے۔ پی آئی او اس سرٹیفکیٹ پر تاریخ درج کرے گا، اس پر دستخط کرے گا اور اس پر مہر لگائے گا۔

☆ کیا کسی درخواست گزار کو معلومات تک رسائی سے محروم کیا جا سکتا ہے؟

ہاں، قانون میں متعین کردہ چند حدود کی بنا پر ایسا کیا جا سکتا ہے۔ ایسی صورت میں پی آئی او کو:

الف۔ وہ وجوہات بتانی ہوں گی جن کی بنا پر اس نے مطلوبہ معلومات فراہم کرنے سے انکار کیا۔

ب۔ اندرونی جائزے یا فیصلے کے خلاف شکایت درج کرانے کا طریقہ کار بتانا ہوگا۔

ج۔ اس شخص کا نام اور عہدہ بتانا ہوگا جو مطلوبہ معلومات تک مکمل یا محدود رسائی فراہم کر سکتا ہو۔

☆ کوئی فرد کن وجوہات کی بنا پر شکایت درج کرا سکتا ہے؟

درخواست گزار مندرجہ ذیل میں سے کسی ایک یا اس سے زائد وجوہات کی بنا پر شکایت درج کرا سکتا ہے:

i۔ معلومات تک رسائی سے ناجائز طور پر انکار کی صورت میں؛

ii۔ مخصوص وقت کے اندر معلومات کی عدم فراہمی پر۔

iii۔ پی آئی او کی جانب سے درخواست وصول کرنے اور اس پر کارروائی سے انکار پر۔

iv۔ جھوٹی، گمراہ کن یا نامکمل معلومات فراہم کرنے پر۔

v۔ معلومات کی فراہمی کے لیے مقرر کردہ فیس کے علاوہ کوئی فیس یا قیمت وصول کرنے پر۔

vi۔ معلومات کی تشہیر سے بچنے کے لیے انہیں جان بوجھ کر مسخ کرنے پر۔

vii۔ معلومات کی موثر تشہیر سے متعلق شقوں پر عمل درآمد کرنے میں سرکاری شعبے کی ناکامی پر۔

viii۔ سرکاری شعبے کی جانب سے ایکٹ کی کسی اور شق کی ناکامی پر۔

☆ مطلوبہ معلومات موصول نہ ہونے کی صورت میں کسے اپیل کی جا سکتی ہے؟

متعلقہ شخص سرکاری شعبے کے سربراہ یا پنجاب انفارمیشن کمیشن سے اپیل کر سکتا ہے۔

☆ پنجاب حکومت کے ماتحت شعبے کون سے ہیں؟

مندرجہ ذیل شعبے حکومت پنجاب کے ماتحت ہیں:

1۔ زراعت
2۔ اوقاف اور مذہبی امور
3۔ بورڈ آف ریونیو
الف۔ کالونیاں
ب۔ املاک کا انضمام
4۔ ڈیزاسٹر مینیجمنٹ (پی ڈی ایم اے)
5۔ وزیر اعلیٰ کی معائنہ کار ٹیم
6۔ کمیونیکیشن اینڈ ورکس
7۔ کاروباری کمپنیاں
8۔ توانائی
9۔ ماحولیاتی تحفظ
10۔ ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن
11۔ فنانس
12۔ خوراک
13۔ محکمہ جنگلات، جنگلی حیات اور ماہی گیری
14۔ صحت
15۔ ہائر ایجوکیشن
16۔ ہوم ڈیپارٹمنٹ
17۔ ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ
18۔ انسانی حقوق و اقلیتی امور
19۔ صنعت، تجارت اور سرمایہ کاری
20۔ اطلاعات و ثقافت
21۔ آبپاشی
22۔ محنت و انسانی وسائل
23۔ قانون و پارلیمانی امور
24۔ خواندگی و غیر رسمی بنیادی تعلیم
25۔ لائیوسٹاک اینڈ ڈیری ڈویلپمنٹ
26۔ لوکل گورنمنٹ اینڈ کمیونٹی ڈویلپمنٹ
27۔ انصرام و پیشہ ورانہ ترقی
28۔ مائنز اینڈ منرلز
29۔ منصوبہ بندی و ترقی
30۔ بہبود آبادی
31۔ پبلک پراسیکیوشن
32۔ مکتبی تعلیم
33۔ سروسز اینڈ جنرل ایڈمنسٹریشن
34۔ سماجی بہبود و بیت المال
35۔ خصوصی تعلیم
36۔ ٹرانسپورٹ
37۔ ترقی نسواں
38۔ امور نوجواناں، کھیل، علم آثار قدیمہ و سیاحت
39۔ زکوٰۃ و عشر

بی این یو کی آر ٹی آئی آگاہی مہم

بیکن ہاؤس نیشنل یونیورسٹی (بی این یو) نے مختلف سرگرمیوں کے ذریعے پنجاب ٹی آر ٹی آئی ایکٹ 2013ء کے نفاذ میں مدد دینے کے لیے پنجاب کے اضلاع لاہور، فیصل آباد، اور ملتان میں ایک آگاہی مہم کا آغاز کیا ہے۔ ان سرگرمیوں میں ماہرین کے مباحثے اور نوجوانوں کے مقابلے شامل ہیں۔ اس منصوبے کو عالمی بینک کی مالی معاونت حاصل ہے (سب نیشنل گورننس فنڈنگ (یو کے۔ ڈی ایف آئی ڈی) کے تحت جو کہ پنجاب پبلک مینیجمنٹ ریفارم پراجیکٹ سے منسلک ہے)۔

بالخصوص، اس منصوبے کا مقصد تھا: (الف) ماہرین کے مابین مباحثوں کے انعقاد کے ذریعے آر ٹی آئی اور اس کے نفاذ کی اہمیت کو اجاگر کرنا (ب) مقامی سطح پر آر ٹی آئی قانون اور اس کے طریق کار سے متعلق نوجوانوں (یونیورسٹی / کالج کی سطح کے طلباء) کی معلومات میں اضافہ کرنے کے لیے انہیں آگہی فراہم کرنا اور ان کی استعداد میں اضافہ کرنا تاکہ وہ معاشرے کو یہ بتانے کے لیے کہ اس قانون کے تحت ان کے حقوق کیا ہیں اور اس کے نتائج کو بہتر بنانے کے لیے اسے کیسے استعمال کیا جائے، رضاکارانہ طور پر ایک مہم کا آغاز کریں۔ اس ہدف کے حصول کے لیے مذکورہ اضلاع میں مختلف ورکشاپ اور نوجوانوں کے مقابلے (تقریری مقابلے، ویڈیوگرافی اور ادبی میلے) میلے منعقد کیے جائیں گے جن میں سرکاری و نجی کالجوں کے طلباء (نوجوانوں کو منظم کرنے کے لیے)، اور بار، میڈیا کے اراکین، سیاستدان، این جی اوز، تعلیمی ادارے، اور سرکاری ملازمین (ماہرانہ مباحثوں کے لیے) حصہ لیں گے۔

ان مقابلوں سے متعلق معلومات کے لیے ہم سے مندرجہ ذیل پتوں پر رابطہ کریں:

ای میل: artfest@bnu.edu.pk

موبائل نمبر: 0321-8455753

اس منصوبے سے متعلق عام سوالات کے لیے ہم سے مندرجہ ذیل ذرائع سے رجوع کریں:

ویب سائٹ: www.punjabrti.pk

ٹوئٹر: @RTIsamjho

یا ای میل: rti@bnu.edu.pk

فلپائن: ایشیاء کا واحد ملک جہاں جبری گمشدگیوں کے حوالے سے قانون موجود ہے

متعدد ایشیائی ممالک میں جبری گمشدگیاں ایک بڑا مسئلہ ہے لیکن فلپائن کے سوا کسی بھی ایشیائی ملک میں جبری گمشدگیوں کے خلاف کوئی قانون موجود نہیں ہے۔ یہ بات غیر اختیاری گمشدگیوں کے خلاف ایشین فیڈریشن (اے ایف اے ڈی) کی سیکرٹری جنرل میری ایلین نے ایک سیمینار میں اپنے خطاب کے دوران کہی۔ سیمینار کا موضوع تھا ''ایشیاء میں جبری اور غیر اختیاری گمشدگیاں؛ باہمی تعاون میں تدریجی پیش رفت، حائل رکاوٹوں کا خاتمہ''۔

سیمینار کا اہتمام انٹرنیشنل کمیشن آف جسٹس (آئی سی جے) اور پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے مشترکہ طور پر 3 فروری کو اسلام آباد کے ہوٹل میں کیا تھا۔ میری ایلین نے کہا کہ 1971ء سے لے کر اب تک فلپائن میں کم از کم دو ہزار افراد جبری طور پر گم کئے گئے ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر لوگ فرڈینینڈ مارکوس کے دور میں غائب ہوئے تھے۔ 2012ء میں جبری گمشدگیوں کے خلاف ایک قانون منظور کیا گیا جس کے تحت ایسی گمشدگیوں میں ملوث افراد کے لئے عمر قید کی سزا رکھی گئی تھی۔ اس قانون کے لاگو ہونے کے بعد سے اب تک جبری گمشدگی کی کوئی واردات سامنے نہیں آئی۔

میری ایلین نے دوسرے ایشیائی ممالک میں ہونے والی جبری گمشدگیوں کا ذکر بھی کیا۔ انہوں نے بتایا کہ 1965ء سے 1967ء کے دوران انڈونیشیا میں پانچ لاکھ افراد غائب کئے گئے۔ شمالی کوریا نے جنوبی کوریا کے 3835 افراد کو غائب کیا اور انہیں شمالی کوریا منتقل کر دیا۔ ٹیمور۔ لیسٹے میں ایک لاکھ چھیاسی ہزار سے لے کر ڈھائی لاکھ تک افراد کو مار دیا گیا یا انہیں غائب کر دیا گیا۔ ''2014ء کے دوران بنگلہ دیش میں چودہ افراد غائب ہوئے اور جموں وکشمیر میں تو صورتحال کہیں زیادہ تشویشناک ہے''۔ میری ایلین نے کہا۔

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے سیکرٹری جنرل آئی۔اے۔رحمٰن نے شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اس سیمینار سے جبری گمشدگیوں کے مسئلہ لوگوں کو آگاہی حاصل ہوگی۔ روزنامہ ڈان سے گفتگو کرتے ہوئے آئی۔اے۔رحمٰن نے کہا کہ انہیں اس بات کی امید نہیں کہ پاکستان میں جبری گمشدگیوں کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔ ''اگر حکومت اس مسئلہ کے بارے میں سنجیدہ ہے تو پھر اسے چاہئے کہ وہ جبری گمشدگیوں کے واقعات کو مجرمانہ سرگرمی قرار دے۔ مزید برآں جبری گمشدگیوں کے حوالے سے 2008ء میں قائم کئے جانے والے عدالتی کمیشن نے جو سفارشات پیش کی تھیں، ان پر عملدرآمد کیا جائے۔ بدقسمتی سے پاکستان کے انٹیلی جنس ادارے یہ سمجھتے ہیں کہ وہ قانون سے ماوراہیں۔ اس کے علاوہ شاید ہی کبھی گمشدہ افراد کا سراغ لگا ہو جس کے باعث مسئلہ زیادہ گھمبیر صورت اختیار کر گیا ہے''۔

آئی سی جے کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل فیڈریکو آندریو گزمین نے جنیوا سے اپنے ویڈیو خطاب میں کہا کہ گمشدہ افراد کے مسئلہ کو حل کرنے کے لئے ایک عالمگیر معاہدے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا کہ ''غائب ہوجانے والا شخص اپنے حق کا استعمال نہیں کرسکتا۔ عالمی نوعیت کا مسئلہ ہے''۔ سپریم کورٹ کی وکیل اور انسانی حقوق کے لئے کام کرنے والی فعال شخصیت حنا جیلانی نے کہا کہ 2006ء میں جبری یا غیر اختیاری گمشدگیوں معاملات پر غور کیا لیکن ان میں سے 43,250 گمشدگیوں کی تصدیق نہ ہوسکی۔ یو این ڈبلیو جی ای ڈی کی 2012ء کی سالانہ رپورٹ کے مطابق سری لنکا میں 5600 افراد غائب کئے گئے، بھارت میں ایسے افراد کی تعداد 353، اور پاکستان میں یہ تعداد 99 تھی۔

حنا جیلانی نے بتایا کہ ''ریکارڈ کی دستیابی نہ ہونے کے سبب صحیح اعداد وشمار حاصل کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ بھارتی مقبوضہ کشمیر میں جبری گمشدہ افراد کی تعداد آٹھ ہزار تھی۔ بھارت اور سری لنکا دونوں ملکوں میں اجتماعی قبریں ملی ہیں''۔ انہوں نے مزید کہا کہ پاکستان میں گمشدہ افراد میں سے ہزاروں کی اموات کی اطلاعات موصول ہوئیں۔ متعدد سیاسی کارکن اور صحافی غائب کئے گئے اور بعد میں ان کی لاشیں ملیں۔

ڈیفنس آف ہیومن رائٹس پاکستان کی چیئرپرسن آمنہ مسعود جنجوعہ، جو سیمینار میں شرکت کر رہی تھیں، نے ڈان سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ وزیراعظم نواز شریف جب حزبِ اختلاف میں تھے تو انہوں نے گمشدہ افراد کے عزیزوں، رشتہ داروں کے کیمپ کا دورہ کیا اور ان کے ساتھ اظہار ہمدردی کیا تھا لیکن اب ایسے لگتا ہے جیسے وہ بھول گئے ہیں کہ انہوں نے پہلے کیا کہا تھا۔ آمنہ مسعود جنجوعہ نے کہا کہ ''28 اپریل 2014ء کو گمشدہ افراد کے رشتہ داروں کی پولیس نے شدید پٹائی کی تھی۔ جب پاکستان پیپلز پارٹی حکومت میں تھی تو اس کے وزیر داخلہ رحمٰن ملک نے گمشدہ افراد کے عزیزوں کے کیمپوں کا دورہ کیا تھا لیکن اب ہمیں کیمپ لگانے کی اجازت نہیں ہے''۔

وائس آف مسنگ پرسنز کے چیئرمین نصراللہ بلوچ نے کہا کہ بلوچستان میں گمشدہ افراد کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ 2014ء کے دوران بلوچستان میں 455 افراد کی لاشیں ملی تھیں جن میں سے 110 لاشوں کی پہچان گمشدہ افراد کے طور پر کی گئی۔ چنانچہ وزیراعلیٰ بلوچستان کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ مسئلہ کو حل کر دیا گیا ہے۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

امام بارگاہ پر حملے میں تین افراد ہلاک

راولپنڈی راولپنڈی میں کری روڈ اسلام آباد پر واقع امام بارگاہ میں 18 فروری کو نماز کے دوران ہونے والے حملے میں ایک حملہ آور سمیت کم سے کم چار افراد ہلاک اور تین زخمی ہوگئے۔ حکام کا کہنا ہے کہ امام بارہ گاہ پر حملے میں تین افراد ہلاک ہوئے جبکہ ایک حملہ آور بھی مارا گیا ہے۔ دوسری جانب مظاہرین نے اسلام آباد کی ایکسپریس وے کو دونوں جانب سے بند کر کے توڑ پھوڑ کی۔ پولیس کے مطابق امام بارگاہ پر حملہ کرنے والے دو افراد تھے۔ حکام کا کہنا ہے کہ دونوں نے امام بارگار میں داخل ہونے کی کوشش کی اور ان میں سے ایک نے فائرنگ کی اور دستی بم پھینکا۔ فائرنگ کے نتیجے میں ایک حملہ آور اور دو افراد ہلاک ہوگئے۔ عینی شاہدین کے مطابق ایک حملہ آور اپنے ہی ساتھی کے پھینکے ہوئے دستی بم اور فائرنگ کا نشانہ بن کر ہلاک ہوگیا۔ ہلاک ہونے والے حملہ آور نے خودکش جیکٹ پہن رکھی تھی اور اس کی لاش قابلِ شناخت ہے۔ عینی شاہدین کے مطابق فائرنگ کے فوراً بعد امام بارگاہ میں موجود افراد نے دروازہ اندر سے بند کر لیا جس کی وجہ سے دوسرا حملہ آور اندر داخل نہیں ہوسکا۔ پولیس کا کہنا ہے کہ دوسرا حملہ آور باہر سے ہی فرار ہوگیا اور اس کی تلاش کے لیے سرچ آپریشن جاری ہے۔ حملے کے وقت امام بارگاہ میں نماز جاری تھی۔ حالیہ کچھ ہفتوں سے پاکستان میں شیعہ برادری اور امام بارگاہوں پر ہونے والے حملوں میں شدت دیکھی گئی ہے۔ آخری بڑا حملہ شکارپور میں ہوا تھا جہاں 61 افراد ہلاک ہوئے تھے۔

(نامہ نگار)

واپڈا کے دفتر پر نامعلوم افراد کی فائرنگ

پسنی 2 فروری کو گوادر میں موجود واپڈا کے دفتر میں نامعلوم افراد نے گھس کر فائرنگ کردی، جس کے نتیجے میں واپڈا کے سینئر کلرک اور پنجگور کے رہائشی محمد ایوب بلوچ جاں بحق ہوگئے۔ گوادر پولیس نے قتل کا مقدمہ درج کر کے کارروائی شروع کردی۔ واپڈا ہائیڈروجن یونین نے بلوچستان بھر میں واپڈا ملازم محمد ایوب بلوچ کی ہلاکت کی شدید مذمت کرتے ہوئے بلوچستان میں احتجاج کیا اور قاتلوں کی فوری گرفتاری کا مطالبہ کیا۔

(نامہ نگار)

5 بھائیوں کے قاتلوں کی گرفتاری کا مطالبہ

حیدرآباد 2 سال قبل پرانی دشمنی کے نتیجے میں قتل کئے گئے پانچ سگے بھائیوں کی والدہ حاجیانی سولنگی نے اعلیٰ حکام سے مطالبہ کیا ہے کہ ان کے بیٹوں کے قاتلوں کو گرفتار کر کے انہیں انصاف فراہم کیا جائے۔ اہل خانہ کے ہمراہ پریس کانفرنس کرتے ہوئے انہوں نے الزام عائد کیا کہ 7 جون 2013ء کو عباسی برادری کے مراد عباسی اور اس کے ساتھیوں نے مقدمے کی سماعت کے لیے جانے والے اس کے بیٹوں پر اندھا دھند فائرنگ کردی جس کے نتیجے میں 4 بیٹے موقع پر جبکہ ایک ہسپتال میں زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے دم توڑ گیا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ اس واقعہ کے خلاف متعلقہ تھانے میں ایف آئی آر بھی درج ہے جبکہ قاتلوں کی گرفتاری کے لیے وزیراعلیٰ سندھ سمیت اعلیٰ حکام سے ملاقاتیں بھی کی گئیں لیکن اس کے باوجود مرکزی ملزمان مراد عباسی، رفیق عباسی، پولیس اہلکار محمد عرس، قمرالدین سمیت دیگر آزاد گھوم رہے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ اس کے پانچ بیٹے قتل ہو چکے ہیں جبکہ ایک بیٹا اللہ ڈنو سولنگی اڑھائی سال سے سنٹرل جیل حیدرآباد میں بے گناہ قید ہے جس کی ضمانت بھی منظور نہیں کی جارہی۔

(لالہ عبدالحلیم)

سینئر صحافی کو دھمکیاں

بدین 27 دسمبر کو بدین کے سینئر صحافی اور بدین پریس کلب کے صدر تنویر احمد آرائیں کے خلاف دھمکی آمیز خط موصول ہوا جس میں تحریر تھا کہ ''احمدی مذہب سے تعلق رکھنے والے تنویر احمد آرائیں کو گزشتہ سال سے صدر منتخب کیا جارہا ہے جو کہ غیر اسلامی اقدام ہے۔ آئین پاکستان میں صدر بننے کے لیے مسلمان ضروری ہے اس لیے بدین پریس کلب کے لیے کسی مسلم فرد کو منتخب کیا جائے۔ بصورت دیگر احتجاج کا دائرہ وسیع کیا جائے گا''۔ تحریک تحفظ ختم نبوت پاکستان ضلع بدین کے لیٹر پیڈ پر مذہبی تنظیموں جماعت الدعوہ، ختم نبوت تحفظ، اہل سنت بریلوی مسلک، جمعیت العلماء اسلام (ف) کے عہدیداران کے دستخط سے لکھے گئے خط میں بظاہر احتجاج کیا گیا مگر جارحانہ انداز میں دھمکی دی گئی کہ تنویر احمد کے بطور صدر پریس کلب حلف اٹھانے والی حلف برداری تقریب میں کچھ بھی ہو سکتا ہے، اس دھمکی کے بعد صحافیوں میں تشویش پھیل گئی۔ ضلعی انتظامیہ کو آگاہ کیا گیا اور صحافیوں کی جانب سے کسی بھی صورت میں حلف برداری تقریب ملتوی نہ کرنے کا ارادہ کیا گیا اور یکم جنوری 2015ء کو حلف برداری کی تقریب منعقد کی گئی۔ دھمکی آمیز خط ملنے کے حوالے سے بدین پریس کلب کے صدر تنویر احمد نے ایچ آر سی پی کے کور گروپ کو بتایا کہ انہیں ساتھیوں کا اعتماد حاصل ہے جو انہیں گزشتہ سال سے مسلسل بطور صدر بلا مقابلہ منتخب کر رہے ہیں۔ مگر کچھ عناصر سے یہ برداشت نہیں ہو رہا۔ انہیں گزشتہ سال بھی دھمکی ملی تھی جس سے ضلعی انتظامیہ کو آگاہ کیا گیا تھا اور اس بار بھی ضلعی انتظامیہ کو آگاہ کیا گیا ہے۔ شہریوں کو تحفظ دینا ریاست کی ذمہ داری ہے اور ایسے عناصر کی نشاندہی بھی آسان ہے۔ واضح رہے کہ 7 دسمبر 2013ء کو بدین پریس کلب میں تنویر احمد کی غیر موجودگی کے دوران ایک فرد نے آکر صحافیوں کو دھمکی دی تھی کہ ''تنویر قادیانی ہے'' اس لیے ہم اس کو نہیں چھوڑیں گے''۔ صحافیوں کے ایک وفد نے انتظامیہ کو اس سے آگاہ کیا تھا مگر ملزم گرفتار نہ ہو سکے۔ 2008ء سے ضلع بدین میں احمدی جماعت کے خلاف مختلف قسم کی سرگرمیاں جاری ہیں۔ جبکہ 2012ء کے بعد دیگر مذہبی اقلیتوں ہندو اور اہل تشیع کے خلاف بھی انتہا پسندانہ کارروائیاں کی گئیں مگر ابھی تک انتہا پسندوں کے خلاف کوئی موثر کارروائی نہیں کی گئی۔

(سلیم جروار)

پاکستان میں انسانی سمگلنگ میں اضافہ

اسلام آباد اقوام متحدہ کے دفتر برائے منشیات و جرائم (یو این او ڈی سی) نے بتایا ہے کہ 2013 میں پاکستان کے اندر سرگرم جرائم پیشہ گروہوں نے انسانی سمگلنگ کے ذریعے 927 ملین ڈالرز کمائے۔ یو این او ڈی سی کی رپورٹ میں وزارت داخلہ کے حوالے سے بتایا گیا کہ پاکستان کے اندر اس غیر قانونی کاروبار میں ایک ہزار سے زائد گروہ ملوث ہیں۔ رپورٹ میں درج اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ 2007 میں ان جرائم پیشہ گروہوں کا منافع 797 ملین ڈالرز سے بڑھ کر 2013 میں 927 ملین ڈالرز تک پہنچ گیا۔ رپورٹ کے مطابق، 2013 سے 2007 کے دوران پاکستان میں یہ غیر قانونی کاروبار فروغ پاتا رہا۔ رپورٹ میں کہا گیا کہ سمگلنگ کے لئے مقرر کردہ راستوں کا تعلق بڑھتی دہشت گردی سے جوڑا جا سکتا ہے کیونکہ یہ راستے منشیات اور شدت پسندوں کی آمدورفت کیلئے بھی استعمال ہو سکتے ہیں۔ یو این کی اس تحقیقی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ تر 'غیر قانونی ہجرت' صوبہ پنجاب بالخصوص گجرات، گجرانوالہ، منڈی بہاؤالدین، ڈیرہ غازی خان، ملتان اور سیالکوٹ سے ہو رہی ہے۔ رپورٹ میں وفاقی تحقیقاتی ایجنسی (ایف آئی اے) کے فراہم کردہ اعداد و شمار کے حوالے سے بتایا گیا کہ انسانی سمگلنگ کے ممکنہ شکار زیادہ تر گوادر، کوئٹہ اور تربت کے سرحدی علاقوں میں پکڑے جاتے ہیں۔ ماضی کا ریکارڈ بتاتا ہے کہ جلاوطن ہونے والے زیادہ تر پاکستانی عمان کے سمندری جبکہ ترکی اور اسپین کے ہوائی راستے سے ملک واپس پہنچتے ہیں۔ ایف آئی اے کے مطابق انسانی اسمگلنگ کیلئے استعمال ہونے والے بڑے راستے کچھ یوں ہیں۔ پاکستان سے متحدہ عرب امارات براستہ ایران، عمان۔ پاکستان سے یونان براستہ ایران ترکی۔ پاکستان سے سپین براستہ مشرق وسطیٰ اور مغربی افریقی ممالک۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

امن کمیٹی کے تین رضا کار ہلاک

خیبرایجنسی پاکستان کے قبائلی علاقوں کرم اور خیبر ایجنسی میں 3 فروری کو دو دھماکوں کے نتیجے میں سکیورٹی اہلکاروں سمیت سات افراد ہلاک ہوگئے ہیں۔ پاکستان کے قبائلی علاقے کرم ایجنسی میں ہونے والے دھماکے میں چار سکیورٹی اہلکار ہلاک جبکہ خیبر ایجنسی میں امن کمیٹی کے تین رضا کار شدت پسندوں کے حملے کا نشانہ بنے ہیں۔ سرکاری حکام کے مطابق کرم ایجنسی میں دھماکا ورنگے کے مقام پر سڑک کنارے نصب بارودی مواد پھٹنے سے ہوا۔ حکام کا کہنا ہے کہ سکیورٹی فورسز کا قافلہ ٹل سے پاراچنار جارہا تھا کہ دھماکے کا نشانہ بنا۔ اطلاعات ہیں کہ قافلے کے آگے چلنے والی بم ڈسپوزل سکواڈ کی گاڑی بارودی مواد سے ٹکرائی اور اس میں سوار چار اہلکار ہلاک ہوئے۔ کرم ایجنسی میں اس سے پہلے بھی سکیورٹی فورسز پر متعدد حملے ہو چکے ہیں۔ ادھر خیبر ایجنسی میں وادی تیراہ میں ریموٹ کنٹرول دھماکے میں امن کمیٹی کے تین رضا کار ہلاک اور ایک زخمی ہوا ہے۔ یہ واقعہ وادی تیراہ کے دورافتادہ علاقے نری بابا میں پیش آیا ہے اور مقامی لوگوں کے مطابق دھماکا امن کمیٹی توحید الاسلام کے ایک مورچے کے قریب ہوا ہے۔ نامعلوم افراد نے دھماکا خیز مواد مورچے کے قریب نصب کیا اور پھر ریموٹ کنٹرول کے ذریعے دھماکا کیا گیا۔ خیبر ایجنسی میں شدت پسند تنظیموں کے درمیان متعدد جھڑپیں ہو چکی ہیں۔ وادی تیراہ میں لشکر اسلام اور حکومت کی حمایتی امن کمیٹی توحید الاسلام کے رضا کار ایک دوسرے کے خلاف مورچہ زن ہیں۔ خیبر ایجنسی میں دوسری جانب فوجی آپریشن خیبر ون بھی جاری ہے جس میں سکیورٹی فورسز نے زیادہ تر وادی تیراہ کے مختلف علاقوں میں شدت پسندوں کو نشانہ بنایا ہے۔ خیبر ایجنسی سے اس وقت لاکھوں افراد بے گھر ہیں۔ حکومت نے اب پہلے مرحلے میں خیبر ایجنسی کے علاقے باڑہ کے متاثرین کی واپسی کا منصوبہ بنایا ہے۔ اس سلسلے میں واپس جانے والے متاثرین کی رجسٹریشن کا عمل 4 فروری سے شروع ہوگا۔

(نامہ نگار)

پولیومہم کا دوسرا مرحلہ ملتوی

کوئٹہ سیکیورٹی خدشات کی وجہ سے عالمی ادارہ صحت نے بلوچستان میں اپنی سرگرمیاں محدود کرنے کا اعلان کیا تھا۔کوئٹہ میں سکیورٹی کے مناسب انتظامات نہ ہونے کے باعث پولیو کے خلاف مہم کا دوسرا مرحلہ ملتوی کردیا گیا ہے۔محکمہ صحت ذرائع کے مطابق یکم مارچ سے شہر کی 17 یونین کونسلوں میں پولیو کے خلاف تین روزہ مہم کا دوسرا مرحلہ شروع ہونا تھا۔اس مہم کے دوران پانچ سال کی عمر تک کے لگ بھگ دو لاکھ بچوں کو پولیو سے بچاؤ کے قطرے دیے جانے تھے۔ذرائع نے بتایا کہ انسدادِ پولیومہم میں شامل کارکنوں کے تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے جس سکیورٹی کی ضرورت تھی وہ ضلعی انتظامیہ کی جانب سے فراہم نہیں کی گئی جس کے باعث یہ مہم ملتوی کردی گئی ہے۔اس سے قبل چار فروری کو کوئٹہ میں انسدادِ پولیومہم کے پہلے مرحلے میں سکیورٹی اہلکار کو نامعلوم مسلح افراد نے گولی مار کر ہلاک کردیا تھا۔کوئٹہ کے پشتون آباد کے علاقے میں پہلے بھی پولیوٹیم کے اراکین پر حملے ہوتے رہے ہیں۔گذشتہ سال کے اوائل میں اس علاقے میں ایک ٹیم پر دستی بم کے حملے میں ایک بچہ زخمی ہوا تھا۔گذشتہ سال 27 نومبر کو پشتون آباد کے قریب مشرقی بائی پاس کے علاقے میں مسلح افراد کے حملے میں تین خواتین سمیت چار پولیوورکر ہلاک ہوئے تھے۔اسی طرح اب تک کوئٹہ،لورالائی اور پشین میں پولیوٹیم کی حفاظت پر مامور تین پولیس اہلکار ہلاک ہو چکے ہیں۔ 26 فروری کو صوبہ بلوچستان کے ضلع پشین کی تحصیل برشور میں خسرے سے آٹھ بچے ہلاک ہوئے تھے جبکہ قلعہ عبداللہ میں پولیو کے ایک اور کیس کی تصدیق ہوئی تھی۔

(نامہ نگار)

عدالتِ عظمیٰ نے گمشدہ افراد سے متعلق ایچ آر سی پی کی نظرثانی کی درخواست قبول کرلی

اسلام آباد عدالتِ عظمیٰ نے گمشدہ افراد سے متعلق پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کی نظرثانی کی درخواست یہ کہتے ہوئے قبول کرلی ہے کہ اس کی سماعت بلوچستان کے جبری گمشدہ افراد کے مقدمے کے ساتھ کی جائے گی۔جسٹس جواد ایس خواجہ اور جسٹس دوست محمد پر مشتمل سپریم کورٹ کے دورکنی بنچ نے 240 گمشدہ افراد سے متعلق نظرثانی کی درخواست کی سماعت کی۔

جسٹس دوست محمد نے پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق سے کہا کہ وہ اپنی درخواست میں اس حوالے سے قانون بنانے کے لیے کہے تاکہ جبری گمشدگیوں میں ملوث لوگوں کے خلاف کارروائی کی جائے۔عاصمہ جہانگیر نے جواب میں کہا کہ ”قانون سازی پارلیمنٹ کا کام ہے۔متعدد گمشدہ افراد کا بیان ریکارڈ پر موجود ہے جس میں کہا گیا ہے کہ انہیں جبراً اٹھایا گیا ہے“۔

یاد رہے کہ ایچ آر سی پی نے 240 گمشدہ افراد کے بارے میں 2007ء میں پٹیشن دائر کی تھی اور ان افراد کی ایک فہرست بھی مہیا کی تھی۔لیکن عدالتِ عظمیٰ نے مئی 2013ء میں یہ پٹیشن مسترد کردی تھی اور کہا تھا کہ ایچ آر سی پی یہ معاملہ اس کمیشن میں پیش کرے جو گمشدہ افراد کے معاملے سے نپٹنے کے لئے قائم کیا گیا تھا۔ بعد میں ایچ آر سی پی نے سپریم کورٹ میں بھاری تعداد میں جبری گمشدگی کے شکار افراد کی برآمدگی کے لئے 2007ء میں داخل کی جانے والی درخواست کے اخراج کے حکم پر نظرثانی کی درخواست دائر کی تھی۔ایچ آر سی پی کا کہنا تھا کہ مختصر حکم میں پٹیشن میں دی گئی شکایات پر توجہ نہیں دی گئی تھی،اس لئے نظرثانی کی درخواست دائر کی گئی ہے۔ایچ آر سی پی نے یہ بھی کہا کہ آرٹیکل (3) 184 کے تحت معزز عدالت کے اختیارات کو ایسا کوئی کمیشن استعمال نہیں کرسکتا جس کے ارکان کی اکثریت کا تعلق عدلیہ سے نہ ہو۔چونکہ یہ معاملہ عوامی اہمیت کے ساتھ ساتھ بنیادی حقوق کی خلاف ورزی سے متعلق ہے جس پر عملدرآمد عدالتِ عظمیٰ کے اختیار میں ہے۔

ایچ آر سی پی نے یہ بھی کہا کہ عدالتِ عظمیٰ میں چھ برسوں سے مقدمے کی سماعت کے دوران اُن بہت سے گمشدہ افراد کو عدالت میں پیش کردیا گیا جن کے نام ایچ آر سی پی کی گمشدہ افراد کی فہرست میں شامل تھے اور انہوں نے اپنے غیر قانونی اغواء اور حراست کے بارے میں بیانات بھی ریکارڈ کروائے جن میں سکیورٹی فورسز کے خلاف جبری اغواء کے الزامات لگائے گئے تھے۔

ایچ آر سی پی نے یہ بھی کہا کہ عدالت نے چھ سال گزرنے کے باوجود بنیادی حقوق کی خلاف ورزی کے اہم معاملہ پر تفصیلی فیصلہ ابھی تک نہیں دیا۔حالانکہ ان سماعتوں میں متعدد بیانات قلمبند کئے جا چکے ہیں جن میں جبری گمشدگیوں کے مرتکب افراد کی نشاندہی بھی کی جا چکی ہے۔

(انگریزی سے ترجمہ،بشکریہ ڈان)

سکیورٹی اداروں پر مسخ شدہ نعش پھینکنے کا الزام

حب پاکستان کے صوبہ بلوچستان کے کراچی سے متصل حب کے علاقے سے 26 جنوری کو برآمد ہونے والی لاش کی شناخت ہوگئی ہے۔حب پولیس کے ایک اہلکار نے بتایا کہ یہ لاش ایک پل کے نیچے سے ملی تھی۔اہلکار کا کہنا تھا کہ لاش کی شناخت فیاض کریم کے نام سے ہوئی ہے جس کا تعلق بلوچستان کے ایران سے متصل ضلع پنجگور سے تھا لیکن اب وہ اپنے خاندان کے دیگر افراد کے ساتھ کراچی کے علاقے ڈالمیا میں رہائش پذیر تھا۔اہلکار کا کہنا تھا کہ ہلاک کرنے کے بعد اس کی لاش حب کے علاقے میں پھینکی گئی تھی۔ پولیس اہلکار نے بتایا کہ فیاض کی گردن پر رسی کے نشانات تھے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسے پھندا لگا کر ہلاک کیا گیا۔فیاض کریم کی لاش کے حوالے سے قوم پرست جماعت بلوچ نیشنل موومنٹ نے سکیورٹی اداروں پر فیاض کریم کو زخمی حالت میں اٹھانے کا الزام عائد کیا ہے۔دوسری جانب سرکاری حکام کا وقتاً فوقتاً اس حوالے سے جو موقف سامنے آتا رہا ہے ان میں ان الزامات کی سختی سے تردید کی جاتی رہی ہے اور یہ کہا جاتا رہا ہے کہ حکومتی ادارے ایسی کسی بھی کارروائی میں ملوث نہیں ہیں۔

(نامہ نگار)

کان کنی کے خطرناک حالات نے مزید 7 کان کنوں کی جان لے لی

کوئٹہ بلوچستان کے علاقے دکی کی ایک کوئلے کی کان میں زہریلی گیس بھر جانے کے باعث 7 مزید کان کن ہلاک ہوگئے۔ یہ واقعہ 19 فروری کو پیش آیا۔انسپکٹر مائنز رشید ابڑو کے مطابق 13 کان کنوں کو بے ہوشی کی حالت میں نکال لیا گیا ہے۔بے ہوش کان کنوں کے لیے دکی میں علاج ومعالجے کا کوئی بندوبست نہیں ہے۔رشید ابڑو نے بتایا کہ کان کے اندر پھنسے سات کان کن ہلاک ہوئے اور ان کی لاشیں نکالنے کا کام جاری ہے۔دکی میں مقامی لوگوں کا کہنا ہے کہ محکمہ معدنیات کی ریسکیو ٹیم 20 گھنٹے گزرنے کے بعد متاثرہ کان پہنچی اور کان کنوں کو نکالنے کا کام شروع کیا۔کان کنوں نے اپنی مدد آپ کے تحت 13 کان کنوں کو نکالا تاہم 7 کان کن 24 گھنٹے گزرنے کے باوجود اندر پھنسے رہے اور جاں بحق ہو گئے۔دکی میں کوئلے کے ذخائر موجود ہیں لیکن کوئلے کی کانوں میں حفاظتی انتظامات نہ ہونے کی وجہ سے اس طرح کے ناخوشگوار واقعات اکثر پیش آتے رہتے ہیں۔

(نامہ نگار)

بدترین غلامی کے حوالے سے پاکستان تیسرے نمبر پر

ملتان بدترین غلامی کے حوالے سے پاکستان 167 ملکوں کی فہرست میں تیسرا بڑا ملک ہے۔انصاف اورامن کمیشن کے ایگزیکٹیوسیکریٹری پیٹر نے 26 جنوری کوملتان میں ایک مشاورتی سیشن میں بتایا کہ عالمی غلامی گوشوارے (جی ایس آئی) میں پاکستان تیسرے نمبر پر کھڑا ہے۔' کسی بھی طرح کی غلامی غیر انسانی اور غیر قانونی ہے۔ پاکستان میں غلامی کا بہت زیادہ تناسب شدید تشویش کا باعث اور مزدوروں کے حقوق کے تحفظ میں ریاسی اداروں کی ناکامی ہے'۔ان کا کہنا تھا کم ازکم تنخواہ کے قانون پر مناسب عمل درآمد، سماجی تحفظ کی فراہمی اور دیگر سہولیات تک رسائی سے غلامی کا سدباب ہوسکتا ہے۔ پیٹر نے جی ایس آئی کے حوالے سے بتایا کہ پاکستان میں 20 لاکھ لوگ جبری غلام ہیں۔'پنجاب اور سندھ میں سب سے زیادہ غلام اینٹوں کے بھٹوں پر کام کرتے ہیں'۔انہوں نے بتایا کہ ان بھٹوں کیلئے مزدوروں کی خرید وفروخت ایک منافع بخش کاروبار بن چکا ہے۔'پاکستان نے 1947 میں آزادی حاصل کر لی لیکن بھٹہ مزدور آج تک غلامی کی زندگی جی رہے ہیں'۔انہوں نے بتایا کہ پنجاب میں زیادہ تر بھٹوں پر غلامی عام ہے۔ان بھٹوں پر لیبر قوانین کا اطلاق نہیں کیا جاتا اور بھٹہ مالکان ریاست کے مقابلے میں کہیں زیادہ طاقت ور ہیں۔سیشن میں خطاب کرنے والے دوسرے ماہرین اور سابق ارکان اسمبلی نے حکومت پر زور دیا کہ وہ لیبر ایکٹ کا اطلاق کرنے کے ساتھ ساتھ جبری مشقت ختم کرنے کیلئے ضروری اقدامات اٹھائے۔

(نامہ نگار)

پولیس مفرور قیدیوں کو گرفتار کرنے میں ناکام

گلگت پاکستان کے شمالی علاقے گلگت بلتستان میں پولیس کا کہنا ہے کہ ضلعی جیل سے فرار ہونے والے دو قیدیوں کی تلاش کے لیے آپریشن جاری ہے۔ پولیس کے مطابق یہ دونوں قیدی شب بیناور کے علاقے میں پولیس کا محاصرہ توڑنے میں کامیاب رہے ہیں اوراس دوران فائرنگ کے تبادلے میں مقامی تھانے کے ایس ایچ او زخمی بھی ہوئے ہیں۔ ڈسٹرکٹ جیل سے فرار ہونے والے دو قیدیوں میں سے ایک کا تعلق نانگا پربت حملہ کیس سے تھا جس میں دس غیرملکی سیاح اور ایک پاکستانی ہلاک ہوئے تھے۔گلگت کے تھانہ جٹیال کے ایچ ایس اوعبدالہادی نے بتایا کہ اس وقت ایس ایس پی گلگت کی سربراہی میں شہر کے مضافات میں پولیس کا سرچ آپریشن جاری ہے۔ان کا کہنا تھا کہ 28 فروری کی شب پولیس کو اطلاع ملی تھی کہ مفرور قیدی شہر کے مضافاتی علاقے بیناور میں چھپے ہوئے ہیں۔
انھوں نے بتایا کہ اس اطلاع پر بیناور میں جٹیال اور دنیور تھانے کی پولیس کی پارٹی ایس ایچ او زکی سربراہی میں شب نو بجے دینا پورگئی۔ وہاں اندھیرا تھا، جگہ کھلی تھی، سرچ آپریشن کیا تو فائرنگ کا تبادلہ ہوا۔'عبدالہادی کے مطابق فائرنگ کے دوران ایس ایچ او کو بازو پر گولی لگی جبکہ مفرور ملزمان اندھیرے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے پولیس کا گھیرا توڑ کر دریا کے کنارے سے فرار ہونے میں کامیاب ہوگئے۔یکم مارچ کی صبح سے گلگت کے مضافاتی علاقے جگلوٹ میں سرچ آپریشن کیا جارہا ہے۔28 فروری کو ہونے والے سرچ آپریشن میں شرکت کرنے والے عبدالہادی کا کہنا تھا کہ یکم مارچ کی صبح سے ایس ایس پی اسحاق کی سربراہی میں گلگت کے مضافاتی علاقے جگلوٹ میں سرچ آپریشن کیا جارہاہےاور امید ہے کہ مفرور قیدیوں کو حراست میں لے لیا جائے گا۔حکام کے مطابق جگلوٹ اور بیناور ڈسٹرکٹ جیل سے 30 سے 40 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہیں اور قیدیوں کی گرفتاری یقینی بنانے کے لیے پولیس نے تمام خارجی راستوں کو دو روز تک بند رکھا تاہم اب راستے کھول کر ان کی سخت نگرانی کی جارہی ہے۔یاد رہے کہ 28 فروری کو ہی پولیس حکام نے گلگت جیل سے قیدیوں کے فرار میں مدد دینے کے الزام میں جیل کے دس اہلکاروں سمیت 13 افراد کو حراست میں لیا تھا۔خیال رہے کہ فرار کی کوشش کرنے والے چار قیدیوں میں سے ایک کو زخمی حالت میں زندہ گرفتار کر لیا گیا تھا جبکہ ایک قیدی فائرنگ کی زد میں آکر ہلاک ہو گیا تھا۔ ہلاک ہونے والا قیدی حضرت بلال اور مفرور قیدیوں میں سے ایک حبیب الرحمان 23 جون 2013 کو ضلع دیامر کے صدر مقام چلاس کے قریب نانگا پربت کے بیس کیمپ پر حملے کے ملزم تھے۔اس حملے میں دس غیر ملکی اور ایک پاکستانی سیاح کو گلگت سکاؤٹس کی وردیوں میں ملبوس تقریباً بارہ مسلح حملہ آوروں نے فائرنگ کر کے ہلاک کر دیا تھا۔ ہلاک ہونے والوں میں یوکرین، چین، امریکہ اور روس کے شہری شامل تھے اور تحریکِ طالبان پاکستان نے اس حملے کی ذمہ داری قبول کر لی تھی۔

(نامہ نگار)

شدت پسند کمانڈر گرفتار

کوئٹہ پاکستان کے صوبہ بلوچستان کے دارالحکومت کوئٹہ کے قریب سکیورٹی فورسز نے ایک سرچ آپریشن میں کالعدم تنظیم کے کمانڈر کو گرفتار کرنے کا دعویٰ کیا ہے۔سکیورٹی فورسز کے مطابق 28 فروری کو سرچ آپریشن کوئٹہ شہر کے قریب لک پاس کے علاقے میں کیا گیا۔ حکام کے مطابق ایک شخص کو گرفتار کرنے کے علاوہ دھماکہ خیز مواد بھی برآمد کیا گیا ہے۔گرفتار ہونے والا شخص کالعدم شدت پسند تنظیم جنداللہ کا کمانڈر ہے جو کہ مبینہ طور پر ایران میں شدت پسندی کے واقعات میں ملوث ہے۔محکمہ داخلہ حکومت بلوچستان کے ایک سینیئر افسر نے آپریشن میں اس علاقے سے ایک شخص کی گرفتاری کی تصدیق کی تاہم انہوں نے بتایا کہ تاحال وہ اس بات کی تصدیق نہیں کر سکتے کہ گرفتار شخص کا تعلق کس کالعدم تنظیم سے ہے۔کوئٹہ میں ہی چند دن پہلے سرچ آپریشن کے دوران کالعدم تنظیم کے اہم کمانڈر عثمان عرف سیف اللہ سمیت دو افراد ہلاک ہو گئے تھے۔ حکام کے مطابق شدت پسند عثمان پر کوئٹہ اور بلوچستان کے دیگر علاقوں میں فرقہ وارانہ قتل اور اقدام قتل کے درجنوں مقدمات درج تھے۔ بلوچستان میں شدت پسندی کے واقعات کئی سالوں سے جاری ہیں اوران میں شیعہ ہزارہ برادری کو متعدد بار نشانہ بنایا گیا ہے۔گذشتہ ماہ جنوری میں سندھ کے شہر شکارپور کی امام بارگاہ میں خودکش بم حملے کی ذمہ داری شدت پسند تنظیم جنداللہ نے قبول کرنے کا اعلان کیا تھا تاہم حکام کی جانب سے بم حملے میں شدت پسند تنظیم لشکر جھنگوی کے ملوث ہونے کا شبہ ظاہر کیا جارہا ہے۔دونوں تنظیمیں پاکستان میں شیعہ برادری کو متعدد بار نشانہ بنا چکی ہیں۔

(نامہ نگار)

انتہا پسندی کی روک تھام اور رواداری کے فروغ کے لیے منعقدہ تربیتی ورکشاپس کی رپورٹس

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے انتہا پسندی کے خاتمے اور رواداری کے فروغ کے لیے ملک کے مختلف حصوں میں دو روزہ تربیتی ورکشاپس کا انعقاد کیا جن میں مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد نے شرکت کی اور ملک کو درپیش سنگین مسائل کے حل کے لیے تبادلہ خیال کیا۔ ذیل میں ورکشاپوں کی مختصر کارروائی بیان کی جاتی ہے۔

نصیر آباد 05-06 ستمبر 2014ء

انتہا پسندانہ رویوں کے عوام پر اثرات اور روک تھام کے لیے ہماری ذمہ داریاں

سلطان ترین

انتہا پسندی ایک ایسا طرز عمل ہے جو معاشرے میں بے سکونی کا باعث بنتا ہے، انتہا پسندی کی وجوہات میں بنیادی سہولیات سے محرومی، ناقص حکومتی پالیسیاں، میڈیا کا منفی کردار، کمزور معاشرتی ڈھانچہ، مخصوص طرز فکر، مذہبی لیڈروں کا منفی کردار اور سیاسی استحصال شامل ہیں۔ اگر ہم بغور جائزہ لیں تو معاشرے میں ہمیں انتہا پسندی کے مختلف درجے نظر آتے ہیں جس میں کچھ یہ ہیں: ذاتی انتہا پسندی، خاندانی انتہا پسندی قومی انتہا پسندی، اداراتی یا تنظیمی انتہا پسندی، گروہی انتہا پسندی، سماجی اور ثقافتی انتہا پسندی اور بین الاقوامی انتہا پسندی۔ عنوان کو مزید سمجھنے کے لیے سہولت کار نے شرکاء کو تین گروہوں میں تقسیم کیا اور انہیں مختلف عنوانات پر تبادلہ خیال کرنے کو کہا۔ ان عنوانات پر شرکاء نے اپنے اپنے گروہوں میں خوب بحث کی اور بعد ازاں اپنے عنوان کو پیش کرتے ہوئے انتہا پسندی کی مختلف اقسام بیان کیں۔ اسی طرح گروپ بی کے لیڈر محمد صادق اور ہاجرہ کا کہنا تھا کہ انتہا پسندی کی وجہ سے ہمارا علاقہ اور ملک متاثر ہو رہا ہے جس کی وجہ سے روزمرہ کے کام بھی متاثر ہوتے ہیں۔ انتہا پسندی کی وجہ سے مذہبی رواداری ختم ہو رہی ہے مختلف حقوق کی پامالی ہو رہی ہے اور ایک دوسرے کے خلاف نفرتیں بڑھتی جا رہی ہیں۔

انسانی حقوق کے فروغ، حقوق کی تحریک کو مستحکم کرنے کے لیے حکمت عملی کی تشکیل اور عوام تک رسائی حاصل کرنے میں سول سوسائٹی کا کردار

فرید احمد

انسانی حقوق بنیادی طور پر قدرتی اور قانونی حقوق مانے جاتے ہیں۔ انسانی سماج یوں تو کئی ہزار سال پرانا ہے لیکن انسانی حقوق کی تحریک اور اصلاحات کا عمل دوسری جنگ عظیم کے بعد شروع ہوا۔ بالآخر 10 دسمبر 1948ء کو انسانی حقوق کے تحفظ کا چارٹر اپنایا گیا جس میں تعلیم انسانی حقوق کو خاص اہمیت دی گئی۔ انسانی حقوق کے فروغ کی ذمہ داری ریاست کی ہے۔ پاکستان دہشت گردی کی وجہ سے معاشی استحصال اور انتشار کا شکار ہے۔ لوگوں میں حقوق

> دنیا کی تمام تہذیبوں میں مظلوم طبقے نے اپنے حقوق کی پامالی کے خلاف مزاحمت کی ہے۔ جہاں کہیں بھی ظلم ہوا ہے اُس کے خلاف مزاحمت بھی ہوئی ہے جس سے مراد یہ ہے کہ جس معاشرے میں بھی لوگوں کے حقوق دبانے کی کوشش کی گئی لوگوں نے اُس کوشش کے خلاف آواز بھی بلند کی اور عملی مزاحمت بھی کی۔

کا شعور ان تک رسائی میں مدد دے سکتا ہے۔ سول سوسائٹی کے اداروں کو جمہوریت اور انسانی حقوق کے معیار میں بہتری لانا ہوگی۔ سول سوسائٹی کے اداروں میں مذہبی تنظیمیں این جی اوز، ٹریڈ یونین، شہریوں کے گروپ، ذرائع ابلاغ، سیاسی اور کاروباری تنظیمیں شامل ہیں۔

پہلے دن کی کارروائی کا جائزہ

سہولت کار سلطان ترین نے گزشتہ دن کی کارروائی کا جائزہ لیا تو شرکاء نے کہا کہ کل کے سیشن میں انہیں انتہائی مفید باتیں سیکھنے کو ملیں، اور پہلی بار اُنہیں یہ احساس ہوا کہ وہ معاشرے میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے خلاف کس طرح آواز بلند کر سکتے ہیں اور لوگوں کے اندر بیداری کی لہر کس طرح پیدا کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد تمام شرکاء نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ ان کا یہ کہنا تھا کہ ہمارے معاشرے میں میڈیا کا کردار بہت اہم ہو چکا ہے۔ پاکستان کا کوئی بھی مسئلہ ہو وہ میڈیا کے ذریعے ہی اُجاگر ہو سکتا ہے یا میڈیا چاہے تو اُسے دبا بھی سکتا ہے۔ اکثر ٹی وی چینل اور اخبارات کے مالکان غیر تربیت یافتہ رپورٹرز کو ادارے میں بھرتی کرتے ہیں جو غیر مصدقہ خبریں نشر کر کے عوام کو کرب میں مبتلا کر رہے ہیں۔ صحافتی امور میں کرپشن کے ذمہ دار اخبار، ٹی وی مالکان ہیں۔ میڈیا کے افراد خبریں بغیر تصدیق کے شائع کرتے ہیں اور اسی طرح میڈیا مالکان اپنی مرضی کی خبر شائع کرواتے ہیں۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ اینکر زسنسنی پھیلانے کے لیے مذہبی جنونیت کے حامل افراد کو چینل پر بٹھا کر مباحثہ کرواتے ہیں۔ خبر بغیر تصدیق کے فوری طور پر چلا دی جاتی ہے۔ ضیاء الحق کے دور میں حقیقی صحافیوں کو پابند سلاسل کیا گیا۔

طرز فکر میں مثبت تبدیلی اور جمہوری رویوں کے فروغ کے لیے تعلیمی اداروں اور نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت کی اہمیت

باز محمد

تعلیمی نظام کا بنیادی مقصد اپنے مقرر کردہ اُصولوں کا نفاذ اور اہداف کے حصول میں معاشرے کی مدد کرنا ہے۔ لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ ہمارا نظام تعلیم ان مقرر کردہ اُصولوں کے حصول کے حوالے سے معاشرے کی کوئی مدد نہیں کر رہا۔ تعلیم ایک طرف نئی ثقافت کو جنم دیتی ہے اور دوسری طرف قدیم ثقافت میں موجود متروک اقدار سے نجات بھی دلاتی ہے۔ اب یہ ضروری ہے کہ معاشرتی ماحول میں ہونے والی پیش رفتوں کو نصاب کا حصہ بنایا جائے۔ اسی طرح مرکز اور صوبوں کے مابین تعلقات کے بارے میں کتابوں میں مواد نہ ہونے کے برابر ہے۔

بیلا ٹائون 23-24 ستمبر 2014ء

حقوق کے فروغ، حقوق کی تحریک کو مستحکم کرنے کے لیے حکمت عملی کی تشکیل اور عوام تک رسائی حاصل کرنے میں سول سوسائٹی کا کردار

حفیظ بزدار

انسانی حقوق کی تحریک کی جڑیں انسانی سماج کے قیام کے ساتھ جُڑی ہوئی ہیں۔ جب سے انسانی سماج قائم ہوا ہے انسان اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے تگ و دو کر رہے ہیں۔ تاریخ کا مطالعہ ہمیں بتاتا ہے کہ دنیا کی تمام تہذیبوں میں مظلوم طبقے نے اپنے حقوق کی پامالی کے خلاف مزاحمت کی ہے۔ جہاں کہیں بھی ظلم ہوا ہے اُس کے خلاف مزاحمت بھی ہوئی ہے جس سے مراد یہ ہے کہ جس معاشرے میں بھی لوگوں کے حقوق دبانے کی کوشش کی گئی لوگوں نے اُس کوشش کے

خلاف آواز بھی بلند کی اور عملی مزاحمت بھی کی۔

انسانی حقوق کی جدید تحریک کا آغاز دوسری جنگ عظیم کے بعد اقوام متحدہ کے قیام کے ساتھ ہوا۔ دنیا کی اقوام نے انسانی حقوق کا عالمی منشور مرتب کیا اور اُس کے تحفظ کا عہد کیا۔ سول سوسائٹی کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ جہاں کہیں بھی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کا مشاہدہ کرے، اُس کے خلاف آواز بلند کرے اور معاشرے میں ہونے والے مظالم کے خلاف لوگوں کو منظّم اور باشعور کرے۔

طرز فکر میں مثبت تبدیلی اور جمہوری رویوں کے فروغ کے لیے تعلیمی اداروں اور نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت کی اہمیت

امیر ولی

انسانی حقوق کے تحفظ کی تحریک کی کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ تدریسی نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کو شامل کیا جائے کیونکہ سکولوں میں زیر تعلیم بچے ہی قوم کا مستقبل ہیں۔ اگر اُنہیں انسانی حقوق کی تعلیم دی جائے تو وہ بڑے ہوکر اُن کا تحفظ کریں گے۔ اور اگر اُنہیں اپنے حقوق کا علم ہی نہ ہو تو وہ اُن کا تحفظ کیسے کر سکتے ہیں۔ ہمارے نصاب میں شدت پسندی کو فروغ دینے والا مواد بچوں کو پڑھایا جا رہا ہے جس سے خدشہ ہے کہ وہ بڑے ہو کر انتہا پسندانہ کاروائیوں کی طرف مائل ہوں گے اور اُن میں انسانی حقوق کے احترام کے جذبات کا فقدان ہوگا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام جماعتوں کے نصاب میں انسانی حقوق کو ایک علیحدہ مضمون کے طور پر پڑھایا جائے اور ایم اے کی سطح پر انسانی حقوق کا مکمل کورس متعارف کروایا جائے۔

میڈیا کیا ہے، اس کی اقسام، بدلتے ہوئے رجحانات اور انتہا پسندی کے انسداد یا فروغ میں میڈیا کا کردار

منظور بلوچ

ہمارا پورا ملک اس وقت انتہا پسندی اور دہشت گردی کی لپیٹ میں ہے۔ ریاست کے تمام اداروں کا فرض ہے کہ وہ انتہا پسندی کے خاتمے کے لیے کردار ادا کریں۔ اس حوالے سے میڈیا انتہائی اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ انتہا پسندوں کے خلاف رائے عامہ ہموار کرنے میں میڈیا اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ اس وقت صورتحال یہ ہے کہ عوام میں انتہا پسندوں کا اچھا تشخص ہے، لوگ انتہا پسندی کے خاتمے کی بات تو کرتے ہیں مگر انتہا پسندوں کے خلاف کاروائی پر پوری قوم متفق نہیں ہے۔ اس حوالے سے میڈیا کو کردار ادا کرنا چاہیے۔ میڈیا کو چاہیے کہ انتہا پسندوں کا اصل چہرہ قوم کے سامنے لائے۔ علاوہ ازیں میڈیا سے منسلک افراد کی تعلیم و تربیت کی اشد ضرورت ہے کیونکہ غیر تعلیم و تربیت یافتہ صحافیوں کی وجہ سے بھی قوم کو مسائل کا سامنا ہے۔

جمہوریت اور انسانی حقوق، ان کی حقوق اور معاشی ترقی کے مابین تعلق

منظور بلوچ

ریاست کے قیام کا بنیادی مقصد انسانی حقوق کا تحفظ تھا اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے سب سے بہتر طرز

انسانی حقوق کے تحفظ کی تحریک کی کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ تدریسی نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کو شامل کیا جائے کیونکہ سکولوں میں زیر تعلیم بچے ہی قوم کا مستقبل ہیں۔

حکومت جمہوریت ہے۔ اس لحاظ سے جمہوریت اور انسانی حقوق کا ایک دوسرے کے ساتھ انتہائی قریبی تعلق ہے۔ مگر ہمارے ملک میں انسانی حقوق کی بڑھتی ہوئی خلاف ورزیوں کی وجہ سے لوگوں کا جمہوریت پر سے یقین ختم ہوتا جا رہا ہے۔ اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ جمہوری اداروں کو انسانی حقوق کے تحفظ پر مامور کیا جائے۔ اگر ہمارا ملک معاشی ترقی کرے گا تو ریاست لوگوں کی بنیادی ضروریات پر وسائل صرف کر سکے گی۔ اس لیے ملک کی معاشی ترقی لازمی ہے۔

انتہا پسندی کیا ہے، اس کی مختلف اقسام، ہماری زندگیوں پر اثرات اور روک تھام کے لیے لائحہ عمل

حفیظ بزدار

انتہا پسندی سے مراد اپنے رویے اور عمل میں لچک پیدا نہ کرنا اور اپنی سوچ کو دوسروں پر مسلط کرنا ہے۔ انتہا پسندی کی اقسام میں معاشی انتہا پسندی، سیاسی انتہا پسندی، مذہبی انتہا پسندی، مسلکی انتہا پسندی اور سماجی انتہا پسندی شامل ہیں۔ انتہا پسندی نے ہمارے معاشرے کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔ اس لیے اس کی روک تھام ضروری ہے۔

مذہبی و مسلکی ہم آہنگی اور رواداری کا فروغ اور انتہا پسندی کے انسداد کے لیے لائحہ عمل

عبدالعزیز

ہمارے سماج میں دہشت گردی اور انتہا پسندی کے فروغ کی ایک بڑی وجہ مسلکی ہم آہنگی اور رواداری کا فقدان ہے۔ جب تک مسالک کے مابین ہم آہنگی رہی ہم انتہا پسندی سے بچے رہے اور ہمارا معاشرہ قتل و غارت سے محفوظ رہا۔ پھر آہستہ آہستہ مسالک کے مابین کشیدگی کو فروغ ملا اور رواداری کی جگہ عدم رواداری نے لے لی جس کا خمیازہ آج ہم انتہا پسندی اور دہشت گردی کی صورت میں بھگت رہے ہیں۔

اپر دیر 01-02 نومبر 2014ء

انسانی حقوق کے فروغ، حقوق کی تحریک کو مستحکم کرنے کیلئے حکمتِ عملی کی تشکیل اور عوام تک رسائی حاصل کرنے میں سول سوسائٹی کا کردار

حفیظ احمد بزدار

ہمارے ہر حق کے پیچھے ایک دعویٰ ہوتا ہے۔ ہمارے بہت سے حقوق ہیں، معاشرتی حق، آزادی کا حق، معاشی حق اور اِس طرح کے اور بہت سے حقوق ہیں جو ریاست پر ہماری طرف سے لاگو ہیں۔ جہاں تک بات ہے جمہوریت کی تو جمہوریت ایک فلسفہ ہے جبکہ حکومت تو آتی جاتی رہتی ہے لیکن جمہوریت قائم رہتی ہے۔ چاہے عملی طور پر ہو یا برائے نام لیکن جمہوریت کسی نہ کسی شکل میں موجود رہتی ہے۔ ریاست عوام سے ٹیکس لیتی ہے اور اس کے بدلے عوام کو ان کے حقوق اور سہولیات دیتی ہے۔

جب ریاست عوام سے ٹیکس لیتی ہے تو یہ ریاست کا فرض ہے کہ وہ اپنی رعایا کو اُن کے حقوق دے۔ اِسی طرح اگر تاریخ پر نظر ڈالیں تو دوسری جنگِ عظیم جو کہ 1936ء سے 1945ء تک جاری رہی اُس میں چھ کروڑ لوگ مارے گئے تھے۔ اس صورت حال کو مدِ نظر رکھتے ہوئے UDHR معرضِ وجود میں آیا جس پر تمام ممبران نے 1948ء میں دستخط کئے تاکہ ایسی خونریز جنگوں کا سدباب کیا جا سکے اور انسانی حقوق پامال نہ ہوں۔ انسانی حقوق کی تحریک کو مستحکم کرنے کیلئے ضروری ہے کہ لوگوں میں اِن کے حقوق کے حوالے سے شعور و آگاہی ہو۔ سب کے حقوق یکساں ہیں چاہے کوئی امیر ہو یا غریب۔

انتہا پسندی کیا ہے؟ مختلف اقسام، ہماری زندگیوں پر اثرات اور روک تھام کیلئے لائحہ عمل:

محمد وہاب

انتہا پسندی ایک ایسے رویے کا نام ہے جس کی وجہ سے پورا معاشرہ بگاڑ کی طرف جاتا ہے اور لوگ ایک عجیب صورتحال سے دو چار ہوتے ہیں۔ معاشرے کے اندر ایسے عناصر کارفرما ہوتے ہیں جنکی وجہ سے بہت سے معاشرتی، معاشی، مذہبی اور سیاسی مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ یہ لوگ یا تو گروہ کی شکل میں ہوتے ہیں یا انفرادی شکل میں اپنی

سرگرمیاں انجام دیتے ہیں اور اس کے لیے وہ مختلف ذرائع استعمال میں لاتے ہیں۔آج کل اگر ہم غور کریں تو لوگ وہی سنتے اور مانتے ہیں جو مولوی حضرات کہتے ہیں،بعض مذہبی رہنما دین کی اپنے طریقے سے تشریح کرتے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔انتہا پسندی کی سب سے بڑی قسم مذہبی انتہا پسندی ہے۔

مذہبی انتہا پسندی عہد حاضر کا اہم اور حساس موضوع ہے۔قومی اور بین الاقوامی سطح پر اس موضوع کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ہم اس رسول ﷺ کی امتی ہیں جو تمام دنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا۔مگر اب ہمارے معاشرے میں مذہبی انتہا پسندی کا مطلب یہ ہے کہ ایک مذہب یا مسلک والے یہ سمجھیں کہ سارا حق ان کے پاس ہے اور اس کلی حق کے لئے ضروری ہے کہ اسے دوسروں پر بزور طاقت مسلط کیا جائے۔اگر وہ نہ مانے تو اس پر تشدد کیا جائے اور اس سے بزور طاقت منوایا جائے۔ اس طرح مختلف مسالک اور فقہائے اربعہ کے مابین جو اختلافات واقع ہوئے ہیں ان کو اس درجہ کا اختلاف سمجھا جانے لگا جس کی وجہ سے ایک دوسرے کو فاسق وفاجر اور کافر تک کہا جانے لگا۔ بلکہ اس سے آگے بڑھ کر ایک دوسرے کے خون کو مباح سمجھا جانے لگا ۔یہ مذہبی انتہا پسندی کی قبیح ترین شکل ہے جو کہ نہ تو قرآن و سنت سے کہیں ثابت ہے اور نہ ہی اس کی کہیں کوئی مثال ملتی ہے۔اسی طرح خودکش حملے اور فرقہ وارانہ ٹارگٹ کلنگ مذہبی انتہا پسندی کی بدترین شکلیں ہیں۔

طرزِ فکر میں مثبت تبدیلی اور جمہوری رویوں کے فروغ کے لئے تعلیمی اداروں اور نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت کی اہمیت

بخت روان

طرزِ فکر سے مراد سوچنے کا طریقہ کار ہے کہ انسان کس طرح سے مختلف چیزوں کے متعلق سوچ اور فہم سے کام لیتا ہے اور کس طرح اپنے رویے کو ایک مثبت شکل دیتا ہے۔جمہوریت تب ہی قائم ہوسکتی ہے جب ہمارے رویوں اور سوچ میں مثبت تبدیلی آئے۔یہ سب تب ہی ممکن ہے کہ ہم ایک دوسرے کو برداشت کریں ایک دوسرے کی رائے کا احترام کریں اور مل کر اس ملک وقوم کی ترقی اور خوشحالی کے لیے کوششیں کریں۔دنیا میں جتنی بھی ترقی یافتہ اقوام ہیں وہ اسی طریقہ کار کو اپنا کر آگے بڑھی ہیں۔ان کی سوچ صرف خود تک محدود نہیں تھی وہ پوری قوم کے لیے سوچ رکھتے تھے۔اسی طرح اگر ہم بھی اجتماعی سوچ سے کام لینگے تو بھلائی ہماری ہی ہوگی۔اگر ہم دیکھیں تو تعلیم ہی ایک ایسا راستہ ہے جس پر چل کر ہم ترقی کی منزلیں طے کرسکتے ہیں۔بشرطیکہ وہ تعلیمی نظام اس قابل ہو کہ اس میں جدید علوم شامل ہوں اور اس کے علاوہ اس میں انسانی حقوق سے متعلق بھی کافی حد تک مواد شامل ہو۔

انسانی حقوق کی تعلیم معاشرے کے سدھار میں مرکزی کردار ادا کرتی ہے۔اس لئے نصاب کو ترتیب دیتے وقت یہ ذہن میں رکھنا چاہئے کہ اُس میں ایک جزو انسانی حقوق کے حوالے سے آگاہی کا بھی ہو۔اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ بچوں کو شروع وقت سے ہی اپنے اور دوسرے لوگوں کے حقوق کا پتہ ہوگا اور معاشرے میں حقوق کے حوالے سے ایک توازن رہے گا۔نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت اِس لئے بھی ضروری ہے کہ معاشرے کے ہر فرد کو آئین کے بارے

> کچھ ایسے مذہبی گروہ ہیں جو مذہب کو اپنے ذاتی فائدے کی خاطر استعمال کرتے ہیں اور اسکی غلط تشریح کرتے ہیں جس کی وجہ سے معاشرے میں انتشار پھیلتا ہے۔

میں یا اُس کی شقوں کے بارے میں علم نہیں ہوتا اس لئے اگر تعلیمی نصاب میں یہ چیز شامل ہوگی تو اس کا بہت فائدہ ہوگا۔

مذہبی انتہاء پسندی کے انسداد یا فروغ میں میڈیا کا کردار اور ذرائع ابلاغ سے منسلک لوگوں کی تربیت کی اہمیت

عمران خان

جہاں تک بات مذہبی انتہا پسندی کی ہے تو وہ مذہب کی نہیں بلکہ ہماری اپنی پیداوار ہے۔ہم بذات خود مذہب کے بارے میں بہت حد تک انتہا پسند رویہ اپناتے ہیں اور یہی رویہ جب شدت اختیار کرتا ہے تو بہت سی تباہیوں کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے۔اپنی اس انتہا پسندانہ سوچ کو دوسروں پر مسلط کرنے کے لیے ہم کوئی بھی راستہ اختیار کرنے سے گریز نہیں کرتے۔جہاں تک بات اس میں میڈیا کے کردار کی ہے تو آج کے جدید دور میں اس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔آج کل جتنے انتہا پسند مذہبی گروہ ہیں وہ میڈیا ہی کے ذریعے اپنا اور اپنی سوچ کا پرچار کررہے ہیں اور میڈیا بھی کھلے دل سے ان کو خوش آمدید کہتا ہے۔یہاں تک کہ کافی میڈیا چینلز کھل گئے ہیں۔اس وجہ سے مذہبی انتہا پسندی نے اور بھی زور پکڑ لیا ہے۔آج کل میڈیا پر جو دکھایا جاتا ہے وہ درحقیقت دیکھنے کے لائق ہے ہی نہیں۔میڈیا لوگوں کی معلومات کا ذریعہ ہے اور لوگ جو میڈیا پر دیکھتے ہیں اسی پر یقین کرتے ہیں جس کی وجہ سے کافی حد تک وہ گمراہ ہوتے ہیں۔اگر میڈیا انتہا پسند گروہوں کو کوریج نہیں دیگا تو ان کو اپنی دہشت پھیلانے کا موقع ہی نہیں ملے گا۔اسی طرح میڈیا میں جو لوگ کام کرتے ہیں ان کی ہر لحاظ سے تربیت ضروری ہے تاکہ وہ غلط اور صحیح کو پہچان پائیں اور لوگوں کو گمراہ نہ کریں۔اس مقصد کے لیے ملک میں ایسے ادارے قائم کیے جائیں جہاں پر ان صحافیوں کی ٹریننگ ہو اور ان کو صحافتی اقدار سکھائی جائیں۔

انتہا پسندی کے انسداد میں ادب،ادیب اور فنون لطیفہ کا کردار

بخت روان

انتہا پسندی کا مطلب کسی بھی عمل میں انتہا کی حد تک پہنچ جانا ہے اور پھر اسی عمل کو ہتھیار بنا کر لوگوں کو ہراساں کرنا اس سے بھی بدتر عمل ہے۔اس ضمن میں جہاں تک ادب یا ادیب کے کردار کی بات ہے تو وہ ہمیشہ سے معاشرے کے حالات پر لکھتے رہے ہیں۔لیکن بدقسمتی سے آج کے دور میں ادب یا ادیب کی طرف کوئی توجہ ہی نہیں دیتا جس کی وجہ سے ادب ادھورا اور ادیب ناراض رہتے ہیں۔لیکن پھر بھی جتنا کام ادب ادیب نے کر دیا ہے اس کو پڑھ کر کافی حد تک ہم افرا تفری اور انتشار کے شکار اس معاشرے کو سدھار سکتے ہیں۔ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم کھوئے ہوئے ادب اور ناراض ادیب کو ڈھونڈ کر ان سے فائدہ لیں اور وقت اور حالات کو سدھارنے کے لیے عملی قدم اٹھائیں۔

فنون لطیفہ: جس طرح اللہ تعالیٰ خالقِ کائنات ہے اور مصور کائنات بھی، قدرت نے اس کائنات کو مخلوقات، نباتات اور جمادات سے زیب و زینت عطا کردی ہے۔زمین وآسمان اسکی کرشمہ سازیوں کے ایسے نمونے ہیں کہ عقل انسانی اس کے جلال و جمال کو دیکھ کر حیران رہ جاتی ہے۔اللہ نے انسان کو جتنی خوبیاں عطا کی ہیں اس میں تخلیق کا وصف سب سے نمایاں ہے۔جو شخص کائنات کو اور یہاں بسنے والی مخلوق کو دل کی نگاہ سے دیکھنے کی صلاحیت رکھتا ہے وہ اس مادی دنیا میں اپنے تخلیق کے عمل میں نمایاں کردار ادا کرسکتا ہے۔شرط صرف یہ ہے کہ وہ فطرت شناس ہو اور انسانیت کے لیئے نیک جذبات رکھتا ہو اور اُسکی ذہنیت انتہا پسندی سے کوسوں دور ہو۔

مذہب کی من مانی تشریح،انتہا پسندوں کا ہتھیار

انور زمین

کچھ ایسے مذہبی گروہ ہیں جو مذہب کو اپنے ذاتی فائدے کی خاطر استعمال کرتے ہیں اور اسکی غلط تشریح کرتے ہیں

جس کی وجہ سے معاشرے میں انتشار پھیلتا ہے۔انتہا پسند کون ہے؟

انتہا پسند: عوام جمہوریت کے راستے پر جاتے ہیں اور آپس میں تمدنی زندگی گزارتے ہیں اور جو لوگ اس راستے سے ہٹ کر خود اپنے وضع کردہ قانون بنائیں انتہا پسند کہلاتے ہیں۔ جہاں انسان کی جان اور خون محفوظ ہو تمدنی زندگی کہلاتی ہے۔انسانی خون بہت محترم ہے۔اشتراک زندگی، عبادات، معاملات سے اگر کسی کو خطرہ ہو تو انسان کوئی کام نہیں کرے گا۔نہ نیلسن منڈیلا جیسا کوئی شخص دنیا میں پیدا ہوگا جس کو کسی سے نفرت نہ ہو۔ ہم فطری طور دوسروں کے قریب اور نفرتوں سے دور رہتے ہیں۔ برطانوی لوگ تجارت کی غرض سے بر صغیر پاک و ہند آئے اور ایسٹ انڈیا کے نام سے ایک کمپنی بنائی۔1857ء کی جنگ آزادی میں مسلمانوں کو نقصان ہوا۔

مسلمان حکمران: ہندوستان میں اسلام کے بنیادی اصول سے ہٹ کر ماضی کے مسلمان حکمرانوں نے علاقوں پر قبضہ کیا۔محمود غزنوی ایک بڑا سپہ سالار گزرا ہے۔ اس کی افغانستان سے ہندوستان آمد کی غرض وہ قدرتی وسائل اور سومنات مندر کا خزانہ تھا جس پر وہ قبضہ کرنا چاہتا تھا۔نادر شاہ نے دہلی پر حملہ کیا اور کافی مسلمان اس میں قتل ہوئے۔اسلامی جہاد کے مطابق حملہ کرنے سے قبل مخالف کو حملے کی پیشگی اطلاع دینی چاہیئے۔قتل عمد کی ممانعت، آگ میں جلانے کی ممانعت، قتل اسیر کی ممانعت، بدنظمی و انتشار کی ممانعت، وحشیانہ افعال کی ممانعت، قتل سفیر کی ممانعت ہے۔

بعداز ورکشاپ شرکاء کا استعدادی جائزہ: جس طرح پروگرام کے آغاز میں شرکاء کو ایک استعدادی جائزے کا فارم دیا گیا اسی طرح اختتام پر بھی دیا گیا کہ شرکاء نے اس ورکشاپ سے کتنا کچھ سیکھا ہے۔

ورکشاپ کے بارے میں شرکاء کی رائے: تمام شرکاء نے ایسے ورکشاپ کو ایچ۔ار۔سی۔پی کا ایک بہترین اقدام قرار دیا اور یہ رائے دی کی ایسی تربیتی ورکشاپ پورے پاکستان کے کونے کونے میں کروانی چاہیں۔

مالاکنڈ 08-09 نومبر 2014ء

انسانی حقوق کے فروغ اور انتہا پسندی کے انسداد میں ادب، ادیب اور فنون لطیفہ کا کردار

حفیظ احمد بزدار

انسان ہمیشہ سیکھنے کے عمل سے گزرتا ہے اور یہ عمل بچپن سے شروع ہوتا ہے، کائنات کی ہر چیز میں سیکھنے اور سمجھنے کے لیے کچھ نہ کچھ ضرور ہوتا ہے۔اسی طرح حقوق کے لیے کام کرنے کے بھی کچھ قوائد وضوابط اور طریقے ہوتے ہیں، جیسا کہ ہمیشہ یہ کوشش کرنی چاہیے کہ ہم ہر بات شائستگی اور دلیل کے ساتھ کریں تا کہ سننے والے پر اچھا اثر ہو اور اسے سمجھ بھی آئے۔اسکی بہترین مثال حضور پاک ﷺ کی ذات ہے جنھوں نے اپنی ساکھ بنانے کے لیے 40 برس لگائے اور نہ صرف اہل اسلام بلکہ دیگر مذہب کے لوگوں کو بھی اپنا گرویدہ بنایا۔ایسا صرف تب ہی ممکن ہوا جب حضور پاک ﷺ نے اپنا ایک تشخص بنایا۔

انسان پہلے سوچ کے مرحلے سے گزر کر عمل کی دنیا میں قدم رکھتا ہے اس لیے ہمیشہ اپنی سوچ کو قابو میں اور مثبت رکھنا بہت ضروری ہے کیونکہ ہماری سوچ ہمارے عمل کی ترجمان ہوتی ہے۔اگر وہ ٹھیک ہوگی تو سب کچھ ٹھیک ہوگا۔ادب اور ادیب کسی معاشرے کا ایک بہترین سرمایہ ہوتا ہے اور کسی بھی

> کچھ گروہ ایسے ہیں جو سمجھتے ہیں کہ قانونی ذرائع سے نہ تو حالات بدلنے والے ہیں اور نہ یہ نظام ٹھیک ہونے والا ہے اس لیے وہ معاشرے کے اندر بد عنوانی اور انتشار پھیلانے والے عناصر کو فروغ دیتے ہیں

حوالے سے ان کے کردار کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔ہر دور میں شاعروں اور ادیبوں نے معاشرے کی اصلاح کے لیے کام کیا ہے اور اس کے کافی بہتر نتائج بھی سامنے آئے ہیں۔ادب سے مراد الفاظ کا احسن انتخاب اور بیان اور اچھے طریقے سے اسلوب ہے۔الفاظ پہلے سے موجود ہوتے ہیں لیکن ان کو ترتیب دینا پڑتا ہے اور ایسے سانچے میں ڈھالنا پڑتا ہے کہ ان سے ایک بہترین شاہکار بنے، وہ پڑھنے کے لائق بھی ہو اور معاشرے کے سدھار میں کردار بھی ادا کرے۔اس کے علاوہ اور دوسرے فنون بھی ہیں جو کہ مختلف شکلوں میں ہمیں دکھائی دیتے ہیں، جیسے، پینٹنگ، ڈرامہ، سنگ تراشی، آرکیٹیکچر اور اس جیسے اور فنون جو کسی نہ کسی طرح سے لوگوں کی توجہ کا مرکز بنتے ہیں اور ان میں کوئی نہ کوئی پیغام ہوتا ہے۔انتہا پسندی میں ان سب کا بالترتیب ایک عمل دخل ہے اور کافی حد تک اس کا انسداد ممکن ہے بشرطیکہ اس میں ایسی چیزیں شامل ہوں جو کہ صحیح معنوں میں معاشرے کی مثبت رہنمائی کریں۔

طرزِ فکر میں مثبت تبدیلی اور جمہوری رویوں کے فروغ کے لئے تعلیمی اداروں اور نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت کی اہمیت

عذرا بی بی

اگر ہم غور کریں تو دنیا میں جتنی قوموں نے ترقی کی ہے وہ ایک خاص سوچ اور بہتر منصوبہ بندی کے تحت کی ہے۔انھوں نے اپنی سوچ کا دائرہ وسیع کیا اور اپنی سوچ کو دوسرے لوگوں پر دلائل کے ذریعے لاگو کیا اور اس میں سب کی بھلائی کو شامل کیا جسکی وجہ سے لوگوں نے آسانی سے ان کو تسلیم کیا اور اپنے طرز فکر کو بدل کر کے اعلیٰ مقام پایا۔ جہاں تک بات ہے تعلیمی نصاب میں انسانی حقوق کی شمولیت کی یا تعلیم کی تو نیلسن منڈیلا کا ایک قول ہے کہ تعلیم ایک ایسا ہتھیار ہے جس کو استعمال کرکے آپ دنیا بدل سکتے ہیں۔تو اب اندازہ لگا لیں کہ تعلیم کتنی اہم چیز ہے۔تعلیم انسان میں شعور پیدا کرتی ہے اچھے برے کی تمیز سکھاتی ہے اور اپنے حقوق و فرائض سے آگاہ کرتی ہے۔اگر سب کو اپنے حقوق کے بارے میں پتہ ہوگا تو وہ کبھی بھی دوسروں کے حقوق پامال نہیں کریں گے۔اگر ریاست بھی لوگوں کو انکے حقوق دے گی تو پھر ہر شہری ریاست اور عوام کی فلاح و بہبود کے لیے کام کرے گا اور کبھی بھی معاشرے میں بگاڑ پیدا نہیں ہوگا۔سب اپنے فرائض بخوبی انجام دینگے اور سب کی سوچ مثبت ہوگی۔ملک میں موجودہ صورت حال کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جب نوجوان تعلیم سے فارغ ہوتے ہیں تو انہیں بہت مشکل سے نوکری ملتی ہے اور جن کو نہیں ملتی وہ غیر قانونی راستے اختیار کرتے ہیں جسکی وجہ سے ملک میں انتشار پھیلتا ہے۔اس لیے حکومت کو چاہیے کہ وہ سب کے لیے روزگار کے یکساں مواقع فراہم کرے تا کہ ملک بدنظمی اور انتشار سے بچے اور امن و خوشحالی آئے۔

ہمارے معاشرے میں روایتی انتہا پسندی کی مختلف شکلیں اور ان کی روک تھام کی تدابیر

عقیلہ ناز

روایتی انتہا پسندی کی اگر ہم مختصر الفاظ میں تعریف کریں تو یہ ہوگی: جب زندگی کے معمولات کے متعلق ہمارا نظریہ یا عمل معاشرے کے عمومی رویے سے متصادم ہو اور اخلاقیات معاشرے میں مروجہ دستور سے ہٹ کر ہو تو وہ روایتی انتہا پسندی کہلاتا ہے۔اسکی کچھ وجوہات ہیں مثلاً عقائد کا انتشار، ریاست کی طرف سے سماجی انصاف کا نہ ہونا، عدالتی نظام کا غیر مئوثر ہونا، اور بین الاقوامی سیاست اور ہماری جغرافیائی حیثیت وغیرہ۔عام الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ انتہا پسندی وہ اعمال، عقائد، احساسات، نظریات اور حکمت عملی ہے جو فرد یا معاشرے کی عام مروجہ اخلاقی اقدار کے منافی ہو۔اسی طرح معاشرے میں ایک گروہ کا ہیرو دوسرے کا ولن ہوتا ہے اور یہی چیز انتہا پسندی کی بنیاد بنتی ہے۔اب انتہا پسندی آتی کہاں سے ہے اسکی الگ وجوہات ہیں۔کچھ گروہ ایسے ہیں جو سمجھتے

ہیں کہ قانونی ذرائع سے نہ تو حالات بدلنے والے ہیں اور نہ یہ نظام ٹھیک ہونے والا ہے اس لیے وہ معاشرے کے اندر بد عنوانی اور انتشار پھیلانے والے عناصر کو فروغ دیتے ہیں اور اس کا شکار عام آدمی ہوتا ہے۔ انتہا پسندی کو فروغ دو طرح سے ملتا ہے یا تو یہ سیاسی جماعت کی شکل میں اپنی کاروایاں کرتے ہیں یا پر تشدد گروہ کی شکل میں، یا وہ افراد جو سوسائٹی میں ایک منفی عنصر کے طور پر ابھرتے ہیں جس سے ان کو ایک لیڈر شپ مل جاتی ہے۔ یہ افراد یا گروپ اپنے نظریات منوانے کے لیے کسی بھی حد تک جاتے ہیں اور معاشرے کے بگاڑ کا سبب بنتے ہیں۔

انتہا پسندی کے انسداد/فروغ میں میڈیا کا کردار اور ذرائع ابلاغ سے منسلک افراد کی تربیت کی اہمیت

سجاد علی

میڈیا کو ریاست کا چوتھا ستون مانا جاتا ہے لیکن بد قسمتی سے ہمارے میڈیا نے کبھی بھی مثبت رپورٹنگ نہیں کی جسکی وجہ سے ہمارے قومی وقار کو شدید نقصان پہنچا۔ میڈیا نے ہمیشہ اپنی

> انتہا پسندی کا مطلب ہے کسی چیز یا سوچ کو پانے کے لیے انتہا کی حد تک جانا اور اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے کوئی بھی راستہ اختیار کرنا۔

ریٹنگ بڑھانے کے لیے بہت سی ایسی چیزوں کو دکھایا جو کہ نہیں دکھانی چاہیے تھیں۔ جو میڈیا دکھاتا ہے لوگ اسی پر یقین کرتے ہیں کیونکہ ان کے پاس کوئی اور ذریعہ نہیں ہوتا۔ میڈیا کو مثبت رپورٹنگ کرنی چاہیے اور لوگوں کو حقائق سے آگاہ کرنا ان کی اولین ترجیح ہونی چاہیے۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ میڈیا کے ایسے قوانین بنائے جن کو مستقل طور پر نافذ کیا جاسکے اور ان کے اندر رہ کر میڈیا اپنا کام کرے۔ اس کے علاوہ جتنے لوگ میڈیا میں کام کرتے ہیں ان کا ریکارڈ بھی حکومت کے پاس ہونا چاہیے۔ ایسے ادارے قائم کیے جائیں جہاں پر میڈیا سے تعلق رکھنے والے افراد کی تربیت ہو اور ان کو میڈیا کی اخلاقیات سکھائی جاسکیں۔ اگر غیر تربیت یافتہ لوگ میڈیا میں ہونگے تو ایسا ہی حال ہوگا اور حالات بہتری کی بجائے تباہی کی طرف جائیں گے اور دنیا میں ہمارا امیج خراب ہوتا رہے گا۔

جمہوریت اور انسانی حقوق، انسانی حقوق اور معاشی ترقی کے مابین تعلق

ناہید بی بی

جمہور کا مطلب ہے عوام اور جمہوریت کا مطلب ہے کہ ریاست میں عوام کی حکومت ہو اور ان ہی کے ذریعے سے چلائی جائے۔ لیکن بدقسمتی سے پچھلی کئی دہائیوں سے پاکستان میں جمہوریت دیکھنے میں نہیں آئی۔ یہاں تک کہ کسی کی جان و مال تک محفوظ نہیں۔ دہشتگردی اور انتہا پسندی نے اپنی جڑیں اس قدر مضبوط کر لی ہیں کہ انہیں اکھاڑنا ناممکن دکھائی دیتا ہے۔ ملک میں کہیں بھی جمہوریت کی جھلک نظر نہیں آتی۔ ہر دور میں اس ملک کو صرف لوٹا گیا ہے اور بدلے میں اسے انتہا پسندی اور دہشتگردی ہی ملی ہے۔ اس کی وجہ یا تو آمریت رہی ہے یا غلط سیاسی پالیسیاں جن کی وجہ سے جمہوریت صرف برائے نام رہ گئی ہے اور آنے والے وقتوں میں بھی اگر صحیح طریقے سے اس ملک کے نظام کو تبدیل نہیں کیا گیا تو حالات جوں کے توں رہیں گے۔ ہمارے ملک میں آئین بھی ہے اور ہر حکومت کچھ پالیسیاں بھی بناتی ہے۔ لیکن المیہ یہ ہے کہ اس پر عمل درآمد نہیں کیا جاتا اور قانون ایک کاغذ کے ٹکڑے سے زیادہ وہ اور کچھ نہیں ہوتا۔ حکومت ہم سے اربوں روپے ٹیکس لیتی ہے اور اس کے بدلے ہمیں بنیادی حقوق تک نہیں ملتے۔ اپنے ملک میں رہتے ہوئے بھی ہم خود کو محفوظ نہیں سمجھتے۔ ہر روز یہ نعرہ لگایا جاتا ہے کہ معیشت تباہ ہوگئی ہے۔ یہ کیسی معیشت ہے جو 67 سالوں سے تباہ ہوتی آرہی ہے لیکن ابھی تک ملک دیوالیہ نہیں ہوا۔ انسانی حقوق اور معیشت ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ اگر لوگ پر امن اور محفوظ رہیں گے تو وہ اپنا اپنا کام جاری رکھیں گے اور معیشت بدحالی کی طرف نہیں جائے گی۔

انتہا پسندی کی مختلف اقسام، ہماری زندگیوں پر اثرات اور روک تھام کے لیے لائحہ عمل

ضیاء اللہ

انتہا پسندی کا مطلب ہے کسی چیز یا سوچ کو پانے کے لیے انتہا کی حد تک جانا اور اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے کوئی بھی راستہ اختیار کرنا۔ ایسا ہمیشہ وہ لوگ کرتے ہیں جو اس نظام سے اکتا گئے ہوں یا کسی خاص مقصد کے لیے ایسا کریں۔ انتہا پسندی کی بہت ساری اقسام ہیں جس میں مذہبی، سیاسی، معاشرتی یا روایتی انتہا پسندی سرفہرست ہیں۔ ان سب کا ہمارے معاشرے پر مختلف حوالوں سے اثر پڑتا ہے اور معاشرے میں بدامنی اور نا انصافی جنم لیتی ہے۔ کچھ ایسے مذہبی گروہ ہیں جو اپنے مذموم عزائم حاصل کرنے کے لیے مذہب کا غلط استعمال کرتے ہیں اور سادہ لوح عوام کو اپنی باتوں سے پھسلا کر گمراہ کرتے ہیں اور اپنے مقاصد حاصل کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ سیاسی گروہ کے نمائندے بھی طرح طرح سے عوام کو گمراہ کرتے ہیں اور لوگوں کے بیچ رہ کر غلط فہمیاں پیدا کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ دوسرے سیاسی گروپوں کے ساتھ جھگڑتے ہیں جس کی وجہ سے سیاسی انتشار پھیلتا ہے اور بدامنی جنم لیتی ہے۔ جہاں

> جمہور کا مطلب ہے عوام اور جمہوریت کا مطلب ہے کہ ریاست میں عوام کی حکومت ہو اور ان ہی کے ذریعے سے چلائی جائے۔ لیکن بدقسمتی سے پچھلی کئی دہائیوں سے پاکستان میں جمہوریت دیکھنے میں نہیں آئی۔ یہاں تک کہ کسی کی جان و مال تک محفوظ نہیں۔ دہشتگردی اور انتہا پسندی نے اپنی جڑیں اس قدر مضبوط کر لی ہیں کہ انہیں اکھاڑنا ناممکن دکھائی دیتا ہے۔

تک بات ہے روایتی انتہا پسندی کی تو بعض دفعہ یہ گھر سے شروع ہو کر معاشرے اور ملک کی سطح تک پہنچ جاتی ہے اور ایک غیر یقینی صورتحال جنم لینے لگتی ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہوتی ہے کہ معاشرے میں ہر طرح کے انصاف کی عدم دستیابی ہوتی ہے اور لوگ نظام سے اکتا کر اس طرح کے راستے اختیار کرتے ہیں اور یہی گروہ جو سب برائیوں کی جڑ ہیں ان لوگوں کو پلیٹ فارم مہیا کرتے ہیں۔ اس لیے اس کے انسداد کے لیے نہ صرف حکومت کو بلکہ ہم سب کو بھی آگے آنا ہوگا اور ایسا لائحہ عمل تیار کرنا ہوگا جو کہ مستقبل میں ایسے حالات سے اس ملک کو بچا سکے۔

انسانی حقوق کے فروغ، حقوق کی تحریک کو مستحکم کرنے کے لیے حکمت عملی کی تشکیل اور عوام تک رسائی حاصل کرنے میں سول سوسائٹی کا کردار

بشیر احمد

انسانی حقوق کی تاریخ بہت پرانی ہے، جب معاشرہ وجود میں نہیں آیا تھا تو ایک افراتفری کا سا ماحول تھا۔ کسی کو نہ اپنے اور نہ دوسرے کے حقوق کا پتہ تھا۔ ہر انسان اپنی بقا کی جنگ لڑتا تھا لیکن آہستہ آہستہ شعور آتا گیا اور لوگ سمجھنے لگے کہ ان کا ایک دوسرے پر انحصار ہے اور ایک دوسرے کے پر کچھ حقوق اور فرائض ہیں جن کو پورا کر کے ہی وہ سب پرامن اور خوشحال رہ سکتے ہیں۔ یہیں سے پھر انسانی حقوق کے فروغ کا آغاز ہوا۔ کیونکہ انسانی حقوق کو فروغ تب ہی مل سکتا ہے جب اس کے بارے میں ہمیں علم اور شعور ہو۔ اس طرح بہت سے دور ایسے گزرے ہیں جن میں

انسانی حقوق کو فروغ دینے کی تحریکیں چلائی گئی ہیں جن کو کافی حد کامیابی بھی ملی لیکن معاشرے میں موجود انتہا پسند عناصر اس کو کامیاب ہونے نہیں دیتے اور ایسی کاروایاں کرتے ہیں جسکی وجہ سے حقوق کو فروغ نہیں ملتا اور معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔انسانی حقوق کو فروغ دینے میں سول سوسائٹی کا کردار بہت اہم ہے کیونکہ یہی لوگ معاشرے کے بیچ رہتے ہیں اور انہیں آسانی سے لوگوں تک رسائی ہوتی ہے۔اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ سول سوسائٹی ہر لحاظ سے انسانی حقوق کے فروغ کے لیے کام کرے۔سول سوسائٹی کے جتنے ادارے ہیں ان سب کو فعال ہونا چاہیے اور حکومتی اداروں کو چاہیے کہ وہ سول سوسائٹی کی مدد کریں اور ان کے راستے میں حائل مشکلات کو حل کریں۔اس طرح برابری کی بنیاد پر سب کو ان کے حقوق کے بارے میں علم بھی ہوگا اور ان کے حقوق پامال بھی نہیں ہونگے اور امن کی فضا قائم ہوگی۔

جمہوریت ایک ایسا طرز حکومت ہے جس میں عوام براہ راست نظام حکومت میں شامل ہوتے ہیں۔جمہوریت میں تمام فیصلوں میں عوام کو شامل کیا جاتا ہے۔اصل میں جمہوریت کی بنیاد انسانی حقوق پر ہے۔

پسنی 16-17 نومبر، 2014ء

پسنی میں انسانی حقوق کی صورتحال اور شہر کے اہم مسائل

غلام یاسین

تحصیل پسنی آبادی اور رقبے کے حوالے سے ضلع گوادر کی سب سے بڑی تحصیل ہے۔جسکی آبادی اس وقت دو لاکھ سے تجاویز کر چکی ہے۔شہر پسنی کی 80% آبادی غریب ماہی گیروں پر مشتمل ہے۔یہاں کے باشندے اپنے بنیادی انسانی حقوق سے یکسر محروم چلے آرہے ہیں۔1989 میں حکومت نے غیر ملکی امداد سے پسنی کے غریب ماہی گیروں کی فلاح و بہبود کے نام پر 56 کروڑ کی لاگت سے سمندر کے کنارے ایک جیٹی تعمیر کی جس سے مقامی ماہی گیروں کو اپنے روزگار کے حوالے سے کافی فائدہ ہوا۔

مگر حکومتی اداروں کی غفلت اور لاپروائی کی وجہ سے یہ جیٹی 20 سال مکمل کرنے کے بعد صفائی نہ ہونے کی وجہ سے مکمل طور پر مٹی میں دھنس چکی ہے۔جس کی وجہ سے مقامی ماہی گیروں کا روزگار تباہ حالی کا شکار ہے۔کئی دفعہ ڈریجنگ و صفائی کے نام پر حکومتی سطح پر فنڈز منظور ہوئے ہیں۔مگر حقیقی معنوں میں کام کے بجائے صرف سمندری پانی نکال کر کروڑوں روپے کرپشن کی نظر ہوگئے ہیں۔ماہی گیروں کے بچوں کو حکومت وقت چائلڈ لیبر بننے سے بچائے۔مقامی تحصیل پسنی کی آبادی اکیسویں صدی میں بھی پانی جیسے بنیادی مسئلے کا شکار ہے۔پسنی شہر سے 25 کلومیٹر دور شادی کور کے مقام پر ایک ڈیم کئی سالوں سے زیر تعمیر ہے۔

تعلیم بھی ایک بنیادی حق ہے۔انسانی حقوق کے عالمی منشور کی دفعہ 26(1) کے مطابق ہر شخص کو تعلیم حاصل کرنے کا حق ہے لیکن پسنی میں تعلیمی نظام تباہ حالی کا شکار ہے۔یہاں سرکاری تعلیمی ادارے تو موجود ہیں مگر ان اداروں میں بیشتر اساتذہ کی آسامیاں گزشتہ کئی برسوں خالی پڑی ہیں۔

طرز فکر میں مثبت تبدیلی اور جمہوری رویوں کے فروغ کے لیے تعلیمی اداروں اور نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت کی اہمیت

حفیظ بزدار

جب ہم طرز فکر کی بات کرتے ہیں تو یہ جاننا بہت ضروری ہے کہ طرز فکر کیا ہے اور اس میں مثبت تبدیلی کی اہمیت کیا ہے۔سب سے پہلے میں آپ لوگوں کی آراء جاننا چاہتا ہوں کہ آپ لوگوں کی نظر میں سوچ کیا ہے، کہاں سے آتی ہے، کیا سب لوگ مختلف سوچتے ہیں؟ سوچ بذات خود حالات و واقعات سے جنم لیتی ہے، ہم جو کچھ آس پاس دیکھتے ہیں اُس سے ہمارے اندر سوچنے کی صلاحیت جنم لیتی ہے، پھر ہم اُسے عملی شکل دیتے ہیں اور سوچ میں مثبت تبدیلی کے لیے دلیل کی ضرورت ہوتی ہے اور دلیل تعلیم سے ملتی ہے۔ہماری سوچ میں مثبت تبدیلی کے لیے ہمیں بنیادی انسانی حقوق کا پتہ ہونا چاہیئے۔اور اس کے لیے انسانی حقوق کی تعلیم کا عام ہونا بہت ضروری ہے۔لوگوں کو پتہ ہونا چاہیے کہ حق کیا ہوتا ہے اور اُسے کیسے اور کہاں سے حاصل کرنا ہے۔اس کے لیے ریاست کا کردار مثبت ہونا بہت ضروری ہے۔ریاست کا فرض ہے کہ وہ اپنے شہریوں کے جان و مال کا خیال رکھے، ہمیں انسانی حقوق کے کارکن کی حیثیت سے متحرک ہو کر ریاست کو اس ذمہ داری سے آگاہ کرنا چاہیے۔

انتہا پسندی کی مختلف اقسام، ہماری زندگیوں پر اثرات اور روک تھام کے لیے لائحہ عمل

ڈاکٹر عبدالعزیز بلوچ

دنیا کے طاقتور ملک کمزور ممالک کو نیست و نابود کرنے کی دھمکی دے رہے ہیں اور غریب ملکوں میں انتہا پسندی اور دہشت گردی کی وجہ سے موت کا سلسلہ جاری ہے جو کہ ختم ہوتا نظر نہیں آتا۔یہ انتہا پسندی کی چند خطرناک اشکال ہیں کہ عدالت کے سامنے اپنے مخالف کو قتل کر دیا جاتا ہے اور سکیورٹی پر مامور اہلکار نے گورنر سلمان تاثیر کو قتل کر دیا۔کراچی میں سر عام رینجرز فورس نے ایک نوجوان سرفراز کو بے دردی سے مار ڈالا۔یہ تمام واقعات انتہا پسندی کی مختلف اشکال ہیں۔اب انتہا پسندی نے فرد، قوم، قبائل سے نکل کر باقاعدہ ریاستی انتہا پسندی کی شکل اختیار کر لی ہے۔ہماری سیاسی انتہا پسندی کی وجہ سے آج صوبہ سندھ

دنیا کے طاقتور ملک کمزور ممالک کو نیست و نابود کرنے کی دھمکی دے رہے ہیں اور غریب ملکوں میں انتہا پسندی اور دہشت گردی کی وجہ سے موت کا سلسلہ جاری ہے جو کہ ختم ہوتا نظر نہیں آتا۔

کے علاقہ تھر اور کے پی میں آئی ڈی پیز کا جو حال ہے وہ سب کے سامنے ہے۔

قانون اپنے ہاتھ میں لینا، جرم سے متعلق خود فیصلہ کرنا، عدل وانصاف سے مایوس ہو کر اپنی جانب سے رائے قائم کر کے سزا دینا۔اور اپنی مرضی و منشاء کا سزا و جزا کا نظام کرنا، یہ تمام چیزیں انتہا پسندی کے زمرے میں آتی ہیں۔اس کے علاوہ بہت سے صحافی اور سیاسی کارکن انتہا پسندی کا نشانہ بنے۔ان کا گناہ یہ تھا کہ وہ سیکولر نظام اور انسانی حقوق کی بات کرتے تھے۔وہ اصل میں انتہا پسندی کے خلاف تھے۔

جمہوریت اور انسانی حقوق، انسانی حقوق اور معاشی ترقی کے مابین تعلق

سامیہ سلام

جمہوریت ایک ایسا طرز حکومت ہے جس میں عوام براہ راست نظام حکومت میں شامل ہوتے ہیں۔جمہوریت میں تمام فیصلوں میں عوام کو شامل کیا جاتا ہے۔اصل میں جمہوریت کی بنیاد انسانی حقوق پر ہے۔یہ حقوق تمام جمہوری ممالک کے آئین کا حصہ ہیں۔اگر کسی ملک کے نظام حکومت حالت دیکھنی ہو تو ان بہت سے پہلوں کا جائزہ لینا ضروری ہے۔

اول: ملک کی آئین و قانون میں لوگوں کو کسی قسم کے حقوق دیئے گئے ہیں؟

دوئم: کیا لوگوں کے پاس ان حقوق تک رسائی کے مساوی مواقع موجود ہیں؟

سوئم: شہری اور سیاسی حقوق کے حوالے سے عملی حقائق کیا ہیں؟

اس کے علاوہ کیا ریاست اس امر کو یقینی بناتی ہے کہ مذہبی

ولسانی اقلیتوں اور پسماندہ طبقوں کے حقوق کی خلاف ورزی نہ ہونے پائے۔

جمہوریت اور سماجی و معاشی ترقی

جمہوریت، شراکتی سماجی و معاشرتی ترقی پر زور دیتی ہے۔ترقیاتی عمل کے دو مراحل میں لوگوں کی شرکت کو یقینی بنانا ضروری ہے۔ اول سماجی و معاشرتی ترقی کے پروگراموں کی ضرورت کا جائزہ اور تشکیل، دوئم منصوبوں کا نفاذ اور نظر ثانی۔ ترقی کی ضرورت کا جائزہ متعلقہ کمیونٹی کی شمولیت کے بغیر نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوسکتا۔

مذہبی اور مسلکی ہم آہنگی اور رواداری کا فروغ اور نفرت وتعصب کے انسداد کے لیے لائحہ عمل

اگر ہم مذاہب کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ تمام مذاہب ہمیں پرامن رہنے کی ہدایت کرتے ہیں۔ درحقیقت مذہب انسان اور اللہ تعالیٰ کا ذاتی کا معاملہ ہے۔ مذہب اور

> سول سوسائٹی کا فرض ہے کہ وہ معاشرے میں ہونیوالی تبدیلیوں پر نظر رکھے اور عوام کے مفادات کے خلاف ہونے والے اقدامات کی روک تھام کے لیے جدوجہد کرے چاہے وہ اقدامات ریاست کی طرف سے ہوں یا معاشرے کی طرف سے۔

ریاست دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ جب ہم ریاست اور مذہب کو آپس میں جوڑنے کی کوشش کرتے ہیں تو یقیناً مسائل جنم لیتے ہیں۔ مذہبی تفرقہ بازی نے بہت سے مسائل پیدا کیے ہیں۔ہمیں چاہئے کہ ہم رواداری، برداشت، صبر وتحمل اور بھائی چارے کی فضاء قائم کریں، رواداری انسان کا فطری جذبہ ہے۔ جبکہ عدم رواداری حیوانی جذبات کے سامنے ہتھیار ڈالنے کا نام ہے۔

میڈیا کیا ہے، اس کی مختلف اقسام، بدلتے ہوئے رجحانات اور انتہا پسندی کے انسداد یا فروغ میں میڈیا کا کردار

ڈاکٹر عبدالقدوس بلوچ

میڈیا لفظ میڈیم سے نکلا ہے جس کا مطلب ہے راستہ۔ میڈیا کی تین بنیادی اقسام ہیں، ریاستی میڈیا، الیکٹرانک میڈیا اور پرنٹ میڈیا۔

میڈیا کے غیر ذمہ دارانہ رویوں سے انتہا پسند تنظیموں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے، خبر کی دوڑ اور بریکنگ نیوز کی تلاش میں میڈیا خود انتہا پسندی کے فروغ میں ملوث ہے۔

حقوق کے فروغ، حقوق کی تحریک کو مستحکم کرنے کے لیے حکمت عملی کی تشکیل اور عوام تک رسائی حاصل کرنے میں سول سوسائٹی کا کردار

خالد حسین ایڈووکیٹ

دوسری جنگ عظیم میں چھ کروڑ لوگ مارے گئے تھے۔ اس صورتحال کو مدنظر رکھتے ہوئے یوڈی ایچ آر معرض وجود میں آیا۔ جس پر تمام ممبر مالک نے 1947ء میں دستخط کیے تاکہ آئندہ ایسی خونریز جنگوں سے بچا جا سکے۔ جدید جمہوری ریاستے کی ایک لازمی خصوصیت یہ ہوتا تھی کہ یہاں انسانی حقوق کا احترام کیا جائے۔ پاکستان کے ابتدائی حکمرانوں کے ذہن میں بھی پاکستان کا تصور اس سے زیادہ مختلف نہیں تھا۔ 1949ء سے 1973ء تک کے عرصہ میں پاکستان میں بنیادی انسانی حقوق کا تعین کرنے اور اس کے دائرے کو بڑھانے کی کوششیں ہوتی رہیں۔ 1977 کے مارشل لا کے بعد انحطاط کا ایک طویل دور شروع ہوا، اسلامائزیشن پر زور دینے اور نظریہ پاکستان کی من مانی تعبیر کو ریاست پر ٹھونسنے کی وجہ سے انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔

مچھ، بلوچستان 22-21 نومبر 2014ء

انسانی حقوق کے فروغ، حقوق کی تحریک کو منظم کرنے کے لیے حکمت عملی کی تشکیل اور عوام تک رسائی حاصل کرنے میں سول سوسائٹی کا کردار

حفیظ بزدار

انسانی حقوق کا فروغ اور تحفظ بہتر زندگی کی ضمانت ہے اور سول سوسائٹی اس حوالے سے اہم کردار ادا کر رہی ہے۔ سول سوسائٹی کا فرض ہے کہ وہ معاشرے میں ہونیوالی تبدیلیوں پر نظر رکھے اور عوام کے مفادات کے خلاف ہونے والے اقدامات کی روک تھام کے لیے جدوجہد کرے چاہے وہ اقدامات ریاست کی طرف سے ہوں یا معاشرے کی طرف سے۔ ہر ایسی کارروائی کے خلاف آواز بلند کرنے کی ضرورت ہے جو لوگوں کے بنیادی حقوق سے متصادم ہو اور اس تحریک میں عوام کو اپنے ساتھ جوڑنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ہمارے لیے حوصلہ افزائی کی بات ہے کہ سول سوسائٹی نے ہر دور میں حکومت میں لوگوں کے حقوق کی آواز کو اجاگر کیا ہے، اس سلسلے کو جاری رکھنے کی ضرورت ہے۔

انتہا پسندی کے عوام پر اثرات اور روک تھام کے لیے لائحہ عمل اور انسانی حقوق کے کارکنوں کی ذمہ داریاں

فرید احمد

پاکستان کے لیے آج سب سے بڑا خطرہ انتہا پسندی ہے جس کی بدولت آج ہماری بقاء بھی خطرے میں ہے، اس لیے اس کا انسداد ہر حال میں ضروری ہے۔ اس حوالے سے سب سے بھاری ذمہ داری انسانی حقوق کے کارکنوں پر عائد ہوتی ہے۔ یہ ضروری ہے کہ ہم اس مرض سے نجات کے لیے ایک جامع حکمت عملی اپنائیں، سول تنظیموں کا ایک منظم نیٹ ورک قائم کریں اور کارکنوں کو مسلسل رابطہ میں رابطے رکھیں۔ جہاں بھی کہیں بھی انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہو اُسے قلمبند کریں اور اُس مسئلے کو اُجاگر کریں۔ اپنے شہر، محلے اور کمیونٹی کی سطح پر لوگوں کے ساتھ میل جول رکھیں۔ ریاستی حکام کے ساتھ کشیدگی کی صورتحال پیدا کرنے کی بجائے اُنہیں عوام کے مسائل سے آگاہ کریں اور اُن کے حل کے لیے دباؤ ڈالیں اور تمام پرامن ذرائع کو

> پاکستان کے لیے آج سب سے بڑا خطرہ انتہا پسندی ہے جس کی بدولت آج ہماری بقاء بھی خطرے میں ہے ،اس لیے اس کا انسداد ہر حال میں ضروری ہے۔ اس حوالے سے سب سے بھاری ذمہ داری انسانی حقوق کے کارکنوں پر عائد ہوتی ہے۔ یہ ضروری ہے کہ ہم اس مرض سے نجات کے لیے ایک جامع حکمت عملی اپنائیں، سول تنظیموں کا ایک منظم نیٹ ورک قائم کریں اور کارکنوں سے مسلسل رابطہ رابطے رکھیں۔

استعمال کریں۔

انتہا پسندی کے انسداد یا فروغ میں میڈیا کا کردار اور ذرائع ابلاغ سے منسلک افراد کی تربیت کی اہمیت

سمیع زرقون

پاکستان کے تمام معاشرتی و ریاستی ادارے انتہا پسندی سے متاثر ہو رہے ہیں اور تمام اداروں کی ذمہ داری ہے کہ اس کے خلاف اجتماعی جدوجہد کریں۔

میڈیا کا کردار اس حوالے سے اس لیے زیادہ اہم ہے کہ عوام کا سب سے زیادہ رابطہ میڈیا سے ہے۔ میڈیا جو تصویر کشی کرتا ہے، لوگ اُس کو قبول کرنے پر جلدی آمادہ ہو جاتے ہیں۔ میڈیا کو چاہیے کہ وہ انتہا پسندوں اور دہشت گردوں کے خلاف نرم گوشہ ختم کرے اور لوگوں کے سامنے اُنہیں بطور دہشت گرد پیش کرے۔

میڈیا کے افراد اور ملازمین کی تعلیم اور تربیت کی بھی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ غیر تربیت یافتہ ہونے کی وجہ سے بھی وہ مثبت کردار ادا کرنے سے قاصر ہیں۔

عزت کے نام پر قتل اور دورانِ تحویل موت کے بارے میں بلوں کی منظوری

اسلام آباد پاکستان کے ایوانِ بالا (سینیٹ) نے متفقہ طور پر چار (4) اہم پرائیویٹ ممبروں کے پیش کردہ مسودہ قوانین کی منظوری دے دی جو قومی اسمبلی سے منظور ہونے اور صدر کی رضامندی کے بعد نافذ ہو سکیں گے۔

ان میں نام نہاد عزت کی خاطر قتل کو ناقابلِ معافی / راضی نامہ جرم قرار دینے سے متعلق بل بھی شامل ہے۔ ان میں اذیت دینے، دورانِ تحویل موت اور زنا بالجبر کا شکار ہونے والوں کو انصاف کی جلد فراہمی کا مسودہ قانون بھی شامل ہے۔

عزت کے نام پر قتل کے واقعات میں عموماً مجرم کو معافی مل جاتی ہے، کیونکہ عمداً قتل کرنے والا اور مقتول قریبی رشتہ دار ہوتے ہیں اور معافی کے لیے راضی نامہ ہو جاتا ہے۔ حکمران پارٹی / حکومت کی جانب سے سینیٹ میں تو اس کی مخالفت نہیں کی گئی لیکن ایسے کئی بل قومی اسمبلی سے منظور ہونے میں، پسماندہ خیالات کے حامل ممبران رکاوٹ بنتے ہیں۔

غیرت کے تصور نے ایک اور جان لے لی

سوات 13 فروری کو سوات کی تحصیل کبل کے گاؤں شاہ ڈھیری کے نواحی علاقہ سرکاوتی میں سابقہ سسر نے اپنی بہو کو غیرت کے نام پر قتل کر دیا۔ مقتولہ کی زاہد علی ولد علی شیر سے منگنی ہوئی تھی جس پر وہ ناخوش نہیں تھی اور اُس نے یاسین نامی لڑکے کے ساتھ پسند کی شادی کر لی۔ زاہد علی کے والد ملزم علی شیر کو اس بات کا رنج تھا۔ اُس نے رات کی تاریکی میں خاتون کو فائرنگ کر کے قتل کر دیا۔

(فضل ربی)

تنخواہ نہ ملنے پر ہیلتھ ورکرز کا مظاہرہ

بہاولپور 13 فروری کو ضلع بہاولپور کی درجنوں لیڈی ہیلتھ ورکرز نے گزشتہ تین ماہ سے تنخواہیں نہ ملنے پر ای ڈی او ہیلتھ آفس کے خلاف احتجاجی دھرنا دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ تنخواہیں نہ ملنے سے ان کے گھریلو اور معاشی حالات بہت خراب ہو چکے ہیں۔ لہٰذا انہیں تنخواہیں ادا کی جائیں۔

(خواجہ اسداللہ)

سماجی تنظیم کو دھمکیوں کی مذمت

حیدرآباد پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق اسپیشل ٹاسک فورس حیدرآباد نے 16 فروری کو سول سوسائٹی کی تنظیموں کے ساتھ ایک اجلاس منعقد کیا جس میں ''اوئیر'' نامی سماجی تنظیم پر حملہ کی دھمکی کا نوٹس لیا گیا۔ اجلاس میں ان عناصر کی مذمت کی گئی جو اس عمل میں ملوث ہیں اور ضلعی انتظامیہ اور سندھ حکومت کو واقعے میں ملوث مجرموں کی گرفتاری اور تنظیم کے عملے کو تحفظ فراہم کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ مشاورتی میٹنگ میں شرکاء کا کہنا تھا کہ گزشتہ 14 ماہ سے تھرپارکر کی تحصیل ہیڈکوارٹر میں سماجی تنظیم اویئر کی جانب سے علاقے کے دانشوروں اور انسانی حقوق کے کارکنوں کے تعاون سے عوام کی آواز کے نام سے ایک آگہی پروگرام منعقد کیا جارہا تھا۔ اس پروگرام کا مقصد مختلف شعبہ ہائے زندگی کے لوگوں بشمول خواتین کو ایک پلیٹ فارم مہیا کرنا تھا تاکہ وہ جرائم، جہالت، بیروزگاری، قبائلی جھگڑوں، پینے کے پانی کے عدم دستیابی، خراب ٹرانسپورٹ کے حالت طبی اور تعلیمی سہولیات کے فقدان کے حوالے سے اپنی آواز اٹھائیں اور اپنے مسائل بیان کریں۔ 5 جنوری 2014 کے بعد کے تمام پروگراموں کی تفصیلات ویڈیو لنک اور آن لائن پر موجود ہیں۔ ان پروگراموں میں ابھی تک جو مسائل اٹھائے گئے ہیں ان میں 5 فروری کو تڑائی (پانی جمع کرنے کے ذخیرے) پر حکمران جماعت کے بااثر لوگوں کے قبضے کا معاملہ اٹھایا گیا۔ چھاچھرو شہر میں ہندو برادری کے قبرستان پر قبضہ کا معاملہ اٹھایا گیا جس کا قبضہ عدالت کی مدد سے خالی کرایا گیا۔ تھر کے علاقے میں 62 گھوسٹ اسکولوں کی نشاندہی کی گئی جو سابق وزیراعلیٰ ارباب غلام رحیم کے دور سے چلے آرہے تھے جس پر حکومت ان گھوسٹ اسکولوں کے خلاف قدم اٹھانے پر مجبور ہوئی۔ 5 فروری 2015 کو ہر ماہ کی طرح عوام کی آواز پروگرام منعقد ہوا۔ جس میں ایک شریک ہونے والے نے صوبائی وزیر دوست علی راہموں کے کزن کی جانب سے زمین پر ناجائز قبضے کا معاملہ اٹھایا۔ جب وزیر موصوف کے کزن ممتاز راہموں کو معاملے کا پتہ چلا کہ ان کے مبینہ قبضے کا معاملہ عوام کی آواز میں اٹھایا گیا ہے تو انہیں شدید غصہ آیا۔ انہوں نے اوئیر کے عہدیدار جان محمد سموں سے رابطہ کیا اور تلخ نتائج کی دھمکیاں دیں اور کہا کہ عوامی فورم کا یہ سلسلہ فوری بند کیا جائے۔ بعد میں انہوں نے ڈنڈا بردار اور مسلح افراد بھی وائیر کے دفتر واقع چھاچھرو میں بھیجے۔ جنہوں نے آفس کے عملے کو ڈرایا دھمکایا اور ہراساں کیا۔ دوسرے روز صوبائی وزیر کے کزن نے پندرہ مسلح افراد کے ہمراہ ڈبل کیبن گاڑی، تین کاروں اور دو موٹر سائیکلوں پر اوئیر کے دفتر پر دھاوا بول دیا۔ اور دفتر کے عملے کو دفتر سے باہر آنے کا کہا۔ عملے نے ان سے درخواست کی کہ وہ اندر آجائیں بیٹھ کر آرام سے بات کر سکتے ہیں۔ بالآخر وزیر موصوف کے کزن ممتاز اپنے مسلح ساتھیوں سمیت دفتر کے اندر آئے اور عملے کی کوئی بات سنے بغیر دھمکیاں دیتے رہے۔ انہوں نے 24 گھنٹوں کے اندر دفتر بند کرنے، بصورت دیگر سخت نتائج بھگتنے کی دھمکی دی۔ اس واقعہ کے خلاف دادو۔ جوہی۔ میرپور خاص۔ حیدرآباد۔ مٹھی۔ اسلام کوٹ۔ چیلہار۔ عمرکوٹ وغیرہ میں احتجاجی مظاہرے ہو چکے ہیں۔ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق اسپیشل ٹاسک فورس حیدرآباد کے کوآرڈینیٹر ڈاکٹر اشوتھاما نے شرکاء اجلاس کو پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق اور سول سوسائٹی کے مشترکہ احتجاج اور پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کی طرف سے وزیراعلیٰ سندھ سید قائم علی شاہ کو لکھے گئے خط اور پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کی جانب سے جاری کی گئی پریس ریلیز کے بارے میں بتایا۔ اوئیر کے ڈائریکٹر اکبر راہموں نے اس سلسلے میں ایک مشترکہ اجلاس بلانے کا فیصلہ کیا۔ حیدرآباد سمیت سندھ کے دیگر شہروں سے سول سوسائٹی کے نمائندگان اس اجلاس میں آئندہ کا لائحہ عمل طے کریں گے۔

(ڈاکٹر اشوتھاما)

بیوی کو قتل کر کے لاش جلا دی

سکھر 25 جنوری 2015 کو سکھر کی تحصیل پنوعاقل کے نزد سدھو جا بائی پاس کی میجر کالونی میں حاجی محمد حسن کے مکان میں کرائے پر رہنے والے علی احمد بھیو نے اپنی بیوی 30 سالہ مسماۃ حمیدہ چنو کو تشدد کر کے ہلاک کر دیا اور بعد میں لاش کو نذرِ آتش کر دیا۔ آگ لگنے سے ان کی ایک سالہ بچی بھی جھلس کر زخمی ہوگئی۔ مالک مکان نے پولیس کو اطلاع دی۔ پولیس نے موقع پر پہنچ کر لاش کو اپنی تحویل میں لے لیا۔ پوسٹ مارٹم کرنے والی ڈاکٹر نے کہا کہ مقتولہ کے جسم پر تشدد کے واضح نشانات موجود تھے اور تشدد کرنے کے بعد مقتولہ کو نذرِ آتش کیا گیا تھا۔ پولیس نے ملزم علی احمد کو حراست لے لیا۔ مقتولہ کے چچا منیر احمد کی مدعیت میں باگڑجی تھانے پر ملزم کے خلاف مقدمہ درج کیا گیا۔ منیر احمد کا کہنا تھا کہ ملزم نے بیوی پر بدچلنی کے الزامات لگا کر اسے قتل کیا ہے۔ پولیس کے مطابق ملزم کندھ کوٹ کے گاؤں غازی خان چنو کا رہائشی تھا، جس نے 2010ء کے سیلاب کے بعد نقل مکانی کر کے پنو عاقل کے قریب کرائے کے مکان پر رہائش اختیار کر لی تھی۔ ملزم نے قتل کا اعتراف کر لیا ہے۔

(عبدالغفور شاکر)

سندھ کے کئی سکولوں کو دہشت گردوں کی جانب سے حملوں اور دھمکیوں کا سامنا

حیدر آباد ایک مقامی اخبار میں شائع ہونے والی خبر کے مطابق خان پور، مہر، گھوٹکی میں واقع سکول کو 7 فروری کو طالبان کی طرف سے ایک خط موصول ہوا جس میں سکول کو رواں ماہ بم دھماکے سے اُڑانے کی دھمکی دی گئی۔ سکول کے پرنسپل جے پال داس نے دھمکی آمیز خط موصول ہونے کی تصدیق کی اور کہا کہ مذکورہ خط شدت پسند طالبان کے طرف سے ارسال کیا گیا تھا۔ سکول کے عملے اور طلبہ شدید خوف زدہ ہیں۔ پرنسپل نے حکومت سے اپیل کی کہ سکول کی سکیورٹی کے لیے جلد از جلد ٹھوس اقدامات کے جائیں۔ اسی طرح 6 فروری کو تین نامعلوم حملہ آوروں نے المہر پبلک سکول، گھوٹگی پر حملہ کیا اور ایک استاد کو قتل کر دیا۔ حملہ آوروں نے گولیاں مار کر عبدلحفیظ قاضی کو قتل جبکہ تین خواتین کو زخمی کر دیا۔ اخباری اطلاعات کے مطابق 8 فروری کو بعض نامعلوم شد پسندوں نے ماڈل ہائی سکول گڑھی یاسین، ضلع شکار پور میں کفن نما کپڑا پھینکا جس کے بعد سکول انتظامیہ اور طالب علموں میں خوف وحراس پھیل گیا۔ مذکورہ واقع سکول اوقات کار کے بعد پیش آیا۔ پولیس اور رینجرز اہلکار فوری طور پر جائے وقوعہ پر پہنچے اور نزدیکی فون ایکسچنج پر تعینات دو چوکیداروں کو گرفتار کر لیا۔

(چندن کوہلی)

سکول کو مچھلی فارم میں تبدیل کر دیا

بدین 19 فروری کو مقامی اخبارات پر شائع ہونے والی اطلاعات کے مطابق ضلع بدین کے گاؤں اندھلو میں ایک جاگیردار نے سکول کو اپنے ذاتی مچھلی فارم میں تبدیل کر دیا۔ اطلاعات کے مطابق چند برس قبل جاگیردار نے سکول کی تعمیر کے لیے حکومت کو اس شرط پر اراضی وقف کی تھی کہ سکول کے دو ملازمین ہمیشہ کے لیے اس کی سفارش پر تعینات کیے جائیں گے۔ تاہم ایسا نہ ہونے پر اُس نے سکول میں تعلیمی سرگرمیوں کا سلسلہ بزور طاقت بند کر دیا اور سکول کی اراضی پر مچھلی فارم بنوا دیا مذکورہ سکول میں 300 بچے زیر تعلیم تھے جن کا مستقبل داؤ پر لگا ہوا ہے۔ اس صورتحال کے باعث بچوں کے والدین شدید پریشانی کا شکار ہیں۔

(چند ماہی)

ہندو لڑکیوں کی جبری شادی

حیدر آباد 18 فروری کو تھر سے تعلق رکھنے والے تین ہندو خاندانوں نے ایچ آر سی پی، حیدرآباد دفتر آ کر مطلع کیا کہ اُن کی دو لڑکیوں اور ایک لڑکے کو اغواء کر لیا گیا تھا۔ مزید بتایا کہ مغویان کو ننگر پارکر، ضلع تھر پارکر سے اغواء کیا گیا تھا۔ لڑکیوں کے نام شیلا ولد لالو میگھواڑ اور گڈی والد چیتن میگھوڑا جبکہ لڑکے کا نام مان سنگھ والد لال جی کوہلی ہے۔ بعدازں لڑکیوں کو سامارو میں پیر جان سرہندی کے پاس لے جایا گیا اور وہاں اُن کا زبردستی مذہب تبدیل کر کے اُن کی جبری شادی کر دی گئی۔ لڑکیوں کے ورثاء نے علاقے کے بااثر افراد سے رابطہ کیا اور لڑکیوں کی بازیابی کی کوشش کی مگر وہ ناکام رہے۔ اُنہوں نے مزید بتایا کہ چند دن قبل اُنہیں سندھ ہائی کورٹ، حیدرآباد بینچ کی طرف سے نوٹس موصول ہوا جس میں تحریر تھا کہ اُن کی لڑکیوں نے اسلام قبول کر کے پسند کی شادی کر لی ہے۔ لڑکیوں کے اہل خانہ کا کہنا تھا کہ اُن کی بچیوں کو ڈرا دھمکا کر اُن کا مذہب تبدیل کیا گیا ہے۔ جبکہ 23 دسمبر کو لاڑکانہ کی تحصیل قبو سعید خان کے علاقہ کچی پل میں ممتاز علی والد محمد یوسف کھوسو نے مسلح افراد کے ہمراہ ریشماں اوڈ زوجہ نظیر کو اغواء کر لیا اور زبردستی اُس کو اپنے عقد میں لے لیا۔ لڑکی کے اہل خانہ نے اُس کی بازیابی کے لیے ممتاز کے خاندان والوں سے رابطہ کیا مگر اُنہوں نے لڑکی واپس کرنے سے نکار کر دیا اور متاثرہ خاندان کو خاموشی اختیار کرنے بصورت دیگر تلخ نتائج بھگتنے کی دھمکیاں دیں۔ بعدازاں متاثرین نے ملزموں کے خلاف مقدمہ درج کروایا مگر اس رپورٹ کے ارسال ہونے تک ملزموں کو گرفتار کیا گیا اور نہ ہی لڑکی کو ان کی گرفت سے بازیاب کروایا گیا۔ یاد رہے کہ اغواء کار پہلے سے شادی شدہ ہے اور بچوں کا باپ ہے جبکہ مغویہ ریشماں بھی 5 بچوں کی ماں ہے۔

(اشوتھاما)

2 گھنٹے تک غیر قانونی حراست میں رکھا گیا

بہاولپور بہاولپور کی تحصیل یزمان میں آر پی او بہاولپور کی متوقع آمد کی پیش نظر ٹی ایم اے یزمان کے عملہ صفائی کے چار ملازمین اور سپر وائزر تریش مسیح کو تھانہ سٹی کے ایس ایچ او نے دیر سے پہنچے پر شدید ڈانٹ ڈپٹ کی، گالیاں دیں اور دو گھنٹے تک تھانے میں محبوس رکھا۔ جس پر 7 فروری کو ٹی ایم اے گراؤنڈ میں درجنوں مظاہرین نے شدید احتجاج کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ جب تک ایس ایچ او کے خلاف کارروائی نہیں کی جاتی اُن کا احتجاج جاری رہے گا۔ ایس ایچ او سٹی نے رابطہ ہونے پر بتایا کہ ایسا وقوعہ پیش نہیں آیا۔

(نامہ نگار)

ہندو کمیونٹی کو امتیازی سلوک کا نشانہ بنایا جا رہا ہے

ہرنائی ضلع ھرنائی میں ہندوؤں کی کثیر آبادی مقیم ہے۔ ہرنائی کی تجارتی سرگرمیوں میں اُن کا بنیادی کردار ہے مگر کچھ عرصہ سے اُنہیں بعض عناصر کی جانب سے ہراساں کیا جا رہا ہے۔ چند ہندو تاجر خفیہ طور پر بااثر لوگوں کو بھتہ بھی دیتے ہیں تا کہ انہیں تحفظ مل سکے۔ تاہم اب تحریک طالبان کی طرف سے بھاری مقدار میں بھتہ کی طلب نے انکی مشکلات میں اورزیادہ اضافہ کر دیا ہے۔ جیرام داس نامی ایک ہندو تاجر کو ایک نامعلوم شخص نے ایک پرچی دی جس میں لکھا تھا کہ ہمیں آپ کے کاروبار کا علم ہے۔ آپ ہمیں 50 لاکھ دیں۔ ہمارا ساتھی آپ سے رابطہ کرے گا۔ آخر میں لکھا تھا کہ ''اگر اس بارے میں کسی شخص، پولیس یا حکومت کو آگاہ کیا تو پھر آپ کے خاندان اور کاروبار کو ختم کرنے کیلئے ہمارا ایک خودکش بمبار یا حملہ آور ہی کافی ہے''۔ آخر میں ابو اُسامہ امیر تحریک طالبان پاکستان صوبہ بلوچستان درج تھا۔ دو دن بعد نامعلوم افراد نے جیرام داس کے گھر پر دستی بم سے حملہ کیا ہینڈ گرنیٹ سے حملہ کیا۔ اہل خانہ اپنے کمروں میں موجود تھے جس کی وجہ سے سے کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔

(حمید اسد اللہ کاکڑ)

بھتیجے کی بیوی پر وحشیانہ تشدد

سوات سوات کی تحصیل مٹہ کے گاؤں جودمنڈی میں 19 فروری کو رحمت گل ولد گل نواب نے اپنے بیٹے فرمان اور بیوی سے ملکر اپنے بھتیجے حبیب گل کی بیوی گل بانو پر وحشیانہ تشدد کیا۔ خاتون کے پیٹ میں موجود بچے کو ہلاک کر دیا۔ تشدد کا نشانہ بننے والی خاتون کا شوہر حبیب گل کے والدین بہت پہلے وفات پا چکے ہیں اور حبیب گل اپنے والدین کا واحد وارث ہے معلوم یہ ہوتا ہے کہ تشدد کرنے والا رحمت گل بھتیجے کی ملکیت کا وارث بننا چاہتا تھا۔

(فضل ربی خان)

متاثرین زلزلہ تاحال معاوضے سے محروم

آواران ضلع آواران میں 2013 میں آنے والے زلزلے کے متاثرین میں سے ساڑھے تین ہزار افراد کو 17 ماہ سے زائد کا عرصہ گزرنے کے باوجود مکانات کی تعمیر کے لیے تاحال معاوضہ فراہم نہیں کیا جاسکا۔ضلع آواران اوراس سے متصل ضلع کیچ کے بعض علاقے 24 ستمبر 2013 کو آنے والے زلزلے سے بڑے پیمانے پر تباہی سے دوچار ہوئے تھے۔اس زلزلے میں سرکاری اعداد و شمار کے مطابق 400 افراد ہلاک جبکہ 599 زخمی ہوئے تھے۔ابتدائی سروے کے مطابق زلزلے سے متاثرہ علاقوں میں 30 ہزار سے زائد مکانات متاثر ہوئے تھےلیکن بعد میں حکام نے ان کی تعداد 16 ہزار بتائی۔ڈپٹی کمشنر آواران اورگھروں کی تعمیر کے منصوبے کے پراجیکٹ ڈائریکٹر عزیز جمالی کا کہنا ہے اب تک ساڑھے 12 ہزار متاثرین کو امداد فراہم کی جا چکی ہے۔ان کا کہنا تھا کہ ان میں ساڑھے 7 ہزار سے زائد لوگوں نے گھروں کی تعمیر کا سلسلہ بھی شروع کیا ہے۔انہوں نے کہا کہ لوگوں کو امدادی چیک کی فراہمی کا سلسلہ جاری ہےاور ہم ایک ماہ میں تمام 16 ہزار افراد کو گھروں کی تعمیر کے لیے چیک فراہمی کا ہدف پورا کر لیں گے۔ پراجیکٹ ڈائریکٹر کا تاحال 3500 متاثرین کو معاوضے کی رقم کی عدم فراہمی کی وجوہات کے بارے میں کہنا ہے کہ بعض لوگ موسمی نقل مکانی اور بعض یہاں کی حالات کی وجہ سے دوسرے علاقوں میں گئے ہیں۔ان کا کہنا تھا کہ متاثرین کو ان کے گھروں پر چیک دیے جا رہے ہیں اور زلزلے سے متاثرہ علاقوں میں گھروں کی تعمیر کے لیے حکومت مجموعی طور پر چار ارب روپے فراہم کر رہی ہے۔گھروں کی تعمیر کے لیے جو طریقہ اپنایا گیا ہے اس کے تحت حکومت لوگوں کو گھر بنا کر نہیں دے رہی۔عزیز جمالی کہتے ہیں کہ حکومت کی جانب سے متاثرین کو تکنیکی معاونت فراہم کی جا رہی ہے جس کی افادیت کے بارے میں پراجیکٹ ڈائریکٹر کا کہنا ہے کہ ایک تو تمام رقم متاثرین کو ملے گی جبکہ اس کے علاوہ وہ تعمیراتی کام میں مصروف ہو کر وہ منفی سرگرمیوں سے بھی دور رہیں گے۔آوارن کا شمار بلوچستان کے پسماندہ ترین اضلاع میں ہوتا ہے اور وہ اس جدید دور میں بجلی کی سہولت سے محروم ہے۔متاثرین کو ایک گھر کی تعمیر کے لیے حکومت کی جانب سے مجموعی طور پر اڑھائی لاکھ روپے فراہم کیے جا رہے ہیں۔پراجیکٹ ڈائریکٹر کا کہنا ہے کہ ان میں سے دو لاکھ 20 ہزار گھر کی تعمیر جبکہ 30 ہزار روپے سولر سسٹم کے ذریعے بجلی کی فراہمی کے لیے ہیں۔

(نامہ نگار)

نادرا ملازمین کی علامتی بھوک ہڑتال

حیدرآباد 6 فروری کو آل پاکستان نادرا ایمپلائز یونین نے اپنے مسائل کے حل کے لیے پریس کلب کے سامنے علامتی بھوک ہڑتال کا سلسلہ جاری رکھا جس میں شرکت کرنے والے مردوخواتین نے پلے کارڈز اٹھائے ہوئے تھے جن پر مختلف مطالبات درج تھے۔ایچ آر سی پی کے کارکن لالہ عبدالحلیم شیخ نے بھوک ہڑتال پر بیٹھے ملازمین سے ملاقات کی اور ان کے مسائل سنے۔کیمپ میں موجود نادرا یونین کے رہنماؤں رضا خان سواتی اور نثار عباسی نے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ آئین ہر شہری کو اپنے حقوق کے لیے آواز بلند کرنے کی اجازت دیتا ہے لیکن نادرا انتظامیہ اس آرٹیکل کے برعکس ملازمین کے خلاف انتقامی کارروائیوں پر اتر آئی ہے اور تنخواہوں میں کٹوتی کے ساتھ لاہور ریجن کے ملازمین کو شوکاز نوٹس بھی جاری کئے جا رہے ہیں۔ جبکہ احتجاج کرنے والوں کو مختلف طریقوں سے ہراساں کیا جا رہا ہے۔انہوں نے وزیراعظم سے مطالبہ کیا کہ نادرا ملازمین کو بھی دیگر اداروں کی طرح قانونی مراعات دی جائیں۔

(لالہ عبدالحلیم)

ریلوے ٹریک دھماکہ خیز مواد سے تباہ

جعفرآباد بلوچستان کے ضلع جعفرآباد میں عسکریت پسندوں نے ایک ریلوے ٹریک کو دھماکا خیز مواد سے اڑا دیا۔نواب بگٹی ایکسپریس دھماکے سے بال بال بچی تاہم اس کی تین بوگیوں کو جزوی نقصان پہنچا۔ٹریک کو ڈیرہ اللہ یار کے قریب دھماکا خیز مواد سے اڑایا گیا جو کہ جعفرآباد ضلع کا ہیڈکوارٹر ہے۔عسکریت پسندوں نے ریلوے ٹریک پر 15 کلو بارودی مواد نصب کیا تھا اور جیسے ہی ٹرین قریب سے گزری دھماکا ہو گیا۔دھماکے کے نتیجے میں ملک بھر کی ٹرینوں کی بلوچستان آمدورفت معطل ہو گئی۔تاہم ٹریک کی مرمت کے بعد ٹرین سروس بحال کر دی گئی۔ مذکورہ واقعہ 20 فروری کو پیش آیا تھا۔

(نامہ نگار)

بھٹہ مزدور سراپا احتجاج

ٹوبہ ٹیک سنگھ 17 فروری کو لیبر قومی موومنٹ کے زیر اہتمام بھٹہ مزدوروں نے مقررہ اجرت نہ ملنے پر احتجاجی ریلی نکالی جس کی قیادت ایل کیو ایم کے ضلعی صدر محمد شبیر نے کی۔ ریلی کے شرکاء چوک ملکانوالہ پہنچے جہاں خطاب کرتے ہوئے مقررین نے کہا کہ بھٹہ مالکان مزدوروں کو کم اجرت دے رہے ہیں، پنجاب حکومت نے ایک ہزار اینٹ کی مزدوری 880 روپے مقرر کر رکھی ہے لیکن گوجرہ کے مزدوروں کو صرف پانچ سو روپے دیے جاتے ہیں جبکہ انہیں علاج معالجے کے لیے رقم دی جاتی ہے نہ سوشل سکیورٹی کارڈز بنائے گئے ہیں۔انہوں نے انتباہ کیا کہ انتظامیہ نے مزدوروں کو ان کے حقوق نہ دلائے تو وہ 25 فروری کو چوک ملکانوالہ میں دھرنا دیں گے اور بھوک ہڑتال کریں گے اور یہ احتجاج مطالبات پورے ہونے تک جاری رہے گا۔

(اعجاز اقبال)

نادرا سنٹر کی بندش کے خلاف احتجاج

شہداد کوٹ 7 فروری کو شہریوں نے میروخان تحصیل میں نادرا سینٹر کی بندش کے خلاف احتجاجی مظاہرہ کیا۔ اس موقع پر شہری اتحاد کے رہنماؤں ممتاز علی گوپانگ، حبدار علی جتوئی، طارق احمد ابڑو اور لیاقت سندھی نے میڈیا سے بات چیت کرتے ہوئے بتایا کہ نادرا سنٹر کی بندش سے میروخان تحصیل کے عوام متعدد مشکلات سے دوچار ہو رہے ہیں۔انہوں نے نادرا کے چیئرمین اور اعلیٰ حکام سے میروخان تحصیل کے نادرا سینٹر کو بند کرنے کے اعلان کو واپس لینے کا مطالبہ کیا ہے۔انہوں نے نادرا سینٹر کی بندش کے خلاف احتجاجی تحریک چلانے کا اعلان بھی کیا ہے۔

(ندیم جاوید)

بدامنی کے خلاف احتجاج

شہداد کوٹ شہریوں نے ضلع میں بڑھتی ہوئی بدامنی کے خلاف 6 فروری کو ایک احتجاجی مظاہرہ کیا۔اس موقع پر مظاہرین نے میڈیا سے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ شہریوں کی جان و مال کو تحفظ نہیں دیا جا رہا جس کی وجہ سے وہ احساس محرومی کا شکار ہو رہے ہیں۔انہوں نے کہا کہ پولیس اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کی نااہلی کی وجہ سے لوٹ مار کا بازار گرم ہے۔انہوں نے عوام کو تحفظ دینے کا مطالبہ کیا۔

(ندیم جاوید)

پانچ برسوں میں 4,450 لاشوں کی برآمدگی

اسلام آباد سپریم کورٹ میں جمع کروائی جانے والی ایک رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ ملک کے چاروں صوبوں میں گذشتہ پانچ سال کے دوران 4,450 افراد کی لاشیں ملیں جن میں سے تین ہزار سے زیادہ کو شناخت کے بعد ان کے ورثا کے حوالے کیا جا چکا ہے۔ پاکستان کے چاروں صوبائی ایڈووکیٹ جنرلز نے یہ تفصیلات بلوچستان کے علاقے خضدار سے اجتماعی قبروں سے ملنے والی لاشوں کے مقدمے کی سماعت کے دوران جمع کروائیں۔ سپریم کورٹ میں جمع کروائی گئی ان تفصیلات میں اسلام آباد، وفاق کے زیرِ انتظام قبائلی علاقوں، شمالی علاقہ جات اور پاکستان کے زیرِ انتظام کشمیر سے اس عرصے کے دوران ملنے والی لاشوں کی تعداد شامل نہیں ہے۔ رپورٹ کے مطابق سب سے زیادہ لاشیں صوبہ خیبر پختونخوا سے ملیں جن کی تعداد 2,600 ہے جبکہ سب سے کم لاشیں بلوچستان سے ملی ہیں جن کی تعداد 153 تھی اور ان میں سے 107 افراد کی لاشیں شناخت کے بعد اُن کے ورثا کے حوالے کر دی گئیں۔ خیال رہے کہ انسانی حقوق کے لیے کام کرنے والی غیر سرکاری تنظیموں کے مطابق لوگوں کی جبری طور پر گمشدگی اور پھر مسخ شدہ لاشیں ملنے کے سب سے زیادہ واقعات صوبہ بلوچستان میں پیش آ رہے ہیں۔ ڈیفنس آف ہیومن رائٹس کی چیئرپرسن آمنہ مسعود جنجوعہ کے مطابق گذشتہ پانچ سال کے دوران بلوچستان سے 300 کے قریب ایسے افراد کی لاشیں ملی ہیں جنھیں جبری طور پر لاپتہ کیا گیا تھا اور ان کی لاشیں اتنی مسخ شدہ تھیں کہ ان کی شناخت مشکل تھی۔ سیکیورٹی اداروں کا اس ضمن میں موقف رہا ہے کہ بلوچستان میں جرائم پیشہ عناصر فرنٹیئر کور کی وردی پہن کر لوگوں کو جبری طور پر اغوا کرنے کے واقعات میں ملوث ہیں۔ صوبہ پنجاب سے اس عرصے کے دوران پولیس نے مختلف علاقوں سے 1,299 لاشیں برآمد کیں جن میں سے 1,248 افراد کی شناخت ہوئی جبکہ 51 لاشیں شناخت نہ ہونے کی وجہ سے محکمہ صحت پنجاب کے حوالے کر دی گئی ہیں۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ صوبہ سندھ میں گذشتہ پانچ سال کے دوران 398 لاشیں ملی تھیں جن میں سے 304 افراد کی شناخت ہوگئی جبکہ اس ضمن میں مقامی انتظامیہ نے پرنٹ میڈیا میں 48 اشتہارات بھی دیے تھے۔ صوبہ سندھ میں ملنے والی مذکورہ لاشوں میں سے 50 فیصد سے زیادہ صرف ایک شہر یعنی کراچی سے ملی تھیں۔ اس رپورٹ میں ان افراد کی ہلاکت کی وجہ بیان نہیں کی گئی اور نہ ہی یہ درجہ بندی کی گئی ہے کہ کتنے افراد حادثات کا شکار ہوئے، بیماری یا نشے کی وجہ سے ہلاک ہوئے یا پھر انھیں قتل کیا گیا۔ (رپورٹ مرتب کردہ، شہزاد ملک، بی بی سی اردو)

امامیہ مسجد میں خودکش دھماکہ، 20 ہلاک

پشاور 13 فروری کو صوبہ خیبر پختونخوا کے دارالحکومت پشاور میں ایک مسجد میں ہونے والے خودکش دھماکے میں کم از کم 20 افراد ہلاک اور درجنوں زخمی ہوئے ہیں۔ یہ دھماکہ حیات آباد کے فیز فائیو میں پاسپورٹ آفس کے قریب واقع شیعہ مسلک کی امامیہ مسجد و امام بارگاہ میں اس وقت ہوئے جب لوگ وہاں نماز جمعہ کے لیے جمع تھے۔ خیبر پختونخوا کے آئی جی پولیس ناصر درانی نے جائے وقوعہ کا دورہ کرنے کے بعد صحافیوں کو بتایا ہے کہ حملہ آوروں کی تعداد تین سے چار تھی جو امام بارگاہ کے باہر لگی باڑ کاٹ کر اور دیوار پھاند کر آئے۔ ان کا کہنا تھا کہ ایک حملہ آور نے خود کو مسجد کے برآمدے میں دھماکے سے اڑایا جبکہ ایک حملہ آور کی باقیات مسجد کے ہال سے ملی ہیں۔ ناصر درانی کا کہنا تھا کہ مسجد کے صحن میں موجود افراد نے دلیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے تیسرے حملہ آور کو دھماکہ نہیں کرنے دیا اور وہ فائرنگ سے ہلاک ہوگیا۔ پشاور بم ڈسپوزل یونٹ (بی ڈی یو) کے سربراہ شفقت شاہ نے بتایا ہے کہ حملہ آوروں کی تعداد چار تھی جن میں سے تین کے جسموں کے باقیات اور ایک کی لاش ملی ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ بی ڈی یو نے جائے وقوعہ سے ملنے والے تین دستی بم بھی ناکارہ بنائے ہیں۔ دھماکے کے فوری بعد امدادی کارروائیاں شروع کر دی گئی تھیں اور لاشوں اور زخمیوں کو حیات آباد میڈیکل کمپلیکس اور خیبر ٹیچنگ ہسپتال منتقل کیا گیا ہے۔ خیبر پختونخوا کے وزیرِ اطلاعات مشتاق غنی نے اس حملے میں 20 افراد کی ہلاکت کی تصدیق کی ہے تاہم ان کا کہنا تھا کہ ہسپتال میں رش کی وجہ سے زخمیوں کی صحیح تعداد بتانا ممکن نہیں۔ تاہم حیات آباد میڈیکل کمپلیکس کے ڈپٹی میڈیکل سپرنٹنڈنٹ ڈاکٹر احمد زیب کا کہنا ہے کہ 40 سے زیادہ زخمی ہسپتال لائے گئے ہیں۔ زخمیوں میں سے متعدد کی حالت تشویش ناک بتائی جاتی ہے۔ پاکستانی طالبان نے اس حملے کی ذمہ داری قبول کر لی ہے اور ایک بیان میں کہا ہے کہ یہ ڈاکٹر عثمان کی پھانسی کا بدلہ ہے۔ (نامہ نگار)

مزدوروں کی تنخواہ بڑھانے کا مطالبہ

شہداد کوٹ 6 فروری کو بھٹوں پر کام کرنے والے مزدوروں نے ایک احتجاجی مظاہرہ کر کے سندھ۔ بلوچستان روڈ کو بلاک کر دیا۔ مظاہرین کے ہاتھوں میں پلے کارڈز اور بینرز تھے جن پر مزدوروں کی تنخواہیں بڑھاؤ، انہیں بھوک اور بدحالی کا شکار بنا کر موت کا شکار بنانا بند کرو، مزدوروں کے مطالبات منظور کرو جیسے نعرے درج تھے، اس موقع پر غلام نبی اور کامریڈ قادر بخش سیلرو نے میڈیا سے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ بھٹہ مالکان نے مزدوروں کی تنخواہیں نہیں بڑھائیں اور بڑھتی ہوئی مہنگائی کی وجہ سے مزدور فاقہ کشی کا شکار ہیں۔ انہوں نے مزدوروں کی تنخواہیں بڑھانے کا مطالبہ کیا۔

(ندیم جاوید)

شکارپور سانحے کی مذمت

شہداد کوٹ 7 فروری کو ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کے ضلعی کور گروپ کے کارکنان اور جوائنٹ ایکشن کمیشن کمیٹی کی طرف سے شکارپور کی ایک امام بارگاہ میں ہونے والی دہشت گردی کے واقعے کے خلاف احتجاجی مظاہرہ کیا۔ اس موقع پر مظاہرین نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے انتہا پسندی اور ملک میں بڑھتی ہوئی دہشت گردی کو روکنے کا مطالبہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حکومت نے سنجیدگی سے کبھی بھی بڑھتی ہوئی دہشت گردی کو روکنے کے لیے عملی اقدامات نہیں اٹھائے۔ انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ ملک میں بڑھتی ہوئی انتہا پسندی کا خاتمہ کیا جائے اور شہریوں کو تحفظ دیا جائے۔

(ندیم جاوید)

قبائلی رہنما پر فائرنگ

باجوڑ ایجنسی 7 جنوری کو باجوڑ ایجنسی کی تحصیل سالارزئی کے علاقے بانڈہ میں نامعلوم مسلح افراد کی فائرنگ سے سالارزئی کے قبائلی رہنما ملک فدین شدید زخمی ہوگئے۔ ملک فدین کو زخمی حالت میں ایجنسی ہیڈکوارٹر ہسپتال خار منتقل کیا گیا۔ جہاں ہسپتال ذرائع کے مطابق مزید علاج معالجے کے لیے ملک فدین کو بذریعہ ایمبولینس پشاور منتقل کیا گیا۔ پولیٹیکل انتظامیہ نے واقعے کی تحقیقات شروع کر دی ہیں۔

(شاہد حبیب)

عورتیں

شوہر کا اپنی سابقہ بیوی اور اس کے باپ پر وحشیانہ تشدد

پیر محل شہر کے محلّہ غوثیہ آباد کی رہائشی سویرا یوسف نے گھریلو ناچاکی کی بناء پر اپنے شوہر بابر وسیم سے بذریعہ عدالت طلاق حاصل کر لی تھی۔ 28 جنوری کو سویرا یوسف اپنے والد محمد یوسف کے ہمراہ عدالت سے اپنے کسی ضروری کام کے بعد واپس آ رہی تھی کہ اس کے سابقہ شوہر بابر وسیم نے اپنے دیگر دو ساتھیوں سے باہم صلاح مشورہ کر کے باپ بیٹی کو وحشیانہ تشدد کا نشانہ بناتے ہوئے ان سے نقدی اور موبائل فون چھین لئے اور سنگین نتائج کی دھمکیاں دیتے ہوئے فرار ہوگئے۔ تھانہ پیر محل پولیس نے مضروبہ سویرا یوسف کی مدعیت میں واقعہ میں ملوث ملزمان کے خلاف مقدمہ کا اندراج کر لیا تھا۔

(اعجاز اقبال)

میاں بیوی اور 3 بچوں کی لاشیں برآمد

اسلام آباد وفاقی دارالحکومت اسلام آباد میں ایک گھر سے شوہر، بیوی اور 3 بچوں کی لاشیں برآمد ہوئیں۔ زندہ بچ جانے والے ایک بچے کو تشویشناک حالت میں اسپتال منتقل کیا گیا۔ پولیس ذرائع کے مطابق اسلام آباد کے سیکٹر جی سکس ون میں تھانہ آبپارہ کی حدود میں 5 افراد کی لاشیں ملیں۔ مرنے والوں میں ایک مرد، خاتون اور 3 بچے شامل تھے جبکہ ایک بچہ زخمی حالت میں بھی موجود تھا۔ تمام افراد کو گولیاں مار کر ہلاک کیا گیا تھا۔ ہلاک ہونے والوں میں شوہر، بیوی اور ان کے 3 بچے شامل ہیں۔

زندہ بچ جانے والے ایک بچے کو زخمی حالت میں قریبی اسپتال منتقل کیا گیا۔ پولیس کا کہنا تھا کہ ابتدائی معلومات سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ میاں بیوی میں جھگڑا ہوا تھا جس کے بعد شوہر نے مشتعل ہو کر اپنی اہلیہ اور بچوں کو گولیاں مارنے کے بعد خودکشی کی۔ پولیس ذرائع کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ واقعہ کسی دشمنی کا نتیجہ بھی ہوسکتا ہے۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

پنجاب یونیورسٹی کی طالبہ قتل

لاہور لاہور میں پنجاب یونیورسٹی کی طالبہ کو مبینہ طور پر اپنے دوست کے گھر پر قتل کر دیا گیا۔ پولیس نے مقتولہ کے دوست اور ایک خاتون کو گرفتار کر لیا ہے۔ ڈان نیوز کے مطابق پولیس کا کہنا ہے کہ سندر کے علاقے میں پنجاب یونیورسٹی کی طالبہ انعم اپنے دوست ساجد کے گھر اسے ملنے گئی تاہم اس دوران گھریلو ملازمہ صنم نے مبینہ طور پر چپقلش کے باعث گولی چلا دی جس سے انعم موقع پر ہی ہلاک ہوگئی۔ پولیس نے ملازمہ صنم اور ساجد کو حراست میں لے لیا ہے جب کہ تفتیش کے دوران یہ بات سامنے آئی ہے کہ گھریلو ملازمہ صنم طلاق یافتہ ہے جو اپنا کیس لے کر ملزم ایڈووکیٹ ساجد کے پاس آئی تھی۔ ذرائع کے مطابق ساجد اور انعم کے درمیان ایک ماہ قبل انٹرنیٹ پر دوستی ہوئی تھی۔ مذکورہ واقعہ 22 فروری کو پیش آیا تھا۔ (انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ روزنامہ ڈان)

باپ بیٹی کو جھلسا دیا

بہاولپور بہاولپور کی تحصیل حاصل پور کے قصبہ قائم پور میں مسلح افراد نے احاطہ خالی نہ کرنے پر پیٹرول چھڑک کر آگ لگا دی جس سے ظہور احمد اور اسکی بیٹی رابعہ جھلس کر بری طرح زخمی ہوگئے۔ ظہور احمد نے بتایا کہ ملزمان نور محمد، اللہ دتہ اور آصف نے دھمکی دی کہ اگر احاطہ خالی نہ کیا تو وہ اُنہیں جان سے مار دیں گے۔ مقامی پولیس نے ملزموں کے خلاف مقدمہ درج کر لیا۔

(خواجہ اسداللہ)

خاتون بازیاب

بہاولپور بہاولپور کی تحصیل احمد پور شرقیہ کے علاقہ چک نمبر 159 میں واقع گرلز پرائمری سکول میں تعینات ٹیچر سحرش طالبات کے ہمراہ بس سٹاپ سے سکول کی طرف جا رہی تھی کہ چار مسلح افراد اسے زبردستی کار میں ڈال کر فرار ہوگئے۔ اطلاع ملتے ہی پولیس نے تعاقب کیا اور ٹیچر کو بازیاب کر لیا اور اغواء کاروں کو گرفتار کر لیا۔ پولیس کے مطابق اغواء کار بہاولپور کے رہائشی ہیں اور ان کے نام ذیشان، عامر، شہزاد اور جاوید ہیں۔ (خواجہ اسداللہ)

گھر میں گھس کر مکان گرا دیا، عورتوں پر تشدد کیا

ٹوبہ ٹیک سنگھ چک نمبر 762 گ ب کی منور بی بی نے بتایا کہ وہ 3 فروری کو اپنی والدہ، بھابھی اور دیگر اہلخانہ کے ہمراہ گھر میں سوئی ہوئی تھی کہ عابد کاٹھیہ، محمد علی ملوکا، شکور اور مظہر وغیرہ 7 مسلح ملزمان اپنے دیگر نامعلوم ساتھیوں کے ہمراہ زبردستی انکے گھر میں گھس گئے، اور سامان اٹھا کر باہر پھینکنا شروع کر دیا، فائرنگ کر کے انہیں شدید خوفزدہ کیا، اور اس سمیت اسکی والدہ اور بھابھی پر شدید تشدد کیا جس سے ان کے کپڑے بھی پھٹ گئے، انکا مکان گرا دیا۔ جس پر تھانہ اروتی پولیس نے ملزمان کے خلاف مقدمہ درج کر لیا، مگر اس رپورٹ کے ارسال ہونے تک ملزمان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر رہی، تاہم بعدازاں منور بی بی ڈی پی او ڈاکٹر شہزادا کبر کے دفتر میں پیش ہوئی، جس پر ڈاکٹر شہزاد اکبر نے ڈی ایس پی کمالیہ کو ملزمان کے خلاف فوری طور پر کارروائی کرنے کی ہدایت کی۔

(اعجاز اقبال)

کرم ایجنسی میں دھماکہ، خاتون ہلاک

کرم ایجنسی پاکستان کے قبائلی علاقے کرم ایجنسی میں ایک دھماکے کے نتیجے میں ایک خاتون ہلاک اور بچوں سمیت دس افراد زخمی ہوئے ہیں۔ مقامی افراد نے بتایا کہ دھماکہ لوئر کرم کے گاؤں پیر قیوم میں ہوا اور اس کی نوعیت معلوم نہیں ہوسکی۔ دھماکے میں گل خان نامی شخص کے گھر میں موجود ایک خاتون کی ہلاکت ہوئی۔ اس واقعے میں دس افراد زخمی ہوئے جن میں بچے بھی شامل ہیں۔ مقامی ذرائع نے مزید بتایا ہے کہ دھماکے کی نوعیت اور واقعے کی تحقیقات کے لیے بم ڈسپوزل سکواڈ اور دیگر عملہ جائے وقوعہ پر پہنچ گیا ہے۔ یاد رہے کہ گاؤں پیر قیوم کرم ایجنسی کے ہیڈ کوارٹر صدہ کے قریب واقع ہے۔ کرم ایجنسی میں شدت پسندوں کی کارروائیوں میں سکیورٹی فورسز اور امن رضا کاروں کو نشانہ بنانے کے متعدد واقعات پیش آ چکے ہیں۔ اس سے قبل پیش آنے والے واقعے میں سکیورٹی فورسز کے قافلے کو نشانہ بنایا گیا تھا جس میں چار اہلکار ہلاک ہوئے تھے۔ خیال رہے کہ پشاور میں آرمی پبلک سکول پر ہونے والے طالبان حملے کے بعد سکیورٹی فورسز کی طرف سے کرم ایجنسی کے بعض علاقوں میں کارروائیاں کی گئی تھیں جس میں درجنوں شدت پسندوں کے مارے جانے کا دعویٰ کیا گیا تھا۔

(نامہ نگار)

پسند کی شادی کرنے پر لڑکی کا مبینہ قتل

اٹک پسند کی شادی کرنے والی لڑکی والدین کے ہاتھوں قتل ہوگئی۔خاوند کی اطلاع پر پولیس نے مقدمہ درج کر کے تفتیش شروع کر دی۔تحصیل فتح جنگ کی رہائشی حمیرا بی بی دختر ممریز خان نے 26 جنوری کو اپنے گاؤں کے آصف اقبال ولد ظفر اقبال سے کورٹ میرج کی۔اگلے ہی روز معززین علاقہ کا ایک جرگہ منعقد ہوا جس میں فیصلہ کیا گیا کہ لڑکی کو ظفر اقبال کی تحویل سے لے کر اس کے والدین کے حوالے کیا جائے۔مزید برآں لڑکی سے وعدہ کیا گیا کہ 29 جنوری کو اس کی باقاعدہ رخصتی کی جائے گی۔تاہم 28 جنوری کو علی الصبح کرنٹ لگنے سے لڑکی کی ہلاکت کی خبر سامنے آئی۔مقتولہ کے اہل خانہ تجہیز و تکفین میں مصروف تھے کہ خاوند آصف اقبال کی اطلاع پر پولیس موقع پر پہنچ گئی لاش قبضہ لے کر پوسٹ مارٹم کیلئے ہسپتال لائی گئی۔والدین نے پولیس کو بتایا کہ حمیرا بی بی پانی کی موٹر چلاتے وقت بجلی کی تاروں سے ٹکرا گئی تھی۔ایس ایچ او احمد خان نیازی کی ہدایت پر ایس آئی سجاد احمد نے حالات مشکوک جانتے ہوئے قتل کا مقدمہ درج کر کے تفتیش شروع کر دی ہے۔

(راشد علی)

لیڈی ہیلتھ ورکرز کو تنخواہوں کی عدم ادائیگی

اٹک چار ماہ سے تنخواہوں سے محروم ضلع اٹک کی لیڈی ہیلتھ ورکر سراپا احتجاج ہیں۔احتجاج کے دوران ای ڈی او ہیلتھ ڈاکٹر مسرت عبداللہ اور اسسٹنٹ کمشنر موقع پہ پہنچ گئے اور لیڈی ہیلتھ ورکروں سے مذاکرات کئے۔بعد ازاں ہیلتھ ورکرز کا ایک وفد DCO چوہدری حبیب اللہ کے دفتر گیا اور اپنا احتجاج ریکارڈ کراتے ہوئے کہا کہ اگر ان کو تنخواہیں نہ ملیں تو پولیو مہم کا بائیکاٹ کیا جائے گا۔DCO نے ہیلتھ ورکرز کے وفد کو تنخواہوں کی ادائیگی کی یقین دہانی کروائی جس کے بعد ہیلتھ ورکرز نے اپنا احتجاج ختم کر دیا۔اس موقع پہ EDO ہیلتھ نے بتایا کہ ہیلتھ ورکرز کی تنخواہیں وفاقی معاملہ ہے اور ان ہیلتھ ورکرز کو مستقل کیا گیا ہے ہوسکتا ہے کہ انہیں کسی ٹیکنیکل مسئلہ کی وجہ سے تنخواہیں بروقت نہ ملی ہوں۔اور ضلعی محکمہ صحت کا ان ورکرز کی تنخواہوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔لیڈی ہیلتھ ورکرز نے احتجاج کے دوران بتایا کہ ان کے بچے فاقوں پر مجبور ہیں۔لیڈی ہیلتھ ورکرز کا کہنا تھا کہ وہ انتہائی باقاعدگی کے ساتھ ڈیوٹی دیتی ہیں لیکن انہیں ہر ماہ باقاعدہ تنخواہ نہیں دی جاتی۔لیڈی ہیلتھ ورکرز نے DCO کی یقین دہانی کے باوجود کہا کہ جب تک ان کی تنخواہیں جاری نہیں کی جائیں گی تب تک وہ ڈیوٹی نہیں کریں گی۔

(راشد علی)

خاتون پر تشدد کرنے کا مقدمہ درج

شہداد کوٹ 23 جنوری کو قمبر شہداد کوٹ میں زکیا چانڈیو کی درخواست پر ڈسٹرکٹ سیشن جج کی عدالت نے بینظیر انکم سپورٹ کی ڈویژنل ڈائریکٹر عابدہ پٹھان کے خلاف کرپشن کرنے اور زکیا چانڈیو پر تشدد کرنے کا مقدمہ درج کرنے کا حکم دیا ہے۔زکیا چانڈیو نے درخواست میں ڈائریکٹر عابدہ پٹھان پر الزام لگایا تھا کہ اس نے بینظیر انکم سپورٹ پروگرام کے ملنے والے کارڈ کے گم ہونے کی شکایت کی تھی جس پر عابدہ پٹھان نے بیس ہزار روپے رشوت لے کر نیا کارڈ بنوانے کے بعد کارڈ میں موجود رقم نکال لی اور کارڈ مانگنے پر زکیا کو شدید تشدد کا نشانہ بنایا۔عابدہ کے خلاف مقدمہ درج کر کے اسے عدالت پیش ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔

(ندیم جاوید)

غیرت کے تصور نے جان لے لی

فیصل آباد تھانہ لنڈیانوالہ کے نواحی گاؤں چک نمبر 630 گ ب جالب دے چک کے رہائشی امتیاز حسین نے مقدمہ درج کرواتے ہوئے موقف اختیار کیا ہے کہ اس نے چھ سال قبل اپنے چچا شوکت حیات سکنہ دلچیاں کی بیٹی صنم بی بی سے پسند کی شادی کی تھی جس کی رنجش پر صنم بی بی کے بھائی شفقت نے 30 جنوری کو فائرنگ کر کے اس وقت اسے قتل کر دیا جب وہ اپنے سسرال میں کھانا تیار کر رہی تھی۔مقتولہ 4 سالہ بچی کی ماں تھی۔پولیس نے مقدمہ درج کر کے کارروائی شروع کر دی ہے۔

(میاں نوید)

سکول میں داخل ہونے والے تین مشکوک افراد گرفتار

بہاولپور بہاولپور کی تحصیل یزمان کے چک نمبر 142 ڈی بی میں واقع گورنمنٹ گرلز ہائی سکول میں 17 فروری کو تین افراد داخل ہوئے جنھوں نے ہیڈ مسٹریس کو اپنا تعارف سکول کی چیکنگ ٹیم کے حوالے سے کرایا مگر ہیڈ مسٹریس کو وہ لوگ مشکوک لگے تو اُنہوں نے چوک 16 بی سی پر فون کیا۔اطلاع ملنے پر پولیس نے موقع پر پہنچ کر اُن مشکوک افراد کو پکڑ لیا جن میں سے اک شخص نے سرکاری یونیفارم پہن رکھی تھی۔

(خواجہ اسد اللہ)

جرگہ میں دو بچیوں کو سنگ چٹی کر دیا گیا

شکارپور 24 جنوری 2015 کو ضلع شکارپور کی تحصیل گڑھی یاسین کے نواحی گاؤں موری جی واندھ میں علاقے کے بااثر شخص سابق یوسی ناظم امتیاز خان جونیجو کی قیادت میں سیاہ کاری کے تنازعے پر جرگہ ہوا، جس میں صوبل جونیجو کو کارو قرار دیتے ہوئے 3 سالہ مقصودہ بنت صوبل جونیجو اور 6 سالہ فدیحہ بنت محبّ جونیجو کو سنگ چٹی کر دیا گیا اور صوبل پر 5 لاکھ روپے جرمانہ عائد کیا گیا۔فیصلہ جاری ہونے کے بعد علاقے کے مولوی نے نکاح پڑھا اور کاری قرار دی گئی خاتون کے بھائیوں 35 سالہ تاجل اور 38 سالہ بادل جونیجو کی دونوں بچیاں دوسرے فریق کے حوالے کی گئیں، جبکہ کاری قرار دی گئی خاتون امتیاز خان کی تحویل میں ہے۔مزید معلوم ہوا ہے کہ صوبل جونیجو اپنی ہی برادری کی 21 سالہ کراڑی نامی لڑکی سے پسند کی شادی کرنا چاہتا تھا۔مگر برادری کا دباؤ پڑنے پر اسے واپس کر دیا جس پر جرگہ منعقد ہوا تھا۔میڈیا پر خبر آنے پر ایس ایس پی شکارپور ثاقب اسماعیل میمن نے نوٹس لیا۔حدود تھانہ 20 میل پر ریاست کی جانب سے ایس ایچ او وکیل جعفری نے 20 افراد کے خلاف مقدمہ درج کیا ہے جن میں سرپنچ امتیاز خان جونیجو، مور جونیجو، تاجل جونیجو اور بادل جونیجو، مینہل جونیجو، صوبل جونیجو، علی گوہر سمیت 20 افراد شامل ہیں۔28 جنوری کو پولیس نے دونوں بچیوں 3 سالہ مقصودہ اور 6 سالہ فدیحہ کو سول کورٹ لکھی غلام شاہ میں پیش کرنے کے بعد ورثاء کے حوالے کیا گیا۔اس واقعہ پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔عدالت میں بچیوں کو ورثاء نے بتایا کہ کسی قسم کا جرگہ منعقد نہیں ہوا تھا۔

(عبدالغفور شاکر)

بچے

سرحد پر دھماکہ، بچہ ہلاک، 9 زخمی

چمن 22 فروری کو پاکستان کے سرحدی شہر چمن میں گاڑی میں نصب دھماکا خیز مواد پھٹنے سے ایک بچہ ہلاک جب کہ 9 افراد زخمی ہوگئے۔ دھماکہ تاج روڈ پر کھڑی ایک گاڑی میں ہوا ہے۔ پولیس کا کہنا ہے کہ دھماکہ خیز مواد گاڑی میں نصب تھا جس کے پھٹنے سے قریب سے گزرنے والا ایک بچہ ہلاک جب کہ 9 افراد زخمی ہوئے جنہیں ضلعی ہسپتال چمن منتقل کر دیا گیا ہے۔

(نامہ نگار)

کھلونا بم سے دو بچے جاں بحق

باغ کشمیر کے ضلع باغ میں 12 فروری کو کھلونا نما بم پھٹنے کے نتیجے میں دو بچوں کی ہلاکت واقع ہوئی۔ ضلع باغ کے ڈپٹی کمشنر ابرار اعظم کا کہنا ہے کہ یہ واقعہ باغ کے گاؤں کھرل ملدیالاں میں پیش آیا جہاں عبدالمجید شیخ کے دو بچوں کو مقامی کھیت سے کھلونا نما ٹین کا ڈبہ ملا جس کے ساتھ وہ کھیلنے لگے۔ اس دوران ڈبہ زمین پر گرنے سے پھٹ گیا۔ حکام کے مطابق واقعے میں چھ سالہ شبنم اور آٹھ سالہ معید ہلاک ہوگئے۔ باغ کا گاؤں کھرل ملدیالاں لائن آف کنٹرول سے 12 کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ تاہم حکام کا کہنا ہے کہ یہ کہنا قبل از وقت ہوگا کہ یہ فوجی ساختہ کھلونا بم تھا یا نہیں۔ ڈپٹی کمشنر ابرار اعظم کا کہنا تھا کہ ابتدائی تفتیش کے مطابق بم دیسی ساخت کا تھا۔ پولیس یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہی ہے کہ مقامی کھیت میں اس نوعیت کا کھلونا نما بم کیسے آیا۔ ضلع باغ کے پولیس کے سربراہ کامران علی کے مطابق پھٹنے والے بم کے ٹکڑے جمع کر لیے گئے ہیں اور اسے فرانزک معائنے کے لیے لیبارٹری بھیجا جا رہا ہے جہاں کیمیائی تجزیے کے بعد ہی معلوم ہو سکے گا کہ بم کی نوعیت اور ساخت کیا تھی۔ انھوں نے کہا کہ بظاہر لگتا ہے کہ بم دیسی ساخت کا تھا۔ پاکستان کے زیر انتظام کشمیر میں لائن آف کنٹرول سے متصل مقامات پر ماضی میں کھلونا بم پھٹنے کے کئی واقعات رونما ہوئے ہیں جن میں زیادہ تر بچے ہی ہلاک ہوتے رہے ہیں۔

(نامہ نگار)

باپ نے پانچ بچوں کو قتل کر دیا

مٹیاری 9 جنوری کو مٹیاری کی تحصیل ہالا کے نواحی گاؤں میں باپ نے اپنے پانچ بچوں کو گلا گھونٹ کر قتل کر دیا۔ علی نواز لغاری نے رات کے وقت اپنے پانچ بچوں 13 سالہ حسینہ، پانچ سالہ سعیدہ، آٹھ سالہ مختیار حسین، چار سالہ شبیر اور تین سالہ صغیر کو نشہ آور چیز دودھ میں ملا کر بے ہوش کرنے کے بعد کپڑے سے ان کا گلا گھونٹ کر قتل کر دیا اور فرار ہوگیا۔ جبکہ اس کا بڑا بیٹا صابر علی چچا کے گھر ہونے کی وجہ سے بچ گیا۔ ملزم نے ایک دن پہلے اپنی بیوی سے جھگڑا کر کے اسے اپنے ماں باپ کے گھر بھیج دیا تھا۔ واقعے کے بعد پولیس نے بچوں کی لاشیں تحویل میں لے کر ہالا کے سرکاری ہسپتال سے پوسٹ مارٹم کروانے کے بعد ورثاء کے حوالے کر دیں۔ ڈاکٹر کے مطابق بچوں کی ہلاکتیں نشہ آور چیز کھلا کر بے ہوش کرنے کے بعد گلا گھوٹنے سے ہوئیں۔ زندہ بچ جانے والے بچے صابر علی نے بتایا کہ اس کا باپ نشہ کرتا ہے اور کالے جادو وغیرہ کے چکر میں بھی رہتا ہے۔ پولیس نے علی نواز لغاری کے خلاف مقدمہ درج کر لیا ہے جبکہ ملزم ابھی تک گرفتار نہیں ہو سکا تھا۔

(ایاز ہاشمانی)

بچے سے جنسی زیادتی کی کوشش

حیدر آباد اے سیکشن تھانے کی حدود میں لطیف آباد نمبر 8 اللہ والی مسجد کے قریب مدثر نامی شخص نے تیرہ سالہ حسنین انصاری ولد نیم انصاری کو ورغلا کر جنسی تشدد کا نشانہ بنانے کی کوشش کی تھی۔ تاہم حسنین مدثر فرار ہوگیا اور گھر والوں کو اطلاع دی جس پر اس کے رشتہ داروں اور علاقہ مکینوں نے مدثر کو پکڑ کر تشدد کا نشانہ بنایا اور بعد از اں اسے پولیس کے حوالے کر دیا۔ مذکورہ وقوعہ 30 جنوری کو پیش آیا تھا۔

(لالہ عبدالحلیم)

تشدد کا شکار گیارہ برس کی گھریلو ملازمہ بازیاب

لاہور بچوں کے تحفظ اور فلاح و بہبود کے بیورو (سی ڈبلیو پی بی) نے 19 فروری کے روز جوہر ٹاؤن لاہور میں ایک گھر پر چھاپے کے دوران ایک گیارہ برس کی لڑکی کو بازیاب کرلیا، جسے مبینہ طور پر تشدد اور غیر قانونی حراست کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ پولیس نے صاحبِ خانہ کو گرفتار کرلیا ہے۔ اس متاثرہ لڑکی کی شناخت اُمّ رباب کے نام سے ہوئی ہے، جس کا تعلق سرگودھا سے ہے۔ اس لڑکی کو مذکورہ خاندان نے بطور گھریلو ملازمہ کے رکھا ہوا تھا۔ سی ڈبلیو پی بی کی چیئرپرسن صبا صادق نے بتایا کہ یہ لڑکی عرفان نامی ایک شخص کے گھر میں گھریلو ملازمہ کے طور پر کام کر رہی تھی۔ عرفان وفاقی حکومت کے آڈٹ اور اکاؤنٹ ڈیپارٹمنٹ میں 18 گریڈ کا افسر ہے۔ انہوں نے کہا کہ کسی نے سی ڈبلیو پی بی کی ہیلپ لائن 1121 پر اس لڑکی کے ساتھ اس کے مالکوں کی بدسلوکی سے مطلع کیا۔ صبا صادق نے بتایا کہ سی ڈبلیو پی بی کی ایک ٹیم نے جوہر ٹاؤن کے پولیس اہلکاروں کے ہمراہ اس گھر پر چھاپہ مارا اور اس لڑکی کو بازیاب کروالیا۔ ان کا کہنا تھا کہ ان اہلکاروں نے اس بچی کے چہرے اور جسم کے دیگر حصوں پر ظلم و تشدد کے نشانات دیکھے۔ انہوں نے ریسکیو ٹیم کے سامنے دیے گئے بچی کے بیان کا حوالہ دیتے ہوئے کہا ''اس خاندان کے افراد عموماً اپنے بچوں کی جھوٹی شکایات پر مجھے پلاسٹک کے پائپ سے مارتے ہیں۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

فائرنگ سے بچہ جاں بحق

باجوڑ ایجنسی 17 جنوری کو باجوڑ ایجنسی کی تحصیل اٹنگ بارنگ کے گاؤں نذر منہاس میں فائرنگ سے ایک بچہ جاں بحق ہوگیا۔ گاؤں کے لوگوں کا کہنا ہے کہ ایک شخص کھیتوں میں کام کر رہا تھا۔ اس نے اپنی بندوق سے فائرنگ کی جس کی زد میں آ کر ایک بچہ جاں بحق ہوگیا۔ انتظامیہ نے ملزم کو گرفتار کرلیا ہے۔ ملزم نے اپنے مذکورہ فعل سے انسانی حقوق کے عالمی منشور کی دفعہ 3 اور پاکستان کے آئین کی دفعہ 9 کے تحت مذکورہ بچے کو حاصل شدہ زندگی کے حق کی خلاف ورزی کی ہے۔

(ہدایت اللہ)

تعلیم

ہائی سکول کی عمارت کی تعمیر کا مطالبہ

شہداد کوٹ 14 جنوری کو گرلز ہائی سکول قبو سعید خان کی عمارت کی تعمیر نہ ہونے کے خلاف سیاسی و سماجی تنظیموں اور شہریوں کی جانب سے بچوں سمیت احتجاجی مظاہرہ کیا گیا۔ 10 جنوری سے بچیاں سکول کی چھت کی بجائے کھلے آسمان تلے تعلیم حاصل کرنے پر مجبور ہیں۔ انہوں نے تعمیری کام ادھورا چھوڑنے والے ٹھیکیدار کے خلاف قانونی کارروائی کرنے کا مطالبہ کیا ہے اور عمارت کی تعمیر کا کام فوری طور پر مکمل کروانے پر بھی زور دیا۔ (نامہ نگار)

سکول کی گاڑی پر مسلح افراد کا حملہ

چارسدہ 6 فروری کو خیبر پختونخوا کے ضلع چارسدہ میں ایک اسکول کی گاڑی پر مسلح افراد نے حملہ کیا ہے۔ نیوز کے مطابق اسکول وین میں 15 بچے اور بچیاں سوار تھے۔ پولیس کا کہنا ہے کہ نامعلوم افراد کی نجی اسکول کی وین پر فائرنگ سے ایک بچی زخمی ہوئی۔ اسکول کی گاڑی پر ہونے والے حملے کے فوری بعد پولیس نے علاقے کو گھیرے میں لے کر سرچ آپریشن شروع کر دیا۔ ذرائع کے مطابق زخمی بچی کو ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر اسپتال چارسدہ منتقل کیا گیا۔ پولیس کے مطابق تھانہ سرڈھیری کے گاوں میاں خیل میں گاڑی پر حملہ کیا گیا ہے۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ حملہ آوروں کا نشانہ گاڑی کا ڈرائیور تھا جس کو مخالفین نشانہ بنانا چاہتے تھے۔ پولیس کا کہنا ہے کہ ڈرائیور اس حملے میں محفوظ رہا لیکن حملے میں اسکول وین میں موجود ایک بچی زخمی ہوئی ہے۔ گاڑی پر حملے کا مقدمہ درج کر لیا گیا جس میں ڈرائیور نے مخالفین کو نامزد کیا ہے جن میں مختیار احمد مرکزی ملزم اور اس کے دیگر ساتھیوں میں ظفر اللہ، شاکر اللہ اور تیمور شامل ہیں۔ ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر اسپتال انتظامیہ کے مطابق طالبہ کو ہاتھ پر گولی لگی تھی جس کو فوری طور پر طبی امداد دی گئی، طالبہ کی حالت خطرے سے باہر ہے۔ ذرائع کے مطابق گاڑی میں مختلف اسکولوں کے طلباء و طالبات کو ان کے اسکولوں میں پہنچایا جاتا تھا۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

پاکستانی سکولوں کے لیے سکیورٹی منصوبہ

اسلام آباد دنیا میں تعلیم کے لیے اقوام متحدہ کے ایلچی گورڈن براؤن اور پاکستانی وزیر اعظم نے پاکستان میں سکولوں کی حفاظت کے لیے ایک معاہدہ کیا ہے۔ سابق برطانوی وزیر اعظم گورڈن براؤن نے پشاور میں آرمی پبلک سکول میں ہونے والے قتل عام کے تناظر میں ایک منصوبہ پیش کیا ہے جس میں سکولوں کے گرد 'بچاؤ' زون کے قیام، مسلح محافظوں کی تعیناتی، دھاتوں کی شناخت کرنے والے آلات اور ہنگامی حالت میں کام کرنے والے مواصلاتی نظام کی تنصیب کی تجاویز دی گئی ہیں۔ واضح رہے کہ پاکستان میں تعلیمی اداروں پر دنیا کے دوسرے ممالک کی نسبت کہیں زیادہ حملے ہوئے ہیں۔ گورڈن براؤن نے کہا کہ وہ 'دہشت گردوں کے حملوں کا مقابلے کرنے کے لیے سکولوں کو تیار کرنے' کی راہ میں تعاون کرنا چاہتے ہیں۔ ان تجاویز کے بعد گورڈن براؤن اور نواز شریف کے درمیان پاکستان میں سکولوں کے تحفظ کا معاہدہ ہوا ہے۔ خیال رہے کہ دسمبر 2014ء میں پشاور میں سکول پر طالبان کے حملے میں 140 سے زیادہ طلبہ مارے گئے تھے اور گذشتہ پانچ برسوں میں اسی صوبے میں سکولوں پر ایک ہزار سے زیادہ حملے ہو چکے ہیں۔ اقوام متحدہ کے لیے عالمی سطح پر تعلیم کے سفیر مسٹر براؤن نے بین الاقوامی برادری پر سکیورٹی میں بہتری لانے پر زور دیا ہے۔ گورڈن براؤن تعلیم کے شعبے میں کام کرنے والے ایک مخیّر ادارے ورلڈ ایٹ سکول کے تحفظاتی منصوبے کی تشہیر کر رہے ہیں جو پاکستان اور دیگر ممالک کے جنگ زدہ علاقوں کے سکولوں کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ اس میں مقامی برادریوں اور مذہبی رہنماؤں کے ساتھ مل کر سکولوں کے گرد 'بچاؤ زون' قائم کرنے کی بات کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ سکیورٹی کے بہت سے اقدامات میں چار دیواری کی تعمیر، سکیورٹی چیک پوائنٹس اور ریزر باڑھ کی تنصیب وغیرہ شامل ہیں۔ منصوبے کے مطابق مسلح محافظین کو ان اہم مقامات پر تعینات کرنے کو کہا گیا ہے جہاں سے گردونواح پر نظر رکھی جا سکے۔ اس کے علاوہ مسلح گارڈز اور سکیورٹی سٹاف کی سخت جانچ کی بات بھی کی گئی ہے۔

اس میں سکول کے نقل و حمل کے نظام پر سخت نگرانی اور بسوں میں روزانہ دھماکہ خیز مواد کی جانچ کی بات کی گئی ہے۔ منصوبے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ کسی سکول پر حملے کی صورت میں دوسرے سکولوں تک انتباہ جاری کرنے اور فوری امداد طلب کرنے کا نظام بھی نصب ہونا چاہیے۔ اس میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ مختلف علاقوں میں موجود چھوٹے سکولوں کو ایک جگہ لایا جائے یا ایسے علاقے میں منتقل کیا جائے جہاں زیادہ حفاظتی انتظامات ہیں۔ اقوام متحدہ کے لیے عالمی سطح پر تعلیم کے سفیر مسٹر براؤن نے بین الاقوامی برادری پر سکیورٹی میں بہتری لانے کے لیے تعاون کرنے پر زور دیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ ان اقدامات سے والدین اور طلبہ کو از سر نو یقین دہانی ہوگی کہ انتہائی پسندی کے خطروں سے نمٹنے کے لیے ہر ممکن اقدام کیا جا رہا ہے۔ وزیر اعظم نواز شریف کے ایک ترجمان نے بتایا کہ وزیر اعظم نے سکولوں میں بچوں کی سکیورٹی کے نظام میں بہتری لانے اور مسٹر براؤن کے ساتھ مل کر کام کرنے کے اپنے ذاتی عہد کا اعادہ کیا ہے۔

(شان کولبنی، بی بی سی کے نامہ نگار برائے تعلیم)

پرائمری سکول کے قیام کا مطالبہ

چمن تحصیل چمن کے گاؤں حاجی محمد صدیق مدنی کے مکینوں نے ایچ آر سی پی کے ضلعی کور گروپ کو بتایا کہ انہوں نے 2007ء میں محکمہ تعلیم کے اعلیٰ حکام سے مطالبہ کیا تھا کہ ان کے گاؤں میں ایک تعلیمی ادارے کے قیام کی ضرورت ہے۔ مقامی اور ضلعی سطح پر صوبائی ڈائریکٹر ایجوکیشن سکولز کو بھی اس مسئلے سے آگاہ کیا گیا تھا مگر تا حال اس مسئلے کا نوٹس نہیں لیا گیا۔ ایچ آر سی پی کی وساطت سے حکومت سے گاؤں میں ایک پرائمری سکول کے قیام کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ (محمد صدیق)

سکول کی عمارت گرنے سے تین بچے زخمی

شہداد کوٹ 27 جنوری کو بھرام یونین کونسل کے نزدیک گاؤں شاہی کے زبوں حال پرائمری بوائز سکول کی چھت سے ملبے کے ٹکڑے گرنے کی وجہ سے تین بچے شدید زخمی ہو گئے۔ زخمی ہونے والے بچوں میں اشرف شاہی، عدیل شاہی اور میر گل مگسی شامل ہیں۔ اس موقع پر پرائمری بوائز سکول کے ہیڈ ماسٹر حفیظ کھوسو نے بتایا کہ سکول کی عمارت کئی سالوں سے زبوں حالی کا شکار ہے۔ اس سے پہلے بھی عمارت کے ملبے کے ٹکڑے گرنے سے کئی بچے زخمی ہو چکے ہیں، جس کی شکایت ایجوکیشن اور ورکس ڈیپارٹمنٹس کے حکام کو کی گئی تھی جنہوں نے کوئی توجہ نہیں دی۔ انہوں نے مطالبہ کیا ہے کہ سکول کی عمارت کی تعمیر نو کی جائے تاکہ کسی بڑے حادثے سے بچا جا سکے۔

(ندیم جاوید)

تعلیمی بجٹ کا استعمال ایک بڑا مسئلہ

اسلام آباد اگرچہ عوام کے مسلسل مطالبے پر صوبوں نے اپنے تعلیمی بجٹ میں اضافہ کیا ہے، تاہم ان فنڈز کا درست استعمال بھی ایک مسئلہ بنا ہوا ہے۔ یاد رہے کہ مالی سال 2013-14-20ء میں مختص کیے گئے بجٹ کا ایک بڑا حصہ باقی بچ گیا تھا۔ یہ بات 17 فروری کو انسٹیٹیوٹ آف سوشل اینڈ پالیسی سائنس (آئی-ایس اے پی ایس) کی جانب سے الف اعلان کے تعاون سے جاری کی گئی ایک رپورٹ میں بیان کی گئی، اس رپورٹ کا عنوان تھا ''پاکستان میں تعلیم کے شعبے میں سرکاری سرمایہ کاری''۔ اس رپورٹ کا کہنا ہے کہ 2013-14-20ء کے دوران سندھ نان سیلری بجٹ کا صرف 47 فیصد اور ترقیاتی بجٹ کا 37 فیصد حصہ ہی خرچ کر سکا ہے۔ دوسری جانب خیبر پختونخوا نے نان سیلری بجٹ کا صرف 59 فیصد حصہ اور ترقیاتی بجٹ کا صرف 50 فیصد خرچ کیا ہے۔ بلوچستان نان سیلری بجٹ کا 27 فیصد اور ترقیاتی بجٹ کا 48 فیصد خرچ نہیں کر سکا ہے۔ تاہم پنجاب بجٹ کے استعمال کے لحاظ سے سرِفہرست ہے، اس لیے کہ اس نے اپنے نان سیلری بجٹ کا 83 فیصد اور ترقیاتی بجٹ کا 89 فیصد خرچ کر دیا ہے۔ اس رپورٹ کی تقریبِ رونمائی سے خطاب کرتے ہوئے وزیرِ مملکت برائے فیڈرل ایجوکیشن اور پروفیشنل ٹریننگ محمد بلیغ الرحمان نے کہا کہ اس رپورٹ نے حکومت کو تعلیمی اعداد و شمار پر ایک واضح تصویر پیش کی ہے، اور شہادتوں کی بنیاد پر حاصل ہونے والے نتائج ایک مناسب نظام کی تیاری میں مدد کر سکتے ہیں۔ انہوں نے اس تقریب کے شرکاء کو بتایا کہ ملک میں 35 فیصد پرائمری اسکول ٹوائلٹ کی سہولت سے محروم ہیں۔ تاہم انہوں نے دعویٰ کیا کہ پرائمری اسکولوں میں داخلے کی شرح اب تک کی بلند ترین سطح تک پہنچ گئی ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ اسکول سے باہر رہنے والے بچوں کی تعداد میں بھی پچھلے چند سالوں میں کمی آئی ہے۔ آئی-ایس اے پی ایس کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر سلمان ہمایوں نے کہا کہ ایک جانب تعلیمی شعبے میں سرمایہ کاری میں اضافہ ایک اچھی خبر تھی، لیکن اس کو تعلیمی نظام کی کارکردگی سے منسلک کرنے کی ضرورت ہے۔ اس لیے کہ تعلیمی بجٹ کا ایک بڑا حصہ تنخواہوں کی نذر ہو جاتا ہے، جبکہ ترقیاتی بجٹ کا ایک اہم حصہ خرچ نہیں ہو پاتا۔ انسٹیٹیوٹ آف سوشل اینڈ پالیسی سائنس کے ایک ریسرچ فیلو احمد علی کا کہنا تھا کہ وسائل کے مختص کیے جانے کے باوجود تعلیمی معیار پست ہو رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پنجاب، سندھ اور بلوچستان کے تینوں صوبوں نے مفت لازمی تعلیم کے لیے قانون سازی کی تھی۔ تاہم پنجاب، بلوچستان اور اسلام آباد اب تک آئین کے آرٹیکل 25-اے پر مناسب عملدرآمد میں ناکام رہے ہیں، جس میں پانچ سے سولہ سال تک کے بچوں کو مفت اور لازمی تعلیم فراہم کرنے کی ضمانت دی گئی ہے، جبکہ خیبر پختونخوا تو اب تک اس سلسلے میں قانون سازی کو منظور کرنے میں ہی ناکام رہا ہے۔ سندھ کی قائمہ کمیٹی برائے تعلیم کے چیئرمین خورشید احمد جونیجو کا کہنا ہے کہ اس نظام میں ساختیاتی مسائل موجود ہیں۔ انہوں نے کہا کہ سندھ میں تقریباً بیس ہزار اسکول ٹوائلٹ سے محروم ہیں، جبکہ 23 ہزار اسکولوں میں بجلی اور پینے کا پانی دستیاب نہیں ہے۔ وزیرِاعلیٰ بلوچستان کے تعلیمی مشیر نصراللہ خان زائری نے کہا کہ صوبائی حکومت نے اسکول سے باہر بچوں کے داخلے کے لیے ایک مہم شروع کی تھی۔ انہوں نے مزید بتایا کہ آئین کے آرٹیکل 25-اے کے تحت نئے قوانین پر عملدرآمد کیا جا رہا ہے۔ پنجاب میں قائمہ کمیٹی برائے تعلیم کے چیئرمین قمرالاسلام راجہ نے وڈیو لنک کے ذریعے بات کرتے ہوئے صوبے میں درپیش تعلیمی چیلنجز کے سلسلے میں حساس مسائل پر تبادلہ خیال کیا۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

بلوچستان میں 33 فیصد بچے اسکولوں سے باہر

کوئٹہ ایک رپورٹ کے مطابق بلوچستان میں چھ سے سولہ سال کی عمر کے 33 فیصد بچے اسکول نہیں جاتے۔ گزشتہ سال بلوچستان میں تعلیمی صورتحال پر Annual Status of Education Reporter (ASER) نے 19 فروری کو یہاں ایک سیمینار میں اپنی رپورٹ پیش کی۔ ادارۂ تعلیم و آگہی کی ڈائریکٹر بیلا رضا جمیل نے بتایا کہ سروے میں 3 سے 16 سال کے درمیان 60535 بچوں سے معلومات حاصل کی گئیں۔ ان بچوں میں سے 39 فیصد لڑکیاں تھیں۔ بیلا نے بتایا کہ رضا کاروں نے رپورٹ کیلئے 947 دیہات میں 18536 گھروں کا سروے کیا۔ انہوں نے سروے نتائج کے حوالے سے بتایا کہ نجی تعلیمی ادارے سرکاری سکولوں سے کہیں زیادہ بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ انہوں نے سروے رپورٹ کے مندرجات بیان کرتے ہوئے بتایا کہ اسکول جانے والے بچوں میں انگریزی، ریاضی اور زبان سیکھنے کی مہارت ناقص تھی اور پانچویں کلاس کے 67 فیصد بچے دوسری کلاس کی اردو کتاب پڑھنے سے قاصر نکلے۔ انگریزی پڑھنے کے حوالے سے پانچویں کلاس کے 28 فیصد بچے دوسری کلاس کے طالب علم جتنی قابلیت کے حامل نکلے۔' اسی طرح کا رجحان ریاضی میں بھی دیکھا گیا جہاں پانچویں کلاس کے صرف 24 فیصد بچے کہیں پیچھے نکلے۔ انہوں نے بتایا کہ دیہی بلوچستان میں پڑھنے اور ہندسوں میں مہارت کے اعتبار سے لڑکے لڑکیوں سے بہت آگے نظر آئے۔ ان علاقوں میں 34 فیصد لڑکے اردو میں لکھے گئے جملے پڑھ سکے، جبکہ لڑکیوں میں یہ تناسب 23 فیصد تھا۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

گرلز سکول میں بم دھماکہ

کراچی صوبہ سندھ کے دارالحکومت کراچی میں ایک سرکاری گرلز اسکول کی باؤنڈری وال کے قریب نصب بم پھٹنے سے اسکول کی دیوار متاثر ہوگئی۔ یکم مارچ کو کراچی کے علاقے مرتضیٰ چونگی کے قریب گل محمد کلماٹی گوٹھ میں واقع گورنمنٹ پرائمری اسکول فار گرلز کی باؤنڈری وال کے قریب نصب آدھا کلوگرام وزنی بم اتوار کو ایک زوردار دھماکے سے پھٹ گیا۔ ایس پی اختر فاروق کے مطابق دھماکے کے نتیجے میں اسکول کی باؤنڈری وال متاثر ہوئی جبکہ اسکول کے قریب کھڑی دو گاڑیوں کو بھی نقصان پہنچا۔ ایس پی نے بم ڈسپوزل اسکواڈ کے حوالے سے بتایا کہ نصب کیا گیا بم ٹائم ڈیوائس یا ریموٹ کنٹرولڈ نہیں تھا، بلکہ اس میں ایک سیفٹی فیوز موجود تھا جو نصب کیے جانے کے 40 سے 45 سیکنڈز کے اندر خود بخود پھٹ جاتا ہے۔ واضح رہے کہ ہفتہ وار تعطیل ہونے کے باعث اسکول بند تھا۔ واقعے میں کسی کے زخمی ہونے کی اطلاعات موصول نہیں ہوئیں۔ ایس پی اختر فاروق کے مطابق ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حملہ آوروں کا مقصد محض خوف و ہراس پھیلانا تھا۔ یاد رہے کہ 16 دسمبر 2014 کو پشاور کے آرمی پبلک اسکول پر کالعدم تحریک طالبان پاکستان (ٹی ٹی پی) کی بدترین دہشت گردی کے نتیجے میں 133 سے زائد بچوں سمیت 150 سے زائد افراد ہلاک ہوگئے تھے۔ اس حملے کے بعد دہشت گردوں کے خاتمے کے لیے جہاں اور بہت سے اقدامات کیے گئے، وہیں ان میں سے ایک ملک بھر کے اسکولوں میں سیکیورٹی کی صورتحال کو بہتر بنانا بھی ہے اور اس حوالے سے اسکول انتظامیہ کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ اسکولوں کی باؤنڈری والز پر خاردار تاروں سمیت سی سی ٹی وی کیمروں کی تنصیب کو بھی یقینی بنائیں۔

(نامہ نگار)

اقلیتیں

ہندو لڑکیوں کے اغواء و جبری شادیوں کا نوٹس لیا جائے

حیدرآباد 12 فروری کو پاکستان ہندو سیوا ویلفئر ٹرسٹ کے صدر نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ ہندو برادری کی لڑکیوں کے اغواء اور ان کی زبردستی شادیوں کا نوٹس لیا جائے۔ دیگر رہنماؤں کے ہمراہ پریس کانفرنس کرتے ہوئے کہا انہوں نے کہا کہ اس صورتحال کے باعث ہندو برادری میں مایوسی پھیل رہی ہے۔ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ ہندوؤں کو ان کے دیگر حقوق بھی نہیں دیئے جا رہے ہے۔آئین کے مطابق اقلیتوں کے لئے ملازمتوں میں کوٹہ مختص ہے لیکن اس پر عملدرآمد نہ کئے جانے کے باعث پڑھے لکھے نوجوان ملازمتوں کے حصول کے لیے دربدر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہیں۔

(لالہ عبدالحلیم)

سکھ تاجر بازیاب، چار اغواء کار گرفتار

چاغی پاکستان کے صوبہ بلوچستان کے ضلع چاغی میں 21 فروری 2015 کو ایک مغوی سکھ تاجر کو بازیاب کر لیا گیا جبکہ چار اغواء کاروں کی گرفتاری بھی عمل میں آئی۔ آپریشن کے دوران ایک شخص ہلاک ہوگیا۔حکام کے مطابق مہیش کمار نامی تاجر کو ضلع چاغی کے ہیڈکوارٹر دالبندین سے ڈیڑھ ماہ قبل اغوا کیا گیا تھا۔اہلکار کا کہنا تھا کہ اغوا کاروں نے انھیں چاغی کے ہی دور دراز علاقے آمری میں رکھا تھا۔لیویز کا کہنا ہے کہ مغوی کی بازیابی کے لیے لیویز فورس کے اہلکاروں نے اس علاقے میں کارروائی کی۔ اِغوا کاروں اور لیویز فورس کے درمیان فائرنگ کا تبادلہ ہوا۔اہلکار کا کہنا ہے کہ اس کارروائی میں تاجر کو بحفاظت بازیاب کروا لیا گیا ہے جبکہ چار اِغوا کاروں کو بھی گرفتار کر لیا گیا ہے۔ان کے مطابق مہیش کمار اور ان کے گرفتار شدہ اغوا کاروں کو دالبندین منتقل کیا جا رہا ہے۔یاد رہے کہ ڈیڑھ ماہ قبل مہیش کمار کے اِغوا کاروں نے ان کے گھر والوں سے تاوان کا مطالبہ کیا تھا۔مہیش کی بازیابی کے لیے بلوچستان میں تاجر برادری کی جانب سے احتجاج بھی کیا گیا تھا۔

(نامہ نگار)

منگل سوتر نہیں شادی سرٹیفکیٹ ضروری

حیدرآباد تاراچند دیگر خاندانوں کی طرح سبزی اور پھل کا ٹھیلا لگا کر اپنی بیوہ ماں، بیوی اور سات بچوں کا پیٹ پالتے ہیں۔ پاکستان میں ہندو شادیوں کو قانونی طور پر تسلیم نہیں کیا جاتا جس کی وجہ سے نچلے طبقے کے افراد متاثر ہوتے ہیں۔گذشتہ برس حکمراں جماعت کے رکنِ پارلیمان نے اس مسئلے کے حل کے لیے ایک تفصیلی بل قومی اسمبلی میں متعارف کروایا تھا تاہم سپریم کورٹ کی جانب سے دو بار اس بل کو منظور کرنے کے احکامات کے باوجود اسے کابینہ کی منظوری نہیں ملی۔تاراچند حیدرآباد کے علاقے نمبر چار لطیف آباد کی ایک ہندو بستی کے رہائشی ہیں۔تاراچند بھی اس غریب بستی میں 40 دیگر خاندانوں کی طرح سبزی اور پھل کا ٹھیلا لگا کر اپنی بیوہ ماں، بیوی اور سات بچوں کا پیٹ پالتے ہیں۔ جب ہم شناختی کارڈ بنوانے کے لیے جاتے ہیں تو وہ کہتے ہیں نکاح نامہ دکھائیں۔ پھر ہم جب ان کو بتاتے ہیں کہ ہمارے ہاں نکاح نہیں، پھیرے لیے جاتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس سے کوئی لینا دینا نہیں ہے۔آپ کے رسم و رواج اپنی جگہ، ہمیں تو سرٹیفکیٹ چاہیے۔تاراچند کی شادی 16 برس پہلے ہوئی تھی۔اگرچہ ان کی بیوی میرا نے گلے میں منگل سوتر اور مانگ میں سندور ڈال رکھا ہے لیکن تارا کا کہنا ہے کہ شادی کے سرٹیفکیٹ کے بغیر ان کے رشتے کا یہی ثبوت ہے۔'ایسے لگتا ہے کہ ہم خالی کے خالی رہ رہے ہیں۔حکومت کے حساب سے ہماری شادی نہیں ہوئی۔ ہماری شادی تو ہوئی ہے لیکن اگر کوئی میری بیوی کو اٹھا لے جاتا ہے، یا بچے اغوا ہو جاتے ہیں تو میرے پاس شادی کا کوئی سرٹیفکیٹ نہیں ہے۔' تارا اپنی بیوی میرا کے لیے ان کے شوہر کے نام کا شناختی کارڈ بنوانے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن ان کے پاس شادی کی کوئی تصویر نہیں ہے۔میرا کا کہنا ہے 'ہمیں اب احساس ہوا ہے کہ شناختی کارڈ سے وطن کارڈ ملتا ہے اور بینظیر انکم سپورٹ پروگرام سے پیسے بھی ملتے ہیں۔' پاکستان میں ہندو شادیوں کے لیے کوئی خصوصی قانونی دستاویز موجود نہیں ہے۔حیدرآباد میں فیملی لا کے ایڈووکیٹ شاوک راتھوڑ نے بی بی سی کو بتایا کہ ان کی برادری کئی سالوں سے ہندو شادیوں کے اندراج کے لیے احتجاج کر رہی ہے اور یہ مسئلہ کمپیوٹرائزڈ شناختی کارڈ اور اس کی اہمیت کے بارے میں آگاہی کے بعد زیادہ شروع ہوا۔انھوں نے مزید بتایا کہ جب کسی عدالت میں گھریلو مقدمات جاتے ہیں جیسا کہ جبری شادیاں، جائیداد یا طلاق کے مقدمات تو ان کے حل میں بہت مشکل پیدا ہوتی ہے۔اگر کوئی خاتون اپنے شوہر سے خلا لینا چاہے تو جج ہم سے پوچھتے ہیں کہ اگر کوئی دستاویز موجود نہیں ہے تو طلاق کیسے دی جا سکتی ہے؟ ہندو پنڈتوں یا پنچایتوں کے پاس شادی بیاہ کے اندراج کا حق نہیں ہے۔ پاکستان میں ہندو جوڑے اپنے رسم و رواج کے مطابق شادی تو کر لیتے ہیں لیکن ریاست اسے تسلیم نہیں کرتی۔ پاکستان مسلم لیگ ن کے رکنِ پارلیمان ڈاکٹر رمیش کمار وانکونی نے گذشتہ برس ایک پرائیویٹ ممبر کے طور پر ہندو میرج ایکٹ متعارف کروایا۔ ہندو میرج ایکٹ گذشتہ برس مارچ میں قومی اسمبلی میں پیش ہوا تھا۔ڈاکٹر رمیش کہتے ہیں کہ جیسے نکاح ایک قومی نظام ہے، اسی طرح ہندوؤں کے لیے بھی قومی نظام ہونا چاہیے۔'اس قانون میں شادی اور طلاق کا طریق کار وضع کیا گیا ہے۔جیسا کہ پنڈت یا مہاراج کیسا ہے؟ کتنے پھیرے ہونے چاہیں؟ کیا وہ ہمارے دھرم کے حساب سے شادی کروا رہا ہے؟ کیا ضلعی کونسل میں رجسٹریشن ہوئی ہے یا نہیں۔ہم بھی قومی شخص ہیں، ہمیں بھی قومی نظام چاہیے۔ڈاکٹر رمیش کا کہنا ہے کہ یہ بل قومی اسمبلی کی کمیٹی برائے قانون اور کابینہ کے پاس ہے۔اس بل کی منظوری کے لیے سپریم کورٹ نے دو بار احکامات جاری کیے ہیں لیکن پیش قدمی نہیں ہوئی۔ رکنِ پارلیمان ڈاکٹر رمیش نے کہا میں نے یہ مجوزہ بل چاروں صوبوں کو بھی بھیجا ہے اور یہ کابینہ کے پاس گذشتہ برس ستمبر میں پہنچا تھا۔اب سپریم کورٹ نے تو اسے منظور کرنے کے احکامات جاری کیے ہیں لیکن کسی کو بھی اس بل سے دلچسپی نہیں ہے۔ میری گزارش ہے کہ اگر وزیرِ اعظم نواز شریف اور کابینہ کے پاس وقت نہیں ہے تو قومی اسمبلی کو اس بل کی منظوری دے دینی چاہیے۔خیال رہے کہ ہندو میرج ایکٹ گذشتہ برس مارچ میں قومی اسمبلی میں پیش ہوا تھا۔ پاکستان میں ہندو سب سے بڑی اقلیتی برادری ہے جن میں سے سب سے زیادہ تعداد نچلی ذات کے ہندوؤں کی ہے۔ان کے پاس نہ سرکاری اہلکاروں کو رشوت دینے کے پیسے ہیں اور نہ ہی کام کروانے کے لیے تعلقات ہیں۔شادی بیاہ کے مسئلے انہی کو سب سے زیادہ متاثر کرتے ہیں۔ جب تک قانونی رکاوٹیں رہیں گی ان جیسے خاندانوں کی حیثیت غیر واضح رہے گی۔

(رپورٹ مرتب کردہ عنبر شمسی، بی بی سی اردو)

پریس کلب کے مسیحی ارکان کو دھمکی

کوئٹہ پاکستان کے صوبہ بلوچستان کے دارالحکومت کوئٹہ میں پریس کلب کو دھمکی آمیز خطوط موصول ہوئے ہیں جس میں متنبہ کیا گیا ہے کہ چار عیسائی صحافیوں کو بے دخل کیا جائے ورنہ پریس کلب پر فدائی حملہ کیا جاسکتا ہے۔کوئٹہ پریس کلب کی انتظامیہ نے اس شک کا اظہار کیا ہے کہ یہ خطوط صحافیوں کی آپس میں چپقلش کا نتیجہ بھی ہوسکتا ہے کیونکہ گذشتہ دنوں انتظامیہ نے سرکاری ملازمت رکھنے والے بعض صحافیوں کی رکنیت منسوخ کردی تھی۔شوریٰ فدایان اسلام کوئٹہ نامی غیر معروف گروہ نے 19 فروری کو اردو زبان میں خط بھیجا،جس میں پریس کلب کی انتظامیہ کو کہا گیا کہ وہ خود کو مسلمان کہتے ہیں جبکہ تمہارے زیر سایہ عیسائی صحافی تبلیغ کررہے ہیں۔اس مشتبہ لیٹر میں فوٹو گرافر موسیٰ کاظم، کیلون اور نسیم مسیح کا نام لے کرانُ پر الزام عائد کیا گیا کہ وہ مسیحیت کی تبلیغ کر رہے ہیں اور انہیں بعض بلوچ صحافیوں کی بھی حمایت حاصل ہے۔خط میں کہا گیا ہے کہ پریس کلب اپنے طور پر ان عیسائی صحافیوں کو پریس کلب سے بے دخل کردے ورنہ شوریٰ کے فیصلے کے مطابق انھیں پناہ دینے اور ان کا ساتھ دینے پر فدائی حملہ کیا جاسکتا ہے۔کوئٹہ پریس کلب کے صدر رضا رحمان نے خط میں عائد الزامات کو من گھڑت قرار دیا اور کہا کہ پریس کلب میں کوئی تبلیغ نہیں کررہا ہے اور وہاں ایسی کوئی سرگرمی نہیں ہوتی۔بلوچستان یونین آف جرنلسٹ کے مطابق گذشتہ 10 سالوں میں 40 صحافی ہلاک ہوئے ہیں۔فوٹو گرافر موسیٰ کاظم کا کہنا ہے کہ پریس کلب میں 120 اراکین ہیں لیکن انہیں ہی کیوں لیٹر بھیجے گئے ہیں یہ بات ان کی سمجھ سے بالاتر ہے،وہ کبھی کسی سے مذہب کے حوالے سے بات نہیں کرتے۔1984 سے فوٹو گرافر جرنلسٹ موسیٰ کاظم کا کہنا ہے کہ اُس پیشے کے 30 برسوں میں نہ کبھی انہیں دھمکی ملی اور نہ ہی کبھی مزاحمت یا مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔اور دھمکی آمیز خط ملنے کے بعد وہ کام پر نہیں جارہے کیونکہ گھر سے آنے جانے میں خوف محسوس ہوتا ہے۔نسیم مسیح نے بھی موسیٰ کی طرح اپنی سرگرمیاں محدود کردی ہیں۔نسیم کے مطابق وہ 18 برسوں سے اس شعبے سے منسلک ہیں اور بنا کسی تفریق کے تمام ہی تنظیموں کے جلسے جلوسوں کی کوریج کرتے رہے ہیں اس دوران کبھی کسی نے بدتمیزی یا دھمکی نہیں دی۔تمام لوگ انہیں نام سے جانتے ہیں۔نسیم کہتے ہیں کہ اس خط میں جس قسم کی باتیں لکھی گئی ہیں اس سے معاملہ کافی سنجیدہ لگتا ہے اور ان کا خاندان بھی کافی پریشان ہے۔''یہ ملازمت چھوڑ دوں لیکن روزگار چھوڑنا آسان نہیں کیونکہ ان کا یہ واحد ذریعہ معاش ہے کچھ دوست ساتھی کہتے ہیں کہ کوئٹہ سے چلے جائیں اب کہاں جائیں کیونکہ گھر، بچوں کی تعلیم اور روزگار سب کچھ یہاں ہے''۔بلوچستان صحافیوں کے لیے خطرناک ثابت ہوا ہے۔بلوچستان یونین آف جرنلسٹ کے مطابق گذشتہ 10 سالوں میں 40 صحافی ہلاک ہوئے ہیں، جن میں چند ماہ قبل کوئٹہ میں ایک خبر رساں ادارے کے دفتر پر حملہ کرکے تین صحافیوں کو ہلاک کیا گیا تھا۔کوئٹہ پریس کلب کے صدر رضا رحمان کے مطابق ماضی میں بعض سیاسی اور مذہبی جماعتیں پریس کلب کے باہر تقاریر کرکے لائیو کوریج اور اخبارات میں نمایاں کوریج کے لیے دھمکیاں دے کر جاتی رہی ہیں۔پریس کلب کی شکایت پر پولیس نے مقدمہ درج کیا ہے۔رضا رحمان کا کہنا ہے کہ پولیس چیف نے یقین دہانی کرائی تھی کہ سکیوٹی فراہم کی جائے گی لیکن ابھی تک پریس کلب کا انحصار اپنی سکیورٹی پر ہی ہے۔کوئٹہ پریس کلب کے صدر رضا رحمان کا کہنا ہے کہ لیٹر میں پریس کلب کے کارڈ روم، جم اور کمپیوٹر روم کا ذکر کیا گیا ہے جہاں اکثر یہ چاروں فوٹو گرافر دیگر ساتھیوں کے ہمراہ موجود ہوتے ہیں اور یہ بات باہر کے کسی شخص کو معلوم نہیں ہوسکتی اس لیے انہیں کچھ شبہ ہے کہ اندرونی معاملہ ہوسکتا ہے۔

(نامہ نگار)

پولیس کا گھروں پر دھاوا،تشدد،گرفتاریاں،گھر مسمار

بدین 4 فروری کو بدین پولیس نے متعدد گاڑیوں میں بھاری نفری کے ساتھ بدین سے پندرہ کلومیٹر دور لواری شریف میں گوپانگ برادری کے گھروں پر دھاوا بول دیا۔کرین مشین کے ذریعے دس سے زائد گھر مسمار کردیئے جبکہ تشدد سے متعدد خواتین اور مرد زخمی ہوگئے، زیادہ تر زخمیوں میں خواتین شامل ہیں۔پولیس نے چار مقدمات درج کرکے خواتین اور مردوں کو گرفتار کرلیا۔واقعہ کی چھان بین کے لیے ایچ آر سی پی کی دو رکنی ٹیم نے جائے وقوعہ کا دورہ کیا۔جمع شدہ حقائق کے مطابق بدین سے کڈھن روڈ پر لواری شریف جس کی آبادی تقریباً دس ہزار نفوس پر مشتمل ہے جہاں مختلف برادری کے لوگ رہتے ہیں۔مقامی لوگوں نے ٹیم کو بتایا کہ پانچ دن پہلے ہوٹل پر بیٹھے ڈرائیور خدا بخش جونیجو پر تین افراد نے فائرنگ کردی جس کو علاج کے لیے کراچی بھیج دیا گیا۔اس واقعے کے بعد لواری شریف کے سینکڑوں شہریوں نے بدین میں احتجاج کیا اور کہا کہ لواری شریف میں کھلے عام منشیات بک رہی ہے،مگر پولیس خاموش ہے۔اس کے ردعمل اور خدا بخش جونیجو پر حملہ کے مقدمے کے سلسلے میں بدین پولیس نے چار فروری کی صبح گوپانگ محلّہ کے گھروں پر دھاوا بولا تو اہل محلّہ نے مزاحمت کی۔پولیس نے عورتوں، بچوں اور مردوں پر لاٹھیاں برسانا شروع کردیں جس سے متعدد خواتین زخمی ہوگئیں۔پولیس نے مزید کارروائی کرتے ہوئے شیلنگ بھی کی اور کرین کے ذریعے دس سے زائد گھروں کو مسمار کردیا۔پولیس نے ماڈل پولیس اسٹیشن پر 25 مردوں اور 15 خواتین کے خلاف مقدمہ درج کرلیا جن میں سے 17 مرد اور 6 خواتین کو گرفتار کرلیا تھا۔بعدازاں چھ خواتین اور ایک بزرگ شخص کو رہا کردیا۔دیگر کو 14 دن کے ریمانڈ پر جیل بھیج دیا گیا۔واقعہ کے بعد شہر میں خوف کی صورتحال ہے۔اس سلسلے میں مریم گوپانگ جو کہ قومی عوامی تحریک کی خواتین ونگ کی مرکزی عہدیدار ہیں نے بتایا کہ پولیس نے سوئے ہوئے شہریوں پر ڈاکوؤں کی طرح حملہ کیا۔اور چادر اور چاردیواری کے تقدس کو پامال کیا۔خواتین اور بچوں پر تشدد کیا گیا، گھروں کو مسمار کیا گیا،سامان اور سونا اٹھایا گیا۔اگر پولیس کو کوئی شخص مطلوب بھی تھا تو وہ قانون کے دائرہ میں رہ کر کارروائی کرتی۔مریم گوپانگ نے مزید بتایا کہ پولیس مقدمہ درج نہیں کررہی اس لیے انہوں نے بدین پولیس کے خلاف سیشن کورٹ سے رجوع کیا ہے اور وہ اعلیٰ عدلیہ تک جائیں گے۔اس سلسلے میں ایس ایس پی بدین خالد مصطفیٰ کورائی نے میڈیا کو بتایا کہ پولیس نے منشیات فروشوں اور زخمی نوجوان کے ملزموں کے خلاف کارروائی کی کوشش کی تو پولیس پر حملہ کیا گیا۔پولیس نے صرف جوابی کارروائی کی ہے۔اس سلسلے میں ایڈووکیٹ رام کوہلی نے بتایا کہ پولیس کی اس قسم کی کارروائی غیر انسانی اور غیر قانونی ہے۔کسی مجرم کے خلاف کارروائی کرنی تھی تو قانون میں اس کا طریقہ کار موجود ہے۔خواتین، بچوں یا بے گناہ افراد پر تشدد بے معنی ہے۔

(سلیم جروار)

قانون نافذ کرنے والے ادارے

پولیس کی نجی حراست سے بازیابی

فیصل آباد ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کے مقرر کردہ بیلف نے تھانہ میں چھاپہ مار کر نا جائز حراست میں لئے جانے والے شہری کو برآمد کر لیا۔ صادق مارکیٹ کی رہائشی آسیہ نے سیشن کورٹ میں رٹ دائر کی کہ اس کے بیٹے گلزیب کو چوکی انچارج سندھو پورہ سب انسپکٹر رانا اکرم نے ناجائز حراست میں رکھا ہوا ہے۔ ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کے مقرر کردہ بیلف نے 2 فروری کو تھانہ غلام آباد میں چھاپہ مار کر محبوس شہری کو برآمد کر لیا۔ برآمد ہونے والے شہری کو رہا کر دیا گیا۔

(میاں نوید)

ڈی پی او کے قافلے پر حملہ، دو اہلکار جاں بحق

پسنی 31 جنوری کی شام کو پسنی سے 20 کلومیٹر دور مکران کوسٹل ہائی وے پر پہلے سے مورچہ زن نامعلوم افراد نے سڑک پر گزرنے کے دوران ڈی پی او پولیس خضدار اصغر علی کے قافلے پر حملہ کر دیا۔ قافلے میں شامل ایک گاڑی میں موجود دو پولیس اہلکار جھلس گئے اور گاڑی مکمل طور پر تباہ ہوگئی۔ ایک اہلکار شدید زخمی ہوگیا۔ جس کو پسنی ہسپتال لایا گیا۔ واقعہ کی اطلاع ملتے ہی گوادر اور پسنی سے مقامی انتظامیہ کے لوگوں نے جائے حادثہ پر پہنچ کر واقعہ کی تفتیش شروع کر دی ہے۔ مقامی میڈیا کی اطلاعات کے مطابق بلوچ مسلح کالعدم تنظیم بی ایل ایف کے ترجمان نے واقعہ کی ذمہ داری قبول کر لی ہے۔

(نامہ نگار)

لاپتہ افراد کی نعش برآمد

فیصل آباد تاندلیانوالہ کے علاقے محلّہ اسلام پورہ کا رہائشی محمد گلزار چند روز سے گھر سے لاپتہ تھا، جس کی نعش ایس پی آفس کے قریب کھلے مین ہول سے برآمد ہوئی۔ پولیس نے نعش قبضہ میں لے کر ضروری قانونی کارروائی کے بعد ورثاء کے حوالے کر دی۔ ورثاء نے نعش پل نہر بنگلہ پر رکھ کر فیصل آباد روڈ بلاک کر کے شدید احتجاج کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ گلزار کو اغوا کے بعد قتل کیا گیا ہے، مقدمہ درج کر کے ملزمان کو گرفتار کیا جائے۔

(نامہ نگار)

مکان پر دھاوا بولا: عمر رسیدہ شخص کو ناحق گرفتار کر لیا

کراچی رضیہ خاتون زوجہ محمد عباس سکنہ سجن گوٹھ مواچھ گوٹھ سیکٹر 7 نصیر آباد کراچی نے نومبر 2014ء کو ایچ آر سی پی، کراچی دفتر کو بذریعہ فون پر مطلع کیا کہ پولیس نے ان کے گھر پر چھاپہ مارا ہے۔ تمام سامان لوٹ لیا ہے اور مویشی لے گئے ہیں۔ مویشیوں کے باڑے کو مسمار کر دیا ہے۔ اور ان کی ایک بیٹی کا گھر بھی مسمار کر دیا ہے۔ ان کے شوہر محمد عباس کو گرفتار کر لیا ہے۔ محترمہ رضیہ خاتون سے اس حوالے سے تحریری درخواست طلب کی گئی جو اس نے 3 فروری کو ارسال کی۔ درخواست کے بعد ایچ آر سی پی کی ایک ٹیم نے واقعے کے متعلق حقائق اکٹھا کرنے کے لیے ان کے گھر کا دورہ کیا۔ اور واقعے سے متعلقہ حقائق کی چھان بین کی۔ جمع شدہ حقائق کے مطابق رضیہ خاتون ایک عمر دراز خاتون ہے۔ اس نے ٹیم کو بتایا کہ اس کے خاوند کی عمر 70 برس ہے۔ 9 نومبر 2014ء کو رات 2 بجے سعید آباد تھانے کی پولیس کی نفری نے اس کے گھر پر چھاپہ مارا اور گھر کی تلاشی لی اور دوران تلاشی پولیس اہلکار گھر سے چار بکریاں، ایک بھیڑ، اور 22 ہزار روپے، موٹر سائیکل اور ضروری کاغذات اپنے ہمراہ لے گئے۔ جس کی شکایت کے اندراج کے لیے رضیہ خاتون کے شوہر تھانہ سعید آباد گئے تو تھانے میں موجود ڈیوٹی آفیسر نے درخواست لینے سے انکار کر دیا اور شام کو آنے کو کہا۔ شام کو محمد عباس کو دوبارہ تھانہ سعید آباد پہنچے تو ہیڈ محرر وسیم نے انہیں گالیاں دیں اور پھر تھانے میں موجود ایس ایچ او نوید نے انہیں لاک اپ میں بند کر دیا اور اُن کے خلاف جھوٹا مقدمہ دائر کر دیا۔ رضیہ خاتون کا شوہر 70 سالہ ضعیف ہے اور اس کی ایک آنکھ بھی شدید متاثر ہے جس کی وجہ سے انہیں ٹھیک نظر نہیں آتا۔ پولیس نے ان کے خلاف منشیات کی برآمدگی کا جھوٹا مقدمہ درج کروا کے انہیں لاک اپ کر دیا ہے۔ اگلے دن 10 نومبر کو ایک مرتبہ پھر پولیس اہلکار بلڈوزر کے ہمراہ ان کے گھر آئے اور ان کے بھینسوں کے باڑے اور ان کے مکان کو مسمار کر دیا، اس کے علاوہ پولیس اہلکار ان کی 7 بھینسیں اپنے ساتھ لے گئے اور مزاحمت پر خواتین کو گالیاں بھی دی گئیں۔

پولیس کا موقف

ایچ آر سی پی کی ٹیم نے سعید آباد تھانے کے ایس ایچ او سے ملاقات کی۔ جس نے چند دن قبل چارج لیا تھا۔ موجودہ ایس ایچ او نے بتایا کہ محمد عباس کا بیٹا محمد الیاس دہشت گرد ہے۔ وہ دہشت گردی میں ملوث ہے اور پولیس کو مطلوب ہے۔ اور وہ 100 سے زائد وارداتوں میں مطلوب ہے۔ اور اس کا باپ بھی اپنے بیٹے کا حمایتی ہے اور وہ بھی منشیات فروشی میں ملوث ہے۔ محمد عباس کے گھر والوں نے ٹیم کو بتایا تھا کہ انہوں نے محمد الیاس کو بہت پہلے ہی عاق کر دیا ہے۔ اور اب ان کا اس کے ساتھ کوئی لین دین نہیں ہے۔

مقامی لوگوں کی آراء

مقامی لوگوں کے مطابق پولیس نے گھر پر چھاپہ مارا تھا۔ سامان اور مویشی چھین کر لے گئے۔ گھر کو مسمار کر دیا۔ یہ گھر ان کی ذاتی ملکیت نہیں بلکہ یہاں تمام گھر الاٹ شدہ ہیں۔ اگر مکان غیر قانونی بھی ہوں تو بھی پولیس کے اختیار میں نہیں ہے کہ اس کو مسمار کرے۔ یہ کام بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی کا ہے۔

ٹیم کے اراکین میں عبدالحئی، قاضی خضر حبیب اور محمود تاجک شامل تھے۔ (عبدالحئی)

قیدیوں کو طبی سہولیات کی عدم فراہمی

فیصل آباد ڈسٹرکٹ جیل میں بند بیمار قیدیوں کو جیل انتظامیہ کی طرف سے علاج معالجہ کی مناسب سہولیات فراہم نہ کرنے کا انکشاف ہوا ہے۔ ڈسٹرکٹ جیل میں بند قیدیوں نے جوڈیشل افسران کی طرف سے کئے جانے والے دورے کے دوران انہیں جیل انتظامیہ کے خلاف اپنی شکایات سے آگاہ کیا۔ جبکہ جوڈیشل افسران نے بیمار قیدیوں کو ادویات فراہم نہ کئے جانے پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے مستقبل میں ایسے واقعات کی روک تھام کی ہدایت کی ہے۔ جوڈیشل افسران نے 18 فروری کو ڈسٹرکٹ جیل کا دورہ کیا اور قیدیوں کے مسائل دریافت کئے۔ جس پر تھانہ جھنگ بازار کے مقدمہ میں ملوث ملزم اللہ دتہ، تھانہ سول لائن کے مقدمہ میں ملوث ملزم انور نواز اور تھانہ سٹی سمندری کے مقدمہ میں ملوث ملزم کامران وغیرہ نے جوڈیشل افسران کو بتایا کہ وہ مختلف امراض میں مبتلا ہیں اور انہوں نے متعدد بار جیل انتظامیہ کو اپنی بیماری کے متعلق آگاہ کیا لیکن انتظامیہ نے انکے علاج کا کوئی بندوبست کیا اور نہ ہی ان کو ادویات فراہم کی گئیں جس کی وجہ سے انکا مرض شدت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ اس موقع پر جوڈیشل افسران نے انتظامیہ کو ہدایت کی کہ قیدیوں کے علاج معالجہ کے حوالے سے بہترین انتظامات عمل میں لائے جائیں، قیدیوں کو ادویات کی فراہمی میں کسی قسم کی غفلت برداشت نہیں کی جائے گی۔ (نامہ نگار)

صحت

طبی سہولیات کا فقدان

چمن 22 جنوری کو پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے ایک تین رکنی وفد نے ضلعی ہیڈکوارٹر ہسپتال چمن کا دورہ کیا۔ وہاں مریض عبدالمنان، عبداللہ اور محمد خیر نے بتایا کہ ہسپتال گیارہ بجے تک بند رہتا ہے۔ اکثر ڈاکٹرز اپنے نجی کلینکوں میں کام کرتے ہیں۔ اور مریضوں کو ادویات فراہم نہیں کی جاتیں۔ (محمد صدیق)

طبی سہولیات کی فراہمی کا مطالبہ

گنداواہ رورل ہیلتھ سنٹر گنداواہ ضلع جھل مگسی کو 2005ء میں ضلعی ہیڈکوارٹر ہسپتال گنداواہ کا درجہ دیا گیا مگر تاحال ہسپتال کی عمارت تعمیر نہیں کی گئی اور عملہ کی تعیناتی نہیں کی گئی۔ ضلع کی آبادی ایک اندازے کے مطابق دو لاکھ سے زیادہ ہے۔ اور یہاں کے عوام کی اکثریت غریب ہے جو نجی ہسپتال سے علاج کروانے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ اور اس ہسپتال کے نزدیک کوئی دوسرا طبی سنٹر نہیں ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت ملک کے دیگر علاقوں کی طرح ضلع جھل مگسی کے ضلعی ہیڈکوارٹر ہسپتال گنداواہ میں طبی سہولیات کی فراہمی کو یقینی بنائے۔

(رحمت اللہ)

پولیو کے قطرے پلانے سے انکاری والدین کی تعداد میں کمی

پشاور گذشتہ سال میں پولیو سے متاثرہ مریضوں کی تعداد دو سو سے تجاوز کرگئی تھی۔ پاکستان کے صوبہ خیبر پختونخوا میں محکمہ صحت کے حکام کا کہنا ہے کہ سیاسی جماعتوں کی جانب سے بچوں کو پولیو کے قطرے پلانے کی کھل کر حمایت کرنے کی وجہ سے پولیو کے قطرے پلانے سے انکار کرنے والے والدین کی تعداد میں کمی آرہی ہے۔ پشاور میں انسداد پولیو کیلیے بنائے گئے وزیر اعلیٰ خیبر پختونخوا کے مانٹرنگ سیل کے انچارج ڈاکٹر امتیاز علی شاہ نے بی بی سی کو بتایا کہ دو دن پہلے مکمل کیے گئے اعداد و شمار کے مطابق انسداد پولیو مہم کے دوران پورے صوبے سے اب تک تقریباً 30 ہزار کے قریب انکاری کیسز سامنے آئے ہیں جو کہ پہلے کے مقابلے میں انتہائی کم ہے۔ انھوں نے کہا کہ اس مہم کے دوران صوبے کے تمام اضلاع میں 53 لاکھ سے زائد بچوں کو پولیو سے بچاؤ کے قطرے پلائے گئے جبکہ اس کے مقابلے میں والدین کی طرف سے انکار کا تناسب بہت کم رہا۔ انہوں نے کہا کہ جن والدین نے بچوں کو قطرے دینے سے انکار کیا ہے ان کو ابھی مکمل طور پر چھوڑ نہیں دیا گیا ہے بلکہ ان کے ساتھ علماء کرام اور مقامی انتظامیہ کے ذریعے بات چیت کا سلسلہ جاری ہے تاکہ ان کے بچوں کو قطرے پلائے جاسکیں۔ امتیاز علی شاہ کے مطابق ان انکاری کیسز میں وہ بچے بھی شامل ہیں جو مہم والے دن کسی وجہ سے گھر پر موجود نہیں تھے تاہم رہ جانے والے بچوں کو قطرے پلانے کیلیے پولیو ٹیمیں بدستور کام کررہی ہیں۔ انھوں نے مزید کہا کہ ضلع مردان میں پچھلے چند سالوں کے دوران ہر مہم میں سات سے 10 ہزار کے قریب والدین قطرے پینے سے انکار کیا کرتے تھے لیکن حالیہ مہم میں چار سو کے قریب انکاری کیسز سامنے آئے ہیں۔ پاکستان میں پولیو مہم میں حصہ لینے والے رضا کاروں اور سکیورٹی اہلکاروں پر حملوں کے واقعات میں اضافہ ہوا ہے۔ ڈاکٹر امتیاز کے مطابق سیاسی جماعتوں کی طرف سے اب بچوں کو پولیو کے قطرے پلانے کی کھول کر حمایت کی جارہی ہے۔ جس کا اثر بھی پڑ رہا ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ انکاری کیسز بھی کم ہورہے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ مختلف اضلاع کی مقامی انتظامیہ نے بھی اس حوالے سے اہم کردار ادا کیا ہے اور ان علاقوں پر خصوصی توجہ دی گئی ہے جہاں انکاری کیسز زیادہ رہے ہیں۔ خیال رہے کہ گذشتہ سال میں پولیو سے متاثرہ مریضوں کی تعداد دو سو سے تجاوز کرگئی تھی جو کہ پچھلے 14 سالوں میں ایک ریکارڈ تھا۔ پاکستان میں پولیو کے مریضوں کی تعداد میں اضافے کی وجہ والدین کی جانب سے قطرے پلوانے سے انکار اور پولیو کے خلاف چلائی جانے والی مہم کے عملے پر بڑھتے ہوئے حملوں کو قرار دیا جاتا ہے۔ پاکستان میں اب تک سب سے زیادہ پولیو کے کیسز قبائلی علاقہ جات اور خیبر پختونخوا سے سامنے آئے ہیں جہاں مذکورہ وجوہات کی بنا پر ہزاروں بچے پولیو کے قطرے پینے سے محروم رہے ہیں۔

(نامہ نگار)

پولیو کارکن اور لیویز اہلکاروں کی لاشیں برآمد

ژوب پاکستان کے صوبہ بلوچستان کے ضلع ژوب میں حکام کا کہنا ہے کہ انھیں 16 فروری کو ان چار افراد کی لاشیں ملی ہیں جنھیں 13 فروری کو اغوا کیا گیا تھا۔ لیویز حکام کے مطابق یہ لاشیں ژوب اور قلعہ سیف اللہ کے سرحدی علاقے مرغہ کبزئی سے ملیں۔ ان مغویوں میں پولیو ٹیم کا ایک رکن، لیویز کے دو اہلکار اور گاڑی کا ڈرائیور شامل تھے۔ ان افراد کی لاشیں اسی علاقے سے ملی ہیں جہاں سے انھیں اغوا کیا گیا تھا۔ سکیورٹی فورسز نے ان کی بازیابی کے لیے 15 فروری کی شب سے سرچ آپریشن بھی شروع کیا تھا۔ اس آپریشن کے دوران تودہ کدزئی کے علاقے میں سکیورٹی اہلکاروں کی شدت پسندوں سے جھڑپ بھی ہوئی تھی جس میں دو شدت پسند ہلاک ہوگئے تھے۔ 4 جنوری کو قلعہ سیف اللہ سے دس مسافروں کو بھی اغوا کیا گیا تھا جن میں سے ایک کو ہلاک کرنے کے علاوہ چھ کو چھوڑ دیا گیا تھا جبکہ تین افراد ابھی تک اغوا کاروں کی تحویل میں ہیں۔

(نامہ نگار)

پانی کی عدم فراہمی کا مسئلہ

خیرپور میرس خیرپور شہر کے اکثر علاقوں بابو شاہ، محمد کالونی، سٹاف کوارٹر غریب آباد، کھجور منڈی، پولیس لائین اور ڈبر محلّہ وغیرہ میں پینے کے صاف پانی کی فراہمی کی معطلی کا سلسلہ جاری ہے جس کے بعد مذکورہ علاقوں میں پینے کے پانی کی شدید قلت ہوگئی ہے۔ شہریوں کا کہنا ہے کہ پانی کی عدم موجودگی کی وجہ سے وہ دور دور سے پانی بھر کر لارہے ہیں۔ جبکہ واٹر سپلائی کے پائپ بوسیدہ ہونے کی وجہ سے ان میں گٹروں کا پانی مل جاتا ہے جو کہ انتہائی بودار ہونے کی وجہ سے پینے کے قابل نہیں ہوتا۔ انتظامیہ، میونسپل اور نساسک کے حکام شہریوں کو پینے کا صاف پانی مہیا کرنے میں مکمل طور پر ناکام ہیں۔ شہریوں کا کہنا تھا کہ اگر ان کا یہ مسئلہ حل نہیں ہوا تو وہ ضلعی انتظامیہ، میونسپل اور نساسک کی انتظامیہ کے خلاف تحریک چلائیں گے۔ جبکہ ضلعی انتظامیہ کا کہنا تھا کہ کچھ علاقوں میں پانی کی عدم دستیابی کی وجہ سے ڈی سی او خیرپور کے حکم پر وہاں فائر بریگیڈ کے ذریعے پانی پہنچایا جارہا ہے۔

(عبدالمنیم ابڑو)

مدرسہ اور تعلیمی اصلاح

آئی۔اے۔رحمٰن

مدرسوں کو اپنے اکاؤنٹس کا باقاعدگی سے آڈٹ کروانے کا اصول تسلیم کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے

مختلف مسالک سے تعلق رکھنے والے علماء کرام اگر اپنے مدرسوں کے لئے باقاعدگی سے نگرانی (ریگولیٹری) کے طریق کار کو اپنانے اور اپنے نصاب میں تبدیلیاں لانے پر متفق ہوچکے ہیں، تو یہ واقعی خوش آئند بات ہے۔ تاہم امید کی جاسکتی ہے کہ حکومت اس صورت حال کو غلط انداز میں سمجھنے کی کوشش نہیں کرے گی۔

گزشتہ ہفتے کے دوران علماء نے وزیر داخلہ اور وزیر مذہبی امور کے ساتھ ملاقات کی۔ جس میں مدرسوں سے متعلق امور زیر بحث آئے۔ لیکن اس ملاقات سے پہلے انہوں نے خودکش حملوں کے خلاف فتویٰ جاری کیا اور پاکستان کے خلاف جنگ کو غیر اسلامی قرار دیا۔ کیا واقعی یہ فتویٰ علماء کے دلوں میں حقیقی تبدیلی کا مظہر ہے یا پھر انہوں نے یہ سوچ کر یہ راستہ اختیار کیا ہے کہ انہیں خود کو عوام سے دور رکھنا چاہئے جنہوں نے انتہا پسندوں کے خلاف لڑنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ بہر حال علماء کیا سوچتے ہیں اس کے بارے میں وقت ہی کوئی فیصلہ دے گا۔

اس قسم کے عزم اور مضبوط قوت ارادی کا مظاہرہ اس لئے ضروری تھا کہ مولانا فضل الرحمان کی اس انوکھی منطق کو رد کیا جاسکے کہ دہشت گردی کے خلاف اقدامات کے بارے میں سوچتے وقت کوئی مذہبی حوالہ استعمال نہیں کیا جانا چاہئے۔ جمعیت العلمائے اسلام (ف) کے سربراہ کو اس حوالے سے رعائت دینے یا ان کی بات مان لینے کا مطلب عسکری گروپوں کی شناخت اور ان کے مقاصد کے حوالے سے ثبوت یا دعوے کا استرداد ہوتا۔ دنیا نے کیا سبق سیکھا، اس پر زور دینے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ تمام مسلمان دہشت گردی میں ملوث نہیں ہوتے تاہم بہت سے دہشت گرد گروہ اعلانیہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اپنا مذہبی فرض سمجھ کر دہشت گردی کی کارروائیاں کرتے ہیں۔

بہر حال یہ فتویٰ اس معاہدے سے زیادہ معنی نہیں رکھتا جو حکومت اور علماء کے درمیان ہوا ہے۔ اخباری اطلاعات کے مطابق علماء تمام مدارس کی لازمی رجسٹریشن پر رضا مند ہوگئے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ کسی بھی شخص کو رجسٹریشن کے بغیر مدرسہ قائم کرنے اور اسے چلانے کی اجازت نہیں ہوگی۔ ویسے بہتر یہ ہوتا کہ اس معاہدے کا متن جاری کردیا جاتا تاکہ عام شہری یہ اندازہ کرسکتے کہ کہیں کوئی فریق متن کا مطلب اپنی خواہش کے مطابق تو اخذ نہیں کررہا۔ اس کا زیادہ تر انحصار اس بات پر ہوگا کہ رجسٹریشن/شناخت کے لئے نئی شرائط کیا ہوں گی۔ لیکن جن مدارس کا اندراج پہلے ہی ہوچکا ہے، وہ کسی بھی قسم کے ریگولیٹری نظام کا حصہ نہیں ہے۔

یہ توقع کرنا مناسب ہوگا کہ کسی ادارے کو رجسٹر کرنے سے پہلے بااختیار حکام، کفیلوں/سرپرستوں کی نیک نیتی اور اخلاص مندی کی جانچ کرلیں تاکہ یہ جانا جاسکے کہ یہ واقعی ایسا ادارہ ہے جو قانون کے تحت لائق پہچان او قابل شناخت ہے اور کیا یہ کسی تنظیم اور کمیونٹی کو جوابدہ ہے یا نہیں اور اس کے منتظمین کے پاس اتنی اہلیت ہے کہ وہ تعلیمی ادارہ بخوبی چلاسکیں۔

رجسٹریشن سے بھی زیادہ اہم بات یہ ہے کہ کیا مدرسے کی انتظامیہ ادارے کے مالی امور کا باضابطہ اور باقاعدہ آڈٹ کروانے کے ساتھ ساتھ غیر ملکی مالی امداد صرف حکومتی وسیلوں کے ذریعے حاصل کرنے پر رضا مند ہوں گی۔ جمہوری عناصر اور حقوق کے علمبردار، حکومت کو اس بات کی اجازت نہیں دیں گے کہ وہ غیر ملکی امداد کے حوالے سے تعلیمی اداروں کے امور میں بے محابہ مداخلت کرے۔ تاہم یہ عناصر چاہیں گے کہ تمام تعلیمی ادارے ایک ایسا نظام مرتب کریں جس کے تحت تمام مالی معاملات کو دستاویزی شکل دے کر یکجا کردیا جائے۔ اس سے فائدہ یہ ہوگا کہ غیر ملکی مخیرّ افراد یا گروہوں کی سخاوت اور انسان دوستی کی مستقل نگرانی ہوتی رہے گی۔

حکومت نے جو وعدہ کیا ہے یا جو ضمانت دی ہے، اس کے جواب میں علماء کو ان تمام باتوں پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے اس لئے کہ ماضی میں مذہبی جماعتوں نے حکومت کی نسبت کہیں زیادہ فائدہ اٹھایا لیکن شور یہی مچایا کہ وہ نقصان میں رہیں۔ مدرسوں کو یقین دہانی کرائی گئی ہے کہ کسی بھی مدرسے کے خلاف ٹھوس ثبوت کے بغیر قانون شکنی کا الزام لگا کر اقدام نہیں کیا جائے گا۔ یہ ایک حیران کردینے والا وعدہ ہے اس لئے کہ غیر قانونی اقدام کے ٹھوس ثبوت کی بنیاد پر اقدام ہی کو اصول سمجھا جاتا ہے، قطع نظر اس بات کے کہ امداد حاصل کرنے والی پارٹی کی شناخت اور حیثیت کیا ہے۔ کہیں یہ کوئی غلط مفروضہ تو نہیں ہے؟

دو مشترکہ کمیٹیاں (علماء، وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے نمائندوں پر مشتمل) قائم کی جائیں گی۔ ایک کمیٹی رجسٹریشن کے قواعد وضوابط کے بارے میں فیصلہ کرے گی جبکہ دوسری کمیٹی نصاب میں اصلاح تجویز کرے گی۔ مدرسوں کے نصابوں میں سے ایسا مواد خارج کرنے پر تو اتفاق رائے ہوگیا ہے جس سے تشدد پسندی کو فروغ ملتا ہو یا مختلف طبقوں کے درمیان نفرت پیدا ہوتی ہو۔ نگرانی کا ایک نظام تیار کرنے یا نصابی خامیوں کی اصلاح کی منظوری دینے کے لئے مشترکہ کمیٹیوں کے قیام پر اتفاق رائے سے لگتا ہے کہ مذہبی مدرسوں پر ریاست اور عوام کی شراکت کو وسعت دی جائے گی اور پھر دوسرے شعبوں کے فریقین تک اس اصول کو توسیع دی جائے گی۔

اگر وکلاء، میڈیکل ڈاکٹروں، اساتذہ، انجینئروں، کسانوں، مزدور رہنماؤں اور سول سوسائٹی کی دوسری تنظیموں کی مشاورت کے ساتھ ان طبقات سے متعلقہ قوانین اور پالیسیوں کو حتمی شکل دی جائے تو اس سے معاملات میں بہت زیادہ سدھار آسکتا ہے۔ اس بات کی ضمانت دینا بھی ضروری ہے کہ دینی مدرسوں کو جس سہولت کی پیشکش کی گئی ہے، اس سے ان کوششوں کو نقصان نہ پہنچے جو ملک کے تعلیمی نظام میں مدرسوں کی حیثیت کو متعین کرنے کے لئے جارہی ہیں۔ شاید وہ وقت آگیا ہے کہ جب مدرسوں کے کردار کا تعین کرنا ضروری ہے۔ نوآبادتی دور میں مدرسے مسلم بچوں کو مذہبی معاملات کے متعلق آگاہی دیتے تھے جس کا سرکاری سکولوں میں رواج نہیں تھا۔ اس طرح مدرسے بچوں کو تعلیم دینے میں معاونت کرتے تھے۔ نجی تعلیمی اداروں میں مذہبی تعلیم حاصل کرنا لازمی قرار دیا گیا ہے۔

اگر مدرسے متبادل نظام تعلیم کے ادارے بنتے ہیں تو پھر ان کے وجود اور ان کی بے روک ٹوک افزائش کا منطقی جواز ان کی جانچ پڑتال کا تقاضا کرتا ہے۔ آخر ان مدرسوں کے سند یافتہ افراد سے کیا توقع کیا جاسکتی ہے؟ ان کے ملازمتوں پر ہونے سے کیا عوامی خوشحالی کو فروغ مل سکتا ہے؟ کیا کبھی کسی نے تخمینہ لگایا ہے کہ یہ ملک کتنے مدرسوں اور ان سے نکلنے والے کتنے سند یافتہ افراد کا متحمل ہوسکتا ہے؟ یا کیا اس ملک کو ان مدرسوں سے فارغ التحصیل ہونے والے گریجویٹوں کی ضرورت ہے بھی یا نہیں؟

ان مدرسوں میں سے نکلنے والے سندھ یافتہ افراد کی تعداد ملک میں روزگار کے مواقع سے کہیں زیادہ ہونے کے باعث بہت زیادہ مسائل پیدا ہوں گے۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ مدرسوں سے فارغ التحصیل گریجویٹس کو جب ملازمتیں نہیں ملیں گی، انہیں روزگار نہیں ملے گا تو اندزاہ لگائیں کہ ان کی امنگیں، ان کے طبعی میلان، رغبت اور ان کی مایوسی انہیں کہاں لے کر جائے گی۔

آخری بات یہ کہ اصلاحِ مدرسہ کو دہشت گردی کے خلاف جنگ کے سیاق وسباق میں دیکھنے کی بجائے اس کو پورے شعبۂ تعلیم کی تنظیم نو کی ضروت کے ضمن میں دیکھنا چاہئے۔ تعلیمی نصاب میں موجود خامیوں اور نصابی کتب میں حقائق کو بگاڑ کر پیش کرنے کا شکریہ کہ جس کے ذریعے شاید ریاست ان مدرسوں کی نسبت کہیں زیادہ دہشت گرد پیدا کررہی ہے۔ عام تعلیم اور نصاب کے انتظامی ڈھانچے کو کوئی اصلاح کی مانگ کی مزاحمت ممکن نہیں اس لئے کہ اب تمام تعلیمی اداروں میں طلبہ کو مذہبی معاملات میں عقلیت پسندی، تحمل، کثرت وجود اور امن کی حکایت بتائی جاتی ہیں اور یہ وہ اشتراکی اقدار ہیں جن کی مدافعت ممکن نہیں۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

کاری، کارو کہہ کر مار ڈالا:

مختلف اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں اور ''جہد حق'' کے نامہ نگاروں کی جانب سے بھجوائی جانے والی رپورٹوں کے مطابق 26 جنوری سے 23 فروری تک 18 افراد پر کارو کاری کا الزام لگا کر قتل کر دیا گیا۔ جن میں 13 خواتین اور 5 مرد شامل ہیں۔

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	آلہ واردات	ملزم کا متاثرہ عورت/مرد سے تعلق	مقام	واقعہ کی بظاہر کوئی اور وجہ	ایف آئی آر درج/نہیں	ملزم گرفتار/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
28 جنوری	بلاول گاڈہی	مرد	۔	۔	بچل گاڈہی	بندوق	رشتے دار	گوٹھ سجن گاڈہی، قمبر۔ سندھ	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش
29 جنوری	رضا محمد خاصخیلی	مرد	40 برس	شادی شدہ	نیازل بروہی	بندوق	پڑوسی	گوٹھ فعال، قمبر۔ سندھ	۔	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
03 فروری	یاسمین بروہی	مرد	۔	شادی شدہ	ولی محمد بروہی	بندوق	دیور	گوٹھ حاجی احمد بروہی، کڈھن۔	۔	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
03 فروری	شازیہ ماچھی	خاتون	18 برس	غیر شادی شدہ	سدھیر ماچھی	۔	بھائی	گوٹھ سادق ماچھی، نصیر آباد۔ قمبر۔ سندھ	۔	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
04 فروری	منظوراں بجارانی	خاتون	۔	۔	صلاح بجارانی	بندوق	دیور کا بیٹا	گوٹھ مہران بجارانی، خانپور، شکار پور۔ سندھ	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش
06 فروری	کمال خاتوں جاگیرانی	خاتون	۔	شادی شدہ	احمد علی جاگیرانی	بندوق	خاوند	گوٹھ علی احمد مگسی، میرو خان، قمبر۔ سندھ	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش
07 فروری	انیلہ لنڈ	خاتون	۔	۔	حضور بخش لنڈ	۔	باپ	گوٹھ دوست محمد، میر پور ماتھیلو، گھوٹکی۔ سندھ	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش
09 فروری	منظوراں لاشاری	خاتون	25 برس	غیر شادی شدہ	غلام اکبر لاشاری	بندوق	باپ	گوٹھ محمد نواز کھوسو، ٹھل، جیکب آباد۔ سندھ	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش
09 فروری	عبدالرزاق سندرانی	مرد	28 برس	۔	غلام اکبر	بندوق	۔	گوٹھ محمد نواز کھوسو، ٹھل، جیکب آباد۔ سندھ	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش
09 فروری	شائستہ بٹ	خاتون	۔	۔	عرفان شاہ	۔	۔	مسو ساہڑ، میہڑ، دادو۔ سندھ	۔	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
09 فروری	عابدہ خانانی	خاتون	۔	شادی شدہ	مصری جتوئی	گلا گھونٹ کر	خاوند	گوٹھ سعید خانانی، رستم لکھی غلام شاہ، شکار پور	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش
09 فروری	عاصمہ اوڈھو	خاتون	۔	شادی شدہ	اسماعیل اوڈھو	بندوق	بھائی	کنگری۔ پیر گوٹھ، خیر پور میرس۔ سندھ	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش
10 فروری	گڈی اوڈ	خاتون	60 برس	شادی شدہ	نتھو اوڈ	کلہاڑی	خاوند	گوٹھ رکھیل ماچھی، ٹیاری۔ سندھ	۔	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
11 فروری	روبینہ سولنگی	خاتون	35 برس	شادی شدہ	یاسین سولنگی	بندوق	مسیر	غریب آباد محلّہ دادو۔ سندھ	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش
12 فروری	حفیظاں جمالی	خاتون	18 برس	شادی شدہ	عبداللہ، انعام اللہ	بندوق	دیور	گوٹھ مٹھن خان جمالی، مدیجی، شکار پور۔ سندھ	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش
16 فروری	ماروی بنگوار	خاتون	35 برس	شادی شدہ	واچھو بنگوار	بندوق	خاوند	گوٹھ محرم بنگوار، بڈانی، کشمور۔ سندھ	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش
18 فروری	بیگم شر	خاتون	30 برس	شادی شدہ	رحمت اللہ شر	گلا گھونٹ کر	دیور	گوٹھ اللہ وسایو، میاں صاحب، شکار پور۔ سندھ	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش
20 فروری	اسحاق بنگلانی	مرد	27 برس	شادی شدہ	عبداللہ بنگلانی اور ساتھی	بندوق	رشتے دار	میر واہ گورچانی، میر پور خاص۔ سندھ	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش

جنسی تشدد کے واقعات:

مختلف اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں اور جہد حق کے نامہ نگاروں کی جانب سے بھجوائی جانے والی رپورٹوں کے مطابق 26 جنوری سے 24 فروری تک 98 افراد کو جنسی تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ جنسی زیادتی کا شکار ہونے والوں میں 68 خواتین شامل ہیں۔ 63 واقعات کے مقدمات درج کیے گئے اور 19 واقعات میں ملوث افراد گرفتار ہوئے۔

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	ملزم کا متاثرہ عورت / مرد سے تعلق	مقام	ایف آئی آر درج / نہیں	ملزم گرفتار / نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن / اخبار
26 جنوری	گ	خاتون	۔	۔	اجمل	۔	سکندرآباد، شجاع آباد	درج	۔	روزنامہ جنگ ملتان
26 جنوری	محمد عبداللہ	بچہ	7 برس	غیرشادی شدہ	محمد یوسف	اہل علاقہ	مڑھ باش، حافظ آباد سمن آباد، فیصل آباد	درج	۔	روزنامہ خبریں
27 جنوری	ن	خاتون	۔	غیرشادی شدہ	۔	اہل علاقہ	سمن آباد، فیصل آباد	درج	۔	ایکسپریس ٹریبون
27 جنوری	ص	خاتون	۔	غیرشادی شدہ	عادل	اہل علاقہ	چک iii ڈی پی، بہاولپور	درج	۔	ایکسپریس ٹریبون
27 جنوری	۔	خاتون	۔	غیرشادی شدہ	محمد امیر	اہل علاقہ	چک 70/4 آر، ساہیوال	درج	۔	روزنامہ ایکسپریس
27 جنوری	۔	خاتون	۔	غیرشادی شدہ	احمد	اہل علاقہ	داخلی رکن پورہ، بصیر پور	۔	۔	روزنامہ ایکسپریس
27 جنوری	۔	خاتون	۔	غیرشادی شدہ	شعبان	اہل علاقہ	واڈی، حجرہ شاہ مقیم، اوکاڑہ	۔	۔	روزنامہ ایکسپریس
27 جنوری	۔	بچی	۔	غیرشادی شدہ	افضل	اہل علاقہ	57 ایس پی، پاکپتن	۔	۔	روزنامہ ایکسپریس
27 جنوری	۔	خاتون	۔	غیرشادی شدہ	سہیل	اہل علاقہ	چک 77 رب، فیصل آباد	درج	۔	ایکسپریس ٹریبون
27 جنوری	۔	خاتون	۔	غیرشادی شدہ	۔	اہل علاقہ	چک 232 رب، فیصل آباد	درج	۔	ایکسپریس ٹریبون
27 جنوری	افتخار	مرد	۔	غیرشادی شدہ	ندیم، آصف، قاسم	اہل علاقہ	27/14 ایل، چیچہ وطنی	درج	۔	روزنامہ ایکسپریس
27 جنوری	۔	بچی	12 برس	غیرشادی شدہ	افضل	اہل علاقہ	گاؤں 57 ایس، ملکہ ہانس	۔	۔	روزنامہ دنیا
28 جنوری	میر حسن شر	مرد	14 برس	غیرشادی شدہ	سعید، آصف	اہل علاقہ	بنگل دیرو، خیر پور میرس، سندھ	درج	۔	روزنامہ کاوش
28 جنوری	۔	بچی	10 برس	غیرشادی شدہ	حسنین	اہل علاقہ	رضا آباد، فیصل آباد	درج	گرفتار	ایکسپریس ٹریبون
28 جنوری	۔	بچی	9 برس	غیرشادی شدہ	آصف	اہل علاقہ	90/14 ایل، کسووال	درج	۔	روزنامہ ایکسپریس
28 جنوری	ز	خاتون	16 برس	غیرشادی شدہ	خرم، توقیر، حسنین	اہل علاقہ	چک 203 رب، فیصل آباد	درج	۔	ایکسپریس ٹریبون
29 جنوری	۔	بچہ	۔	غیرشادی شدہ	طاہر	اہل علاقہ	منڈیالی، فیروز والا	درج	۔	روزنامہ جنگ
29 جنوری	۔	خاتون	۔	شادی شدہ	نواز، شاہد	اہل علاقہ	محلّہ رحمان پورہ، شیخوپورہ	۔	۔	روزنامہ نوائے وقت
29 جنوری	سلیمان	بچہ	۔	غیرشادی شدہ	بوٹا	اہل علاقہ	چک 198 رب، فیصل آباد	درج	۔	روزنامہ نوائے وقت
29 جنوری	۔	بچہ	13 برس	غیرشادی شدہ	۔	اہل علاقہ	سلانوالی	۔	۔	روزنامہ نوائے وقت
29 جنوری	ن	بچی	8 برس	غیرشادی شدہ	عمران	اہل علاقہ	تھانہ سٹی، جھنگ	۔	۔	روزنامہ نوائے وقت
29 جنوری	ش	خاتون	۔	شادی شدہ	عدنان مسیح	۔	کرسچن کالونی چشتیاں	درج	۔	روزنامہ جنگ ملتان
29 جنوری	ش	خاتون	17 برس	غیرشادی شدہ	واحد بخش، سعید	۔	کالونی تونسہ بیراج، دائرہ دین پناہ	درج	۔	روزنامہ جنگ ملتان
29 جنوری	م	خاتون	۔	غیرشادی شدہ	مساجد	۔	ملتان	درج	گرفتار	روزنامہ جنگ ملتان

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	ملزم کا متاثرہ عورت /مرد سے تعلق	مقام	ایف آئی آر درج /نہیں	ملزم گرفتار/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
31جنوری	۔	بچی	11برس	غیرشادی شدہ	نواز	اہل علاقہ	کوٹ لکھپت، لاہور	۔	۔	روزنامہ خبریں
یکم فروری	اسامہ	بچہ	10برس	غیرشادی شدہ	ناصر	اہل علاقہ	رتہ کھنہ روڈ، دیپالپور	درج	۔	روزنامہ نئی بات
یکم فروری	س	بچی	8برس	غیرشادی شدہ	منیراحمد	۔	بستی سنپال، ملتان	درج	گرفتار	روزنامہ جنگ ملتان
یکم فروری	ع	مرد	16برس	غیرشادی شدہ	وقاص	اہل محلّہ	سرائے سدھو	درج	۔	روزنامہ جنگ ملتان
2فروری	اللہ دتہ	بچہ	6برس	غیرشادی شدہ	بشیراحمد	اہل علاقہ	بستی بلال آباد، موضع مان والا، کبیروالا	درج	۔	روزنامہ جنگ ملتان
3فروری	ع	خاتون	15برس	غیرشادی شدہ	معطاءالرحمان	۔	بٹی قیصرانی، تونسہ شریف	درج	۔	روزنامہ جنگ ملتان
3فروری	ر	خاتون	18برس	غیرشادی شدہ	نوازسیال	۔	کبیروالا	درج	۔	روزنامہ جنگ ملتان
3فروری	۔	بچی	9برس	غیرشادی شدہ	اسماعیل	اہل علاقہ	غازی آباد، لاہور	درج	گرفتار	ایکسپریس ٹریبون
3فروری	۔	بچہ	۔	غیرشادی شدہ	عبدالرحمان	اہل علاقہ	مقبول روڈ، فیصل آباد	درج	گرفتار	ایکسپریس ٹریبون
3فروری	محمدزمان	بچہ	8برس	غیرشادی شدہ	محمداحسان	اہل علاقہ	ہنجرائے کلاں، قصور	۔	۔	روزنامہ خبریں
3فروری	محمدامین	بچہ	۔	غیرشادی شدہ	عبدالغفار	اہل علاقہ	ججل، قصور	۔	۔	روزنامہ خبریں
4فروری	س	خاتون	۔	۔	۔	۔	دادو	۔	۔	روزنامہ کاوش
4فروری	ط	خاتون	۔	۔	آصف	ہمسایہ	گاؤں چک 106دس آر، جہانیاں	درج	۔	روزنامہ جنگ ملتان
4فروری	ز	بچی	2برس	غیرشادی شدہ	۔	اہل علاقہ	ناظم آباد، کراچی	۔	۔	ایکسپریس ٹریبون
4فروری	سردیپ سنگھ	مرد	14برس	غیرشادی شدہ	شیرعباس، مظہر، عمران	اہل علاقہ	غریب آباد، محلّہ گمبٹ، خیرپورمیرس	درج	ایک گرفتار	روزنامہ کاوش
5فروری	ش	خاتون	70برس	شادی شدہ	ندیم	اہل علاقہ	مانگاہ ڈوگراں، فاروق آباد	۔	۔	روزنامہ نوائے وقت
6فروری	ن	خاتون	۔	۔	صابرعلی	۔	موضع گردیزپور، سکندرآباد	درج	۔	روزنامہ جنگ، ملتان
6فروری	ص	بچی	11برس	غیرشادی شدہ	عبدالمالک	اہل علاقہ	ٹھٹھہ قریشیاں، فیروزوالا	۔	۔	روزنامہ نوائے وقت
6فروری	۔	خاتون	۔	شادی شدہ	۔	اہل علاقہ	کھاڑیاں	۔	۔	روزنامہ نوائے وقت
6فروری	۔	خاتون	۔	غیرشادی شدہ	۔	اہل علاقہ	کھاڑیاں	۔	۔	روزنامہ نوائے وقت
6فروری	ک	خاتون	۔	۔	صفدر	اہل علاقہ	گاؤں ننگل، سیالکوٹ	۔	۔	روزنامہ نوائے وقت
6فروری	ش	خاتون	۔	۔	قیصر	۔	صدیق آباد، ملتان	درج	۔	روزنامہ جنگ، ملتان
6فروری	جواد	مرد	13برس	غیرشادی شدہ	بابر، قاسم	۔	تھانہ کینٹ، ملتان	درج	۔	روزنامہ جنگ ملتان
7فروری	ص	خاتون	24برس	غیرشادی شدہ	یاسر	۔	فریدٹاؤن، گوجرانوالہ	۔	۔	روزنامہ نوائے وقت
08فروری	ع س	خاتون	۔	۔	رحمدل، شیردل، پوپل، غلام مزاری	اہل علاقہ	گوٹھ یوسف، کشمور۔ سندھ	درج	۔	روزنامہ کاوش

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	ملزم کا متاثرہ عورت/مرد سے تعلق	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	ملزم گرفتار/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
08فروری	حمزہ بشیر	بچہ	ـ	غیرشادی شدہ	اعظم	اہل علاقہ	رانا بھٹی، فیروزوالا	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
08فروری	الف	خاتون	15برس	غیرشادی شدہ	فیاض	اہل علاقہ	قصبہ کینٹ، جھنگ	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
08فروری	ش	خاتون	ـ	شادی شدہ	اظہر علی	اہل علاقہ	موضع جاٹیاں والا، جھنگ	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
08فروری	ک	خاتون	ـ	شادی شدہ	اکرم، سرور	اہل علاقہ	401ج ب، ٹوبہ ٹیک سنگھ	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
08فروری	ن	خاتون	ـ	غیرشادی شدہ	عامرشہزاد	اہل علاقہ	کوٹلی دائم، حافظ آباد	درج	ـ	روزنامہ خبریں
8فروری	ـ	خاتون	ـ	شادی شدہ	ـ	ـ	کشمور	درج	ـ	روزنامہ کاوش
09فروری	شیراز بھٹو	بچہ	05برس	غیرشادی شدہ	سعید، آصف	اہل علاقہ	بنگل دیرو، خیر پورمیرس۔سندھ	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
09فروری	الف	خاتون	18برس	غیرشادی شدہ	رضوان، سنی، حماد	ہمسایہ	محلہ پنواراں، احمد پورشرقیہ	درج	ـ	خواجہ اسداللہ
09فروری	مزمل بھٹو	بچہ	05برس	غیرشادی شدہ	سعید، آصف	اہل علاقہ	نگل دیرو، خیر پورمیرس۔سندھ	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
09فروری	ـ	خاتون	ـ	شادی شدہ	ـ	اہل علاقہ	نارنگ موڑ، نارنگ منڈی	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
09فروری	الف	خاتون	14برس	غیرشادی شدہ	عرفان	ـ	چاہ پہوڑ والا، غربی دائرہ، دین پناہ	درج	ـ	روزنامہ جنگ ملتان
10فروری	ح	بچہ	3برس	غیرشادی شدہ	عمران	ہمسایہ	چک 94ٹی ڈی اے کروڑلعل عیسن	درج	ـ	روزنامہ جنگ ملتان
10فروری	ـ	خاتون	ـ	ـ	شریف	ـ	کوٹ سلطان	درج	ـ	روزنامہ جنگ ملتان
10فروری	احمد	بچہ	9برس	غیرشادی شدہ	قاری طاہر	معلم	کاہنہ، لاہور	درج	گرفتار	روزنامہ نوائے وقت
10فروری	ش	خاتون	17برس	غیرشادی شدہ	رشید، ریاض	رشتہ دار	گھوٹکی	درج	ـ	روزنامہ عوامی آواز
11فروری	ص	خاتون	ـ	شادی شدہ	اکبر، زبیر، عمران	ـ	گگوچوک دراہمہ، ڈیرہ غازی خان	درج	ـ	روزنامہ جنگ ملتان
11فروری	خ	خاتون	17برس	ـ	رشید بھٹو، رشید خاصخیلی	اہل علاقہ	گوٹھ چھکرو، موہن جو دڑو، لاڑکانہ۔سندھ	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
12فروری	ص	خاتون	50برس	شادی شدہ	اشرف، ننھا، ندیم	ـ	سینما موڑ، میاں چنوں	درج	ـ	روزنامہ جنگ ملتان
12فروری	ن	خاتون	ـ	ـ	مقصود احمد	اہل علاقہ	527گ ب، سمندری	درج	ـ	روزنامہ نئی بات
12فروری	س	خاتون	ـ	غیرشادی شدہ	ارنا حسام	اہل علاقہ	منڈی شاہ جیونہ، جھنگ	درج	گرفتار	روزنامہ خبریں
13فروری	م	بچی	11برس	غیرشادی شدہ	سلطان، عنایت	ـ	جتوئی	درج	ـ	روزنامہ جنگ ملتان
14فروری	ـ	مرد	ـ	غیرشادی شدہ	عابد	ـ	گلشن مجید کالونی، مظفرگڑھ	درج	ـ	روزنامہ جنگ ملتان
14فروری	ن	خاتون	14برس	غیرشادی شدہ	ذوالفقار	اہل علاقہ	محلہ نئی سمندری، سمندری	درج	ـ	روزنامہ نئی بات
14فروری	ـ	خاتون	ـ	شادی شدہ	شبیر	اہل علاقہ	کاہنہ، لاہور	درج	گرفتار	روزنامہ ایکسپریس
15فروری	ر	خاتون	ـ	غیرشادی شدہ	سلیم	ـ	موضع راؤ مظفرگڑھ	درج	ـ	روزنامہ جنگ ملتان

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	ملزم کا متاثرہ عورت/مرد سے تعلق	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	ملزم گرفتار/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
15فروری	س	خاتون	15برس	غیرشادی شدہ	ساجدعلی	ہمسایہ	بستی غریب آباد چک198، وہاڑی	درج	۔	روزنامہ جنگ ملتان
15فروری	ن	بچی	6برس	۔	برکت علی، فرید جونیجو	مقامی	جامشورو	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
16فروری	ص	خاتون	۔	۔	۔	۔	ہیڈڈومری، ملتان	درج	۔	روزنامہ جنگ ملتان
16فروری	شعیب	بچہ	8برس	غیرشادی شدہ	۔	اہل علاقہ	اٹاری	۔	۔	روزنامہ جنگ
16فروری	بہان علی	مرد	21برس	غیرشادی شدہ	راناوقاص	اہل علاقہ	تھانہ فیکٹری ایریا، شیخوپورہ	درج	۔	روزنامہ خبریں
17فروری	ش	خاتون	17برس	غیرشادی شدہ	فیروزرند	مقامی	حیدرآباد	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
17فروری	ک	بچی	12برس	۔	منیرکھوکھر	مقامی	سرفرازکالونی، حیدرآباد	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
18فروری	اسماء	بچی	4برس	غیرشادی شدہ	سمیر	اہل علاقہ	چک67ج ب، فیصل آباد	درج	۔	روزنامہ نوائے وقت
18فروری	۔	خاتون	۔	غیرشادی شدہ	۔	اہل علاقہ	گوجرہ، ٹوبہ ٹیک سنگھ	۔	۔	روزنامہ نوائے وقت
18فروری	محمد علی شیراز	مرد	14برس	غیرشادی شدہ	دانش ظہیر	اہل علاقہ	بستی میاں میر، ننکانہ	۔	۔	روزنامہ ایکسپریس
18فروری	ش	خاتون	۔	شادی شدہ	ریاض، رستم، شہزادڈاہری، غلام نبی	مقامی	نواب شاہ	درج	۔	روزنامہ عوامی آواز
19فروری	م	خاتون	28برس	غیرشادی شدہ	کرامت علی	اہل علاقہ	کوٹ عبدالمالک، فیروزوالا	۔	۔	روزنامہ نوائے وقت
19فروری	ف	خاتون	۔	غیرشادی شدہ	بابرعلی	اہل علاقہ	سجوال، لاہور	۔	۔	روزنامہ نوائے وقت
19فروری	معظم	بچہ	8برس	غیرشادی شدہ	بلال، تنویر	اہل علاقہ	قصور	۔	۔	روزنامہ نوائے وقت
21فروری	گ	خاتون	۔	غیرشادی شدہ	۔	اہل علاقہ	راناٹاؤن، فیروزولا	۔	۔	روزنامہ نوائے وقت
21فروری	ثقلین	بچہ	9برس	غیرشادی شدہ	۔	اہل علاقہ	چ343 گ ب، ٹوبہ ٹیک سنگھ	۔	۔	روزنامہ نوائے وقت
21فروری	۔	بچی	10برس	غیرشادی شدہ	۔	اہل علاقہ	سرگودھا	۔	۔	روزنامہ نوائے وقت
21فروری	۔	بچہ	۔	غیرشادی شدہ	شرافت	اہل علاقہ	بنگلہ بستی، کاہنہ، لاہور	۔	۔	روزنامہ جنگ
21فروری	اجمل	بچہ	5برس	غیرشادی شدہ	علی شیر	اہل علاقہ	قبولہ، پاکپتن	۔	۔	روزنامہ ایکسپریس
22فروری	شاہ زیب شیخ	مرد	10برس	غیرشادی شدہ	عبدالرحیم چانڈیواورساتھی	اہل علاقہ	ہیرآبادشہدادکوٹ قمبر۔سندھ	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
22فروری	محرم گوندر	مرد	۔	غیرشادی شدہ	صدرالدین شر	مقامی	گڑھی خدابخش، لاڑکانہ	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
23فروری	ن	خاتون	۔	شادی شدہ	طاہردستی، محمد کوڑو	اہل علاقہ	موضع علی، کوٹ سلطان	درج	گرفتار	روزنامہ خبریں
23فروری	ص	خاتون	17برس	غیرشادی شدہ	صدرالدین شر	۔	گوٹھ گاہوشر، گڑھی خدابخش، لاڑکانہ۔سندھ	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
24فروری	۔	مرد	15برس	۔	میرخان لغاری	مقامی	ماتلی، بدین	۔	۔	روزنامہ کاوش

خودکشی کے واقعات

مختلف اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں اور جہدحق کے نامہ نگاروں کی جانب سے بھجوائی گئی رپورٹوں کے مطابق 25 جنوری سے 23 فروری تک کے دوران ملک بھر میں 157 افراد نے خودکشی کر لی۔ خودکشی کرنے والوں میں 50 خواتین شامل تھیں۔ جبکہ 25 جنوری سے 31 جنوری کے دوران 14 افراد نے خودکشی کرنے کی کوشش کی جنھیں بروقت طبی امداد دے کر بچالیا گیا۔ اقدام خودکشی کرنے والوں میں 6 خواتین شامل ہیں۔ اعداد و شمار کے مطابق خودکشی کرنے والوں میں 81 افراد نے گھریلو جھگڑوں و مسائل سے تنگ آ کر اور 21 نے معاشی تنگدستی سے مجبور ہو کر خودکشی کر لی۔ خودکشی کے واقعات میں 63 نے زہر کھا/پی کر، 38 نے خودکو گولی مار کر اور 34 نے گلے میں پھندا ڈال کر جان دے دی۔ خودکشی اور اقدام خودکشی کے 171 واقعات میں سے صرف 18 واقعات کی ایف آئی آر درج ہوئی۔

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
26 جنوری	محمد خان	مرد	50 برس	-	شادی شدہ	غربت سے دلبرداشتہ ہوکر	پھندا ڈال کر	پھلے بھوڑے والا، منکیرہ	-	روزنامہ جنگ ملتان
27 جنوری	ریاض	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	پھندا ڈال کر	اورنگی ٹاؤن، کراچی	-	روزنامہ ایکسپریس
27 جنوری	پریل پھلپوٹو	مرد	65 برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	گوٹھ گجو پھلپوٹو، خیرپور میرس	-	روزنامہ کاوش
28 جنوری	شازیہ	خاتون	18 برس	-	-	جبری شادی پر دلبرداشتہ	زہرخورانی	رحیم یار خان	-	ایکسپریس ٹریبون
28 جنوری	احسان	مرد		-	غیرشادی شدہ	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	لدھے والا، گوجرانوالہ	-	روزنامہ جنگ
28 جنوری	عائشہ	خاتون	17 برس	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	لدھے والا، گوجرانوالہ	-	روزنامہ جنگ
28 جنوری	محسن عباس	مرد	-	-	-	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	اوچھالی	-	روزنامہ جنگ
29 جنوری	شفیق میمن	مرد	-	-	-	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	خودکو گولی مارکر	گھوٹہ محلّہ، گھوٹکی	-	روزنامہ کاوش
29 جنوری	-	مرد	-	-	-	-	خودکو گولی مارکر	آواران، بلوچستان	-	روزنامہ مہا نیشن
30 جنوری	ندیم	مرد	27 برس	-	-	گھریلو جھگڑا	پھندا ڈال کر	محمود آباد، کراچی	-	روزنامہ ایکسپریس
31 جنوری	شابیہ	خاتون	-	-	شادی شدہ	-	پھندا ڈال کر	گاؤں ککی، بنوں	درج	روزنامہ ایکسپریس
31 جنوری	زاہد حسین خاصخیلی	مرد	22 برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ محبّ خاصخیلی، ٹھری میراواہ	-	روزنامہ کاوش
31 جنوری	غلام رسول بھٹی	مرد	18 برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	میمن محلّہ سرحد، گھوٹکی	-	روزنامہ کاوش
31 جنوری	امیر شہزاد	مرد	20 برس	-	غیرشادی شدہ	-	زہرخورانی	منڈی بہاؤالدین	-	روزنامہ جنگ
31 جنوری	رئیس شبیر	مرد	22 برس	-	غیرشادی شدہ	-	پھندا ڈال کر	رفیق آباد، کھاریاں	-	روزنامہ جنگ
31 جنوری	-	مرد	-	-	-	-	خودکو گولی مارکر	حاجی پورہ، سیالکوٹ	-	روزنامہ جنگ
31 جنوری	ولائت	مرد	22 برس	-	غیرشادی شدہ	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	عباس نگر، مریدکے	-	روزنامہ جنگ
یکم فروری	عبدالجبار دستی	مرد	22 برس	-	غیرشادی شدہ	شادی نہ ہونے پر	زہرخورانی	گوٹھ ڈاتو دستی، سیٹھارجہ	-	روزنامہ کاوش
یکم فروری	مجاہد رضوی	مرد	25 برس	-	-	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	کلفٹن، کراچی	-	روزنامہ ایکسپریس
یکم فروری	وسیم	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	ریلوے سٹیشن پبی، نوشہرہ	درج	روزنامہ آج
یکم فروری	محمد عثمان بھٹی	مرد	-	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	ٹرین تلے کود کر	قطب ٹاؤن ڈہرکی۔ گھوٹکی	-	روزنامہ کاوش
یکم فروری	-	مرد	-	-	-	-	خودکو گولی مارکر	گاؤں صوابی خاص، صوابی	-	راولپنڈی نیوز
یکم فروری	-	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	-	خودکو گولی مارکر	پبی، نوشہرہ	-	روزنامہ ڈان
2 فروری	رضااللہ	مرد	28 برس	-	-	-	خودکو گولی مارکر	کلفٹن، کراچی	-	روزنامہ ایکسپریس
2 فروری	نگہت فاطمہ	خاتون	26 برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	-	لیاقت آباد، کراچی	-	روزنامہ ایکسپریس
2 فروری	صفیہ	خاتون	23 برس	-	-	-	زہرخورانی	گاؤں شموزئی، سوات	درج	روزنامہ آج
2 فروری	رضوان	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	-	خودکو گولی مارکر	کالوں خان، صوابی	درج	روزنامہ آج
2 فروری	ابرار احمد	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	بیوی کی موت پر دلبرداشتہ	زہرخورانی	150/9 ایل، ساہیوال	-	روزنامہ دنیا
2 فروری	محمد ساجد	مرد	42 برس	-	-	معاشی حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	ڈاکخانہ بازار، قصور	-	روزنامہ خبریں
2 فروری	افتخار	مرد	28 برس	-	غیرشادی شدہ	بیروزگاری سے دلبراشتہ	زہرخورانی	چک 77 ج ب، فیصل آباد	-	روزنامہ نوائے وقت
2 فروری	عالیہ	خاتون	-	-	غیرشادی شدہ	-	زہرخورانی	جناح ہسپتال، کراچی	-	روزنامہ نوائے وقت

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
2فروری	طیب ناصر	مرد	19برس	-	غیرشادی شدہ	-	پھندا ڈال کر	بستی رشید آباد، صادق آباد	درج	روزنامہ جنگ ملتان
3فروری	عمران	مرد	45برس	-	غیرشادی شدہ	معاشی حالات سے دلبرداشتہ	خودکوگولی مارکر	نواب ٹاؤن، لاہور	-	روزنامہ نیوز
3فروری	اظہر	مرد	25برس	-	غیرشادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہرخورانی	چک 128 گ ب، جڑانوالہ		روزنامہ جنگ
3فروری	زین بی بی	خاتون	36برس	-	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	وجھ، سرگودھا	-	روزنامہ جنگ
3فروری	مشتاق	مرد	-	-	شادی شدہ	معاشی حالات سے دلبرداشتہ	ٹرین تلے کودکر	محلّہ سلیمان پارس، جہلم	-	روزنامہ نئی بات
3فروری	-	خاتون	-	-	شادی شدہ	-	پھندا ڈال کر	سنڈیکیٹ موڑ، ڈی آئی خان	درج	روزنامہ ایکسپریس
3فروری	-	مرد	20برس	-	-	معاشی حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	کورنگی، کراچی	-	روزنامہ ایکسپریس
3فروری	ریاض گرمانی	مرد	20برس	-	غیرشادی شدہ	-	ٹرین تلے کودکر	بکھری احمد خان، کوٹ سلطان	درج	روزنامہ جنگ ملتان
4فروری	بہادر لودھی	مرد	22برس	-	-	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	شہدادکوٹ	-	روزنامہ کاوش
4فروری	حمزہ	مرد	15برس	-	غیرشادی شدہ	ذہنی معذوری	خودکوگولی مارکر	شہباز پور، رحیم یارخان	درج	روزنامہ جنگ ملتان
4فروری	تنویر	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	موضع ٹھٹھی، کوٹ ادو	-	روزنامہ جنگ ملتان
4فروری	اسد جمیل	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	خودکوگولی مارکر	گاؤں ڈب بلوچاں، کنڈیاں	-	روزنامہ جنگ
4فروری	م	خاتون	-	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	ٹرین تلے کودکر	پپلاں جال، مصطفیٰ آباد	-	روزنامہ جنگ
5فروری	نبیلہ	خاتون	16برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	مین چوک گھوٹکی	-	روزنامہ کاوش
5فروری	حمزہ خان	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	-	خودکوگول مارکر	زندہ پیر کاکشال یکہ توت، پشاور	درج	روزنامہ آج
5فروری	فرید گل	مرد	45برس	-	شادی شدہ	ذہنی معذوری	زہرخورانی	یارحسین، صوابی	درج	روزنامہ آج
5فروری	سلطان نبی	خاتون	40برس	-	شادی شدہ	بیماری سے دلبرداشتہ ہوکر	خودکوگولی مارکر	یارحسین، صوابی	درج	روزنامہ آج
5فروری	بشیر	مرد	50برس	-	شادی شدہ	غربت سے دلبرداشتہ ہوکر	پھندا ڈال کر	شاداب کالونی، فیصل آباد	-	روزنامہ دنیا
6فروری	سید احمد	مرد	-	-	-	-	خودکوگولی مارکر	چشتیاں	-	روزنامہ جنگ
6فروری	آصفہ بتول	خاتون	-	-	غیرشادی شدہ	چوری کے الزام پر دلبرداشتہ	زہرخورانی	نوشہرہ روڈ، گوجرانوالہ	-	روزنامہ جنگ
6فروری	غلام رسول بھٹی	مرد	-	-	-	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	-	گھوٹکی۔سندھ	-	روزنامہ کاوش
6فروری	شفیق میمن	مرد	-	-	-	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	-	گھوٹکی۔سندھ	-	روزنامہ کاوش
6فروری	-	مرد	28برس	-	-	نشے کے لیے رقم نہ ملنے پر	خودکوگولی مارکر	سولجر بازار، کراچی	-	ایکسپریس ٹریبون
6فروری	علی محمد شورو	مرد	45برس	-	-	-	-	سنٹرل جیل، حیدرآباد	-	کراچی ڈان
6فروری	قاسم	مرد	-	-	-	-	-	اوکاڑہ	-	روزنامہ نیوز
6فروری	-	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	تھانہ صدر، ڈسکہ	-	روزنامہ نیوز
7فروری	کنول	خاتون	-	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گارڈن ٹاؤن، لاہور	-	روزنامہ جنگ
7فروری	شمائلہ بی بی	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	لوہاری گیٹ، لاہور	-	روزنامہ جنگ
7فروری	شہزاد	مرد	60برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا ڈال کر	دستگیر کالونی، جیکب آباد	-	روزنامہ کاوش
7فروری	آفتاب	مرد	20برس	-	-	گھریلو جھگڑا	پھندا ڈال کر	کورنگی، کراچی	-	روزنامہ ایکسپریس
7فروری	دلشاد احمد	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	فیروز ٹاؤن، لاہور	-	روزنامہ نیوز
7فروری	مظہر حسین	مرد	26برس	-	-	معاشی حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	پرانی انارکلی، لاہور	-	روزنامہ ایکسپریس
7فروری	سلیم عباسی	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	پراناڈالاریاں والا، شورکوٹ	-	روزنامہ نوائے وقت
8فروری	حفیظ	مرد	20برس	-	غیرشادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	خودکوگولی مارکر	کندیاں	-	روزنامہ نوائے وقت
8فروری	محمد آصف	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	موڑکھنڈ، ننکانہ	-	روزنامہ خبریں
8فروری	ریاست علی	مرد	25برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	محلّہ رسول پورمشرقی، فاروق آباد	-	روزنامہ نوائے وقت
8فروری	بلقیس	خاتون	-	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	ڈیرہ اوڈاں، فیروزوالا	-	روزنامہ نوائے وقت
8فروری	عبید شاہ	مرد	24برس		-	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	پھندا ڈال کر	اوڈکالونی مورو، نوشہروفیروز	-	روزنامہ کاوش

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
9فروری	حامد	مرد	ـ	ـ	شادی شدہ	ـ	خودکو گولی مارکر	پنجاب یونیورسٹی، لاہور	ـ	روزنامہ جنگ
9فروری	علی رضا	مرد	20برس	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا ڈال کر	کوٹ حسین، ننکانہ	ˆ	روزنامہ جنگ
9فروری	سکندر حیات	مرد	ـ	ـ	ـ	ذہنی معذوری	پھندا ڈال کر	تاندلیانوالہ، فیصل آباد	ـ	روزنامہ جنگ
9فروری	عمرانہ	خاتون	ـ	ـ	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	حافظ آباد	ـ	روزنامہ جنگ
9فروری	شہناز	خاتون	ـ	ـ	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	لدھے والا وڑائچ، گوجرانوالہ	ـ	نوائے وقت
9فروری	آسیہ بی بی	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	چک 404 گ ب، فیصل آباد	ـ	نوائے وقت
10فروری	جویریا	خاتون	15برس	ـ	غیر شادی شدہ	ـ	پھندا ڈال کر	چہاں روڈ، فیصل آباد	ـ	نوائے وقت
9فروری	اڈیو بنگلانی	مرد	25برس	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	گوٹھ جاکر بنگلانی ٹھل، جیکب آباد	ـ	روزنامہ کاوش
9فروری	ارم	خاتون	22برس	ـ	شادی شدہ	ذہنی معذوری	چھت سے کودکر	کورنگی، کراچی	ـ	روزنامہ ایکسپریس
10فروری	ـ	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	چھت سے کودکر	مصری شاہ، لاہور	ـ	روزنامہ نیوز
10فروری	بشارت	مرد	25برس	ـ	غیر شادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	خودکو گولی مارکر	گاؤں سرانواں، کاموکی	ـ	روزنامہ نوائے وقت
10فروری	عثمان	مرد	19برس	ـ	غیر شادی شدہ	ذہنی معذوری	خودکو گولی مارکر	ایمن آباد، گوجرانوالہ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
10فروری	ساجدہ	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	شاہ جیونہ	ـ	روزنامہ جنگ
10فروری	وسیم عباس	مرد	22برس	ـ	غیر شادی شدہ	ذہنی معذوری	ٹرین تلے کودکر	چک 74/4 آر، ساہیوال	ـ	روزنامہ جنگ
10فروری	ـ	خاتون	ـ	ـ	ـ	معاشی حالات سے دلبرداشتہ	پھندا ڈال کر	نارتھ کراچی	ـ	روزنامہ ایکسپریس
11فروری	زاہدہ سولنگی	خاتون	25برس	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	گوٹھ عارب سولنگی، کنب، خیرپور میرس	ـ	روزنامہ کاوش
11فروری	نوشین	خاتون	34برس	ـ	ـ	ذہنی معذوری	پھندا ڈال کر	نارتھ کراچی	ـ	روزنامہ ایکسپریس
11فروری	سعداللہ	مرد	32برس	ـ	شادی شدہ	ـ	خودکو گولی مارکر	گلوزئی میرکزئی، چمکنی، پشاور	درج	روزنامہ آج
11فروری	سجاد	مرد	ـ	ـ	غیر شادی شدہ	معاشی حالات سے دلبرداشتہ	خودکو گولی مارکر	ملتان روڈ، علی پور	درج	روزنامہ جنگ ملتان
11فروری	ـ	مرد	ـ	ـ	شادی شدہ	ـ	خودکو گولی مارکر	فیصل آباد	ـ	روزنامہ نوائے وقت
11فروری	کوثر بی بی	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	معاشی حالات سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	مریدکے	ـ	روزنامہ جنگ
11فروری	طارق	مرد	ـ	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	پھندا ڈال کر	گاؤں کلے والا، قصور	ـ	روزنامہ جنگ
12فروری	وسیم	مرد	40برس	ـ	شادی شدہ	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	پھندا ڈال کر	مصطفیٰ آباد، لاہور	ـ	روزنامہ ایکسپریس
13فروری	عرفان ڈہر	مرد	19برس	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	گوٹھ محبوب کلہوڑو، گمبٹ	ـ	روزنامہ کاوش
13فروری	محمد سلیم کنرانی	مرد	17برس	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	گوٹھ سردار خان نندوانی، ٹھل	ـ	روزنامہ کاوش
13فروری	امام بخش بھٹو	مرد	17برس	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	گوٹھ وسایو بھٹو، رتو دیرو، لاڑکانہ	ـ	روزنامہ کاوش
13فروری	ساجد رضا	مرد	22برس	ـ	ـ	ذہنی معذوری	خودکو گولی مارکر	پی سی ایچ ایس، کراچی	ـ	روزنامہ ایکسپریس
13فروری	ـ	مرد	30برس	ـ	ـ	ـ	پھندا ڈال کر	اورنگی، کراچی	ـ	روزنامہ ایکسپریس
14فروری	شہباز بٹ	مرد	22برس	ـ	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	بادامی باغ، لاہور	ـ	روزنامہ جنگ
14فروری	مختار احمد	مرد	17برس	ـ	ـ	ذہنی معذوری	ـ	شمع چوک، گوجرانوالہ	ـ	روزنامہ جنگ
14فروری	محمد رمضان	مرد	ـ	ـ	غیر شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	ٹرین تلے کودکر	131 جنوبی، سلانوالی	ـ	روزنامہ جنگ
15فروری	صائمہ	خاتون	27برس	ـ	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	پنڈی رتن سنگھ، مریدکے	ـ	روزنامہ جنگ
15فروری	عائشہ	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	ڈجکوٹ، فیصل آباد	ـ	روزنامہ جنگ
15فروری	شمس	مرد	ـ	ـ	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	فیصل آباد	ـ	روزنامہ جنگ
15فروری	خضر حیات	مرد	ـ	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	پھندا ڈال کر	کوٹ مومن	ـ	روزنامہ جنگ
15فروری	ـ	مرد	32برس	ـ	ـ	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	پھندا ڈال کر	ملیر، کراچی	ـ	روزنامہ ایکسپریس
15فروری	ـ	مرد	23برس	ـ	غیر شادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہر خورانی	نصیر آباد، لاہور	ـ	روزنامہ ایکسپریس
16فروری	سنی	مرد	16برس	ـ	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	ٹرین تلے کودکر	چک 187 ای بی، گگو منڈی	ـ	روزنامہ نئی بات

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
16فروری	-	بچی	13برس	-	غیرشادی شدہ	-	پھنداڈال کر	دستگیر کالونی، گوجرہ، ٹوبہ ٹیک سنگھ	-	روزنامہ ڈان
16فروری	رفاقت	مرد	56برس	-	شادی شدہ	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	پھنداڈال کر	مزنگ، لاہور	-	روزنامہ نوائے وقت
16فروری	یاسر	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	ٹرین تلے کودکر	چک 187ای بی، گگومنڈی	درج	روزنامہ جنگ ملتان
16فروری	عائشہ پتافی	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	میرپور ماتھیلو، گھوٹکی	-	روزنامہ کاوش
17فروری	جویریہ	خاتون	-	18برس	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	گلستان جوہر، کراچی	-	روزنامہ دی نیوز
18فروری	نادیہ	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکوآگ لگاکر	سمن آباد، مظفرگڑھ	-	روزنامہ جنگ
18فروری	افتخار	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	پھنداڈال کر	گاؤں کالاپور، چوچک	-	روزنامہ نئی بات
18فروری	لطیفاں بی بی	خاتون	30برس	-	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	بہاولپور	-	شیخ مقبول حسین
18فروری	عاشق	مرد	-	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	نورے والی، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ
19فروری	ثریا	خاتون	-	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکوآگ لگاکر	چک 9ٹی ڈی اے، بھکر	-	روزنامہ ایکسپریس
19فروری	عمار	مرد	18برس	-	غیرشادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	سبزہ زار، لاہور	-	روزنامہ نئی بات
19فروری	اجالا	بچی	13برس	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گجرپورہ، لاہور	-	روزنامہ ایکسپریس
19فروری	ذاکراقبال	مرد	35برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	محمدآباد، فیصل آباد	-	روزنامہ ڈان
19فروری	محمدامین	مرد	-	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	فیصل آباد	-	روزنامہ جنگ
19فروری	-	خاتون	14برس	-	-	گھریلو جھگڑا	پھنداڈال کر	اورنگی، کراچی	-	روزنامہ ایکسپریس
19فروری	حنیفہ قربان	خاتون	28برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	کورنگی، کراچی	-	روزنامہ دی نیوز
19فروری	فوزیہ	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	پھنداڈال کر	پیرآباد، کراچی	-	روزنامہ جنگ
20فروری	محسن	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	-	پھنداڈال کر	کھوکھرکی، گوجرانوالہ	-	روزنامہ جنگ
20فروری	محمداعجاز	مرد	25برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھنداڈال کر	93شمالی، سرگودھا	-	روزنامہ نوائے وقت
20فروری	نواز	مرد	22برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	نذیرٹاؤن، بھکر	-	روزنامہ جنگ
20فروری	ذیشان	مرد	30برس	-	-	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	ٹمبرمارکیٹ، کراچی	-	روزنامہ جنگ
20فروری	بدرالدین سولنگی	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	خودکوگولی مارکر	گوٹھ سکھیو سولنگی، نوشہروفیروز	-	روزنامہ کاوش
20فروری	فرحت ناز	خاتون	-	-	غیرشادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	حیات آباد گرلز ہاسٹل، پشاور	درج	روزنامہ آج
20فروری	الف	خاتون	-	-	غیرشادی شدہ	-	خودکوگولی مارکر	گاؤں باجوڑ کورونہ، چارسدہ	درج	روزنامہ ایکسپریس
21فروری	محمدخان خمیسو	مرد	-	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	بلوچ کالونی ٹھل، جیکب آباد	-	روزنامہ کاوش
21فروری	طارق	مرد	22برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	نذیرٹاؤن، بھکر	-	روزنامہ جنگ
21فروری	گڑیا	خاتون	-	-	-	بیماری سے دلبرداشتہ ہوکر	خودکوگولی مارکر	سیکٹرجی 10، اسلام آباد	-	روزنامہ نوائے وقت
21فروری	عمیراسلم	مرد	20برس	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	محلّہ ملکانوالہ، بھکر	-	روزنامہ جنگ
21فروری	محمدسلیم	مرد	22برس	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	لالہ موسیٰ	-	روزنامہ جنگ
22فروری	فراز	مرد	22برس	-	-	پسندکی شادی نہ ہونے پر	پھنداڈال کر	شاہ فیصل، کراچی	-	روزنامہ امت
22فروری	اعجازچاچڑ	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	-	ریتی، ڈہرکی، گھوٹکی	-	روزنامہ کاوش
22فروری	سلیم چنوں	مرد	23برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھنداڈال کر	ڈوکری، لاڑکانہ	-	روزنامہ کاوش
22فروری	عاصمہ بی بی	خاتون	24برس	-	شادی شدہ	-	زہرخورانی	شاہ کوٹ	-	روزنامہ جنگ
22فروری	انوارالحق	مرد	22برس	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	ٹرین تلے آکر	گاؤں امراؤ، حافظ آباد	-	روزنامہ جنگ
22فروری	جنگ شیر	مرد	-	-	شادی شدہ	-	پھنداڈال کر	خانکی موڑ، پھول نگر	درج	روزنامہ جنگ
22فروری	ملک عمران	مرد	26برس	-	غیرشادہ شدہ	پسندکی شادی نہ ہونے پر	زہرخورانی	جڑانوالہ، فیصل آباد	-	روزنامہ جنگ
22فروری	(ر)	خاتون	-	-		گھریلو جھگڑا	گولی مارکر	رجانہ، ٹوبہ ٹیک سنگھ	-	روزنامہ دنیا
22فروری	نازیہ	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	فیصل آباد، بورے والا	-	روزنامہ خبریں

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
22فروری	گڈو	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	محلّہ قاسم آباد، خانقاہ شریف	ـ	روزنامہ خبریں
22فروری	رخسانہ بی بی	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	227 گ ب، فیصل آباد	ـ	روز.نامہ دنیا
22فروری	عائشہ بی بی	خاتون	ـ	ـ	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	عبداللہ پور، فیصل آباد	ـ	روزنامہ دنیا
22فروری	انس	مرد	ـ	ـ	ـ	معاشی حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	نگہبان پورہ، فیصل آباد	ـ	روزنامہ دنیا
22فروری	سلیم	مرد	ـ	ـ	ـ	معاشی حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	نگہبان پورہ، فیصل آباد	ـ	روزنامہ دنیا
22فروری	غلام جیلانی	مرد	18برس	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک 72، این پی، رحیم یارخان	ـ	روزنامہ خبریں
22فروری	صدف	خاتون	12برس		غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	بستی عظیم شاہ، رحیم یارخان	ـ	روزنامہ خبریں
22فروری	ارشد علی	مرد	22برس	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	صادق آباد، رحیم یارخان	ـ	روزنامہ خبریں،
22فروری	یاسمین	خاتون	ـ	ـ	ـ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	پھندا ڈال کر	دینا ناتھ، قصور	ـ	روزنامہ ایکسپریس
22فروری	نوید بی بی	خاتون	ـ	ـ	ـ	ـ	گولی مار کر	چک نمبر 101، گ ب، فیصل آباد	ـ	روزنامہ نوائے وقت
23فروری	عدنان	مرد	16برس	ـ	غیرشادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہرخورانی	سرسید ٹاؤن، فیصل آباد	ـ	روزنامہ دنیا
23فروری	رمشا	خاتون	ـ	ـ	غیرشادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہرخورانی	سرسید ٹاؤن، فیصل آباد	ـ	روزنامہ دنیا
23فروری	اکبر	مرد	ـ	ـ	غیرشادی شدہ	غربت سے دلبرداشتہ	پھندا ڈال کر	چک 211، رب، فیصل آباد	ـ	روزنامہ خبریں
23فروری	زرتاشہ	خاتون	ـ	ـ	غیرشادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہرخورانی	تتلے عالی، کاموکے	ـ	روزنامہ جنگ
23فروری	صابر	مرد	ـ	ـ	غیرشادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہرخورانی	ڈالہ واہگہ، نارنگ منڈی	ـ	روزنامہ جنگ
23فروری	اکبر علی	مرد	ـ	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	پھندا ڈال کر	چک نمبر 24، رب فیصل آباد	ـ	روزنامہ جنگ
23فروری	شفقت حیات	مرد	18برس	ـ	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	سلانوالی	ـ	روزنامہ جنگ
23فروری	ـ	خاتون	ـ	ـ	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	دھنی، سرائے عالمگیر	ـ	روزنامہ جنگ
23فروری	تاج رحمان	مرد	35برس	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	آگ لگا کر	محلّہ نیو پلاٹ، گوجرہ	ـ	روزنامہ جنگ

اقدام خودکشی:

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
26جنوری	اقراء	خاتون	20برس	ـ	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گرین ٹاؤن، لاہور	ـ	روزنامہ ایکسپریس
27جنوری	صفیہ بی بی	خاتون	ـ	ـ	ـ	ـ	زہرخورانی	چک 114 ٹی ڈی اے، لیہ	ـ	روزنامہ جنگ ملتان
27جنوری	صدف	خاتون	22برس	ـ	ـ	ـ	زہرخورانی	چک 150 ٹی ڈی اے، لیہ	ـ	روزنامہ جنگ ملتان
27جنوری	مہوش	خاتون	22برس	ـ	ـ	ـ	زہرخورانی	لیہ	ـ	روزنامہ جنگ ملتان
27جنوری	شعیب	مرد	18برس	ـ	ـ	ـ	زہرخورانی	لیہ	درج	روزنامہ جنگ ملتان
28جنوری	نجم علی	مرد	ـ	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	موضع نوناری، رحیم یارخان	ـ	روزنامہ جنگ ملتان
28جنوری	بخت علی بھیو	مرد		25برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مار کر	گوٹھ قیاس بھیو، غوث پور، کشمور	ـ	روزنامہ کاوش
29جنوری	نجمہ بی بی	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	کاہنہ، لاہور	ـ	روزنامہ ایکسپریس
29جنوری	فیاض	مرد	ـ	ـ	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	مصطفیٰ ٹاؤن، لاہور	ـ	روزنامہ ایکسپریس
30جنوری	حیدر	مرد	ـ	ـ	غیرشادی شدہ	ـ	خودکو گولی مار کر	برکی، لاہور	ـ	روزنامہ نوائے وقت
31جنوری	روبینہ	خاتون	ـ	ـ	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چائنہ سکیم، لاہور	ـ	روزنامہ نوائے وقت
31جنوری	فہد حسین	مرد	ـ	ـ	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	شفیق آباد، لاہور	ـ	روزنامہ نوائے وقت
31جنوری	اسد وڑائچ	مرد	ـ	ـ	ـ	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	شام نگر، چوبرجی، لاہور	ـ	روزنامہ نوائے وقت
31جنوری	ـ	مرد	17برس	ـ	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک پٹھانستان، رحیم یارخان	ـ	روزنامہ جنگ ملتان

جہد حق پڑھنے والوں کے خطوط

نادرا سنٹر کو کھولنے کا مطالبہ

باجوڑایجنسی باجوڑ ایجنسی کی تحصیل وڑ ماما موند اور لوئی ماموند میں خواتین کے لیے قائم نادرا سنٹر بند کر دیا گیا۔ ماموند قبائل کے عمائدین نے بتایا کہ نادرا کی جانب سے سنٹر کو بند کرنا ماموند قبائل کے ساتھ زیادتی ہے۔ اب ماموند قبائل کی ہزاروں خواتین کو کئی کلومیٹر دور قذافی اور ناواگی جانا پڑتا ہے۔ جبکہ خار نادرا سنٹر میں شناختی کارڈ بنانے کے لیے تحصیلدار سے اجازت نامہ لینا پڑتا ہے۔ عمائدین نے نادرا کے اعلیٰ حکام سے مطالبہ کیا کہ نادرا خواتین سنٹر کو بحال کیا جائے۔

(شاہد حبیب)

بجلی کی لوڈ شیڈنگ کا مسئلہ

باجوڑایجنسی باجوڑ ایجنسی میں سردی کی شدت بڑھنے کے ساتھ بجلی کی لوڈ شیڈنگ کا سلسلہ بڑھتے بڑھتے مکمل بریک ڈاؤن تک پہنچ گیا ہے۔ ایجنسی کے ہیڈکوارٹر تحصیل خار کے ساتھ ساتھ دوسری تحصیلوں کے دور دراز علاقوں میں مکمل تاریکی ہے جس سے پانی کی قلت کے علاوہ بجلی سے وابستہ کاروبار زندگی ٹھپ ہو کر رہ گیا ہے۔ باجوڑ ایجنسی کے عوام نے اس سلسلے میں اعلیٰ حکام سے مطالبہ کیا ہے کہ باجوڑ ایجنسی میں بجلی کی طویل لوڈ شیڈنگ کا نوٹس لیا جائے۔

(شاہد حبیب)

آلودہ پانی کی فراہمی سے امراض کا پھیلاؤ

حیدر آباد صوبائی وزیر ماحولیات، پارلیمانی اور کوسٹل ڈویلپمنٹ ڈاکٹر سکندر علی مینڈھرو کے احکامات کے باوجود نہ تو شہریوں کو صاف پانی کی فراہمی ممکن ہو سکی ہے اور نہ ہی شہر سے کوڑا کرکٹ سمیت دیگر فضلے کو ٹھکانے لگانے کے لیے مقامات کا تعین کیا گیا ہے۔ شہری مضر صحت پانی پینے پر مجبور ہیں جس کے باعث مختلف موذی امراض پھوٹ پڑے ہیں۔ صوبائی وزیر ڈاکٹر سکندر علی مینڈھرو نے 9 جنوری 2015ء کو ڈائریکٹر جنرل ماحولیاتی تحفظ ایجنسی نعیم احمد مغل، ڈپٹی کمشنر فیاض جتوئی، ایم ڈی واسا اور دیگر متعلقہ حکام کے ہمراہ پھلیلی کینال کا دورہ کیا تھا جس دوران انہوں نے پھلیلی کینال کی ابتر صورتحال، کناروں پر جمع کوڑے کے ڈھیر، نہر میں گرنے والے فیکٹریوں کے زہریلے اور گندے پانی اور دیگر فضلے کو دیکھ نہ صرف شدید برہمی کا اظہار کیا تھا بلکہ ان نالوں کو بند کرنے کا حکم دینے کے ساتھ ادارہ تحفظ ماحولیات کے افسران کو ہدایت کی تھی کہ وہ صنعتی زون سے نکلنے والے زہریلے پانی کی روک تھام کے لیے فیکٹری مالکان سے رابطہ کریں اور حکومت سندھ کے ماحولیاتی قانون پر مکمل عمل درآمد کراتے ہوئے انہیں اس بات کا پابند کریں کہ فیکٹریاں صنعتی فضلے کو صاف کرنے والا پلانٹ نصب کریں، لیکن مذکورہ افسران نے صوبائی وزیر کے احکامات نظر انداز کر دیئے اور آج بھی پھلیلی نہر کی صورتحال جوں کی توں ہے اور شہریوں کو مضر صحت پانی کی فراہمی کا سلسلہ تاحال جاری ہے جس کے باعث شہری خصوصاً بچے مختلف موذی بیماریوں میں مبتلا ہو رہے ہیں جب کہ شہر کے کوڑا کرکٹ سمیت دیگر فضلے کو ٹھکانے لگانے کے لیے لینڈ فل سائٹس بھی تلاش نہیں کی جاسکیں اور نہ ہی آلودگی کا باعث بننے والے فیکٹری مالکان کے خلاف کوئی کارروائی کی گئی ہے جس کا نتیجہ شہریوں کو مضر صحت پانی اور بیماریوں کی صورت میں بھگتنا پڑ رہا ہے۔ واضح رہے کہ پھلیلی کینال میں نہ صرف فیکٹریوں کا کیمیکل ملا پانی بلکہ قریب واقع ہزاروں گھروں کا سیوریج پائپ کا پانی بھی گرتا ہے۔

(نامہ نگار)

سینئر ڈاکٹرز ترقی سے محروم

حیدر آباد پاکستان میڈیکل ایسوسی ایشن سندھ نے ڈاکٹروں کے مطالبات کی منظوری کے لیے احتجاجی تحریک شروع کرنے کا اعلان کیا ہے۔ پی اے کے صوبائی جنرل سیکرٹری لیبر منظور نے ڈاکٹر لالہ جعفر خان، ڈاکٹر رفیق قریشی، ڈاکٹر گل زار و دیگر کے ہمراہ پریس کانفرنس کرتے ہوئے کہا کہ ڈاکٹرز، پیرامیڈکس اور نرسنگ اسٹاف شعبہ صحت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں لیکن حکومت اور محکمہ صحت ان کے مطالبات کی منظوری میں سنجیدہ نظر نہیں آ رہے۔ سینئر ڈاکٹروں کو 1994ء کے ایکٹ کے تحت ترقی نہ دینے کے ساتھ ساتھ کنٹریکٹ اور ایڈہاک پر کام کرنے والے ڈاکٹرز کو مستقل بھی نہیں کیا جا رہا۔ انہوں نے کہا کہ حکومت سندھ اور محکمہ صحت ڈاکٹرز کے مطالبات منظور نہ کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے تحفظ میں بھی مکمل طور پر ناکام ہو چکی ہے۔ مختلف واقعات میں کئی ڈاکٹرز کو ٹارگٹ کلنگ کا نشانہ بنایا گیا ہے لیکن تاحال ایک بھی قاتل گرفتار نہیں کیا جاسکا۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ من پسند افراد کو نوازنے کی بجائے میرٹ کی بنیاد پر ہسپتالوں میں ایم ایس کا تقرر کیا جائے۔ مطالبات کی منظوری کے لیے ڈاکٹرز نے نہ صرف احتجاج کیا بلکہ عدالت سے بھی رجوع کیا جہاں ان کے حق میں فیصلہ دیا گیا لیکن اس کے باوجود حکومت سندھ اور محکمہ صحت نے اس حوالے سے اقدامات نہیں کئے۔

(لالہ عبدالحلیم)

ترقیاتی سکیموں کو پایہ تکمیل تک پہنچایا جائے

پارا چنار کرم ایجنسی کے شہریوں نے مطالبہ کیا ہے کہ ایجنسی کے ترقیاتی فنڈز جاری کرکے زیر التواء ترقیاتی سکیموں کو پایہ تکمیل تک پہنچایا جائے۔ شہریوں کا کہنا ہے کہ علاقے میں سڑکوں کی صورتحال ابتر ہے اور پینے کے پانی کی اسکیمیں التواء کا شکار ہیں جس کی بنیادی وجہ ترقیاتی فنڈز کے اجراء میں تاخیر ہے۔ شہریوں کو تمام بنیادی ضروریات کی فراہمی کے لیے فنڈز جاری کئے جائیں۔

(عظمت علی)

Logging Waziristan's many afflictions

During HRCP's monitoring and documentation of human rights violations in FATA's seven agencies-as part of the most critical areas of the country in terms of human rights, 18 cases of attacks against security forces were reported in the year 2014. These attacks involved landmines and improvised explosive devices (IEDs) usually planted on roads to target patrolling security forces' vehicles. The militants also launched attacks against security personnel stationed on check posts. After most of these attacks, one or more claims of responsibility were made and one militant group or another threatened that the attacks would continue until the military operation did.

Civilian deaths

The civilian population that had faced threats from the militants who had warned them against leaving the area, as had been ordered by the security forces, also suffered directly as a result of the military operation. During the documentation period, five prominent instances of civilian casualties in security forces' firing and shelling were reported; one each in January, June and November and two in May. In these five instances, 67 persons were reported to have been killed, including at least 16 women and children. On May 22, the forces' bombing in Mirali area of North Waziristan caused the death of 45 persons. In Musaki village of Mirali, four neighboring houses were bombed in which 35 persons were killed. According to eye witness accounts, nine women and 17 children, aged between 1 and 12, were among those killed. Some reports emerged that 10 bodies were recovered from the debris almost a week later when the smell of decaying flesh forced the locals to dig further. Many reports could not be verified since the region was barred to independent observers and journalists, especially during the military operation and with a large section of the population displaced.

Vulnerabilities of displaced women

In their flight, much as had been the case during their presence in their native area, women were the most vulnerable section of the North Waziristan population. They were not consulted on decisions that affected their lives the most and their special needs were almost systematically neglected. Under a unanimous Jirga decision endorsed reportedly by many, if not all, political parties, women residing in the camps for internally displaced persons of North Waziristan were barred from receiving the relief goods. This particularly affected women who had no adult male family members, as well as female-headed households of widows or women whose husbands, brothers, or fathers were working abroad.

Due to a social system that restricted women's mobility, education and social interaction, the displaced women were further ill at ease outside the comforts of their homes. The female literacy rate in the area was reported to be only 3 per cent. A large number of women did not possess national identity cards, which made access to relief goods impossible. These factors made the suffering of displaced women much more acute than the situation of men.

No timeframe for return

At the time of the launch of the military operation, statements from various ministers had suggested that the operation might be completed within a matter of weeks or a couple of months. The statements from the army chief and the prime minister to the effect that the operation would continue until all terrorists were eliminated indicated lack of a clear timeframe for the operation's conclusion, which would enable the displaced population to return to their homes. It is important that the return and resettlement of the displaced population are not as haphazard as their exodus had been.

Independent observers, journalists and at least local parliamentarians must be allowed in the region to provide an objective narrative of the situation on the ground.

The long suffering people of this region have been voicing their demand, more in hope than in expectation, that they too, along with other residents of FATA, would get the rights that the other citizens of Pakistan are entitled to. The military operation in North Waziristan is unlikely to succeed if it is pursued merely as a means to secure the so-called settled areas of the country from attacks originating from FATA. Unless North Waziristan and the rest of Federally Administered Tribal Area are granted the rights to which citizens elsewhere in the country are entitled, and effective writ of the state, rule of law and proper infrastructure are established, peace and denial of sanctuary to criminals, including terrorists, would remain elusive ambitions.

North Waziristan: beyond anti-terrorism operations

A deadly attack on Karachi's Jinnah International Airport in June 2014, which was claimed by the Pakistani Taliban, led to a national consensus to do away with the peace overtures with the Taliban and launch a military operation in North Waziristan Agency in FATA, supposedly the last sanctuary for domestic and international extremist militants operating in Pakistan.

Displaced and disregarded

In the next few months, around two million residents of North Waziristan were forced to flee their homes after the launch of operation Zarb-e-Azb. The uprooted population got no more than a couple of days notice from the security forces to vacate their homes and many had to travel on foot for more than 60 kilometers to reach safety.

The displaced population mainly went to the adjacent Bannu district in Khyber Pakhtunkhwa to escape the conflict. Tens of thousands were also reported to have fled to Afghanistan though many later returned to Pakistan. Those who became displaced suffered from a serious lack of provisions, basic accommodation requirements and faced terrorist attacks in camps established for them. Many residents of South Waziristan who had shifted to the neighbouring North Waziristan to seek shelter during an earlier military operation had to suffer the misfortune of being displaced twice. Those who remained behind continued to face attacks from the militants as well as suffer direct consequences of the operation, including civilian casualties in the actions of the armed forces.

'Peripheral' issues

North Waziristan Agency on Pakistan's border with Afghanistan has been home to all hues of militant groups, such as Tehreek-e-Taliban Pakistan, Lashkar-e-Jhangvi, Jundullah, Al Qaeda and various Central Asian terrorist groups which have used this territory as a base to launch deadly attacks across Pakistan and beyond.

The terrain and the proximity of the region to the porous Afghan border have allowed the militants to hide in the mountains or move across the border to escape the security forces action. Even though many high profile terrorists, including the reported mastermind of the Karachi airport attack, were targeted and killed in air strikes and land assaults during Zarb-e-Azb, the local population has alleged that most of the militants managed to flee the country before the assault began. However significant reduction in the number of terrorist attacks in the country in 2014, a drop of almost 30% according to the annual report of Pakistan Institute of Peace Studies (PIPS), an Islamabad-based research organisation, indicated the military operation's impact in disrupting and dismantling the operations of terrorist organizations operating from the area.

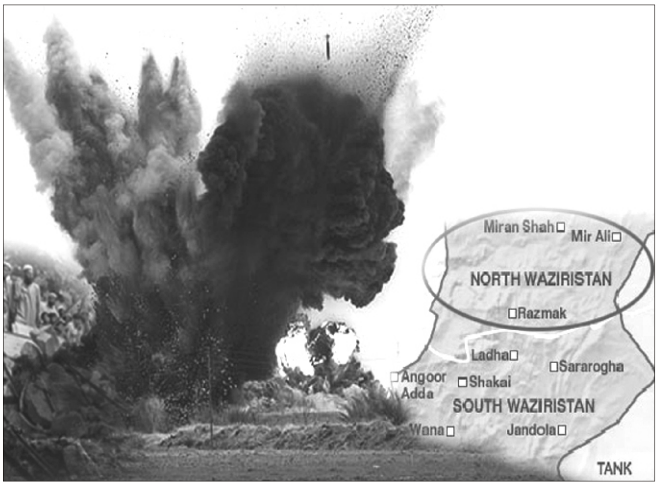

A long account of misery

The troubles of the residents of North Waziristan had been legions even before they had to flee their homes in June 2014. Even within FATA, which had been no stranger to lawlessness, lack of government authority and denial of rights taken for granted in most parts of Pakistan, North Waziristan was a region which stood out on account of the absence of even a semblance of the writ of the state. Education and health infrastructure was in shambles and North Waziristan held the dubious distinction of being the place of origin of most of the polio cases reported among Pakistani children.

May

- In Orakzai, FATA, two men belonging to the Shia community were killed by unidentified assailants. The community believed the TTP was involved because of their violent anti-Shia stance.
- In Mansehra, Khyber Pakhtunkhwa, an Imambargah in Kund Syedan was blown up by unidentified assailants on the night of May 13. There were no casualties.
- On May 21, militants belonging to the Sipah-e-Sahaba sectarian group attacked a General Post Office (GPO) van in Dera Ismail Khan and killed the head postmaster who was a Shia and his driver, a Sunni. The militants also took away money from the van. In an attack in Dera Ismail Khan, in Khyber Pakhtunkhwa, a 32-year-old Shia school guard was shot dead in a targeted attack by unidentified gunmen on a motorcycle. The deceased did not have any enmity and sectarian motives were believed to behind his murder.

July

- In Abbotabad, Khyber Pakhtunkhwa, a Shia religious scholar was killed along with his father outside their house when unidentified perpetrators on a motorbike shot at them in a targeted attack.
- In Dera Ismail Khan, in Khyber Pakhtunkhwa, a man belonging to the Shia sect was shot and killed in an attack claimed by the Sipah-e-Sahaba, a banned militant group known for its anti-Shia attacks. In another attack, a police constable from the Shia community was killed during prayers by unidentified perpetrators. It was reported that many Sunni residents of Mohallah Eidgah, where the incident occurred, wanted Shia residents to migrate.
- In Hangu, in Khyber Pakhtunkhwa, a member of the Shia community was killed near a school in Ghari Bazaar. Unidentified assailants were waiting for him when he reached the school and shot and killed him. He was believed to have been targeted on account of his sectarian identity.
- In Khuzdar, Balochistan, a bus carrying people belonging to the Zikri sect were attacked with an improvised explosive device and seven persons were injured.

August

- In Jacobabad, Sindh, a person belonging to the Shia sect was injured when unidentified assailants fired on him as he left a mosque after prayers. He had earlier been threatened on account of his sectarian identity by extremist groups.

November

- In Badin, Sindh, fighting erupted between members of a Shia procession and activists of a Sunni religious group Ahl-e-Sunnat Wal Jamaat (ASWJ) over the route of the Muharram procession through the city. Members of both groups threw stones at each other and beat each other with wooden sticks. Ten people were injured.
- In Shikarpur, Sindh, members of ASWJ shot and killed a Shia leader close to a police station when he was travelling from Khanpur to Shikarpur.
- In Jacobabad, Sindh, a man belonging to the Shia sect who regularly held Shia congregations at his home, was attacked and injured by students of a local Sunni seminary.
- In Peshawar, KP, the security guard of an Imambargah was gunned down by unidentified assailants.
- In Orakzai Agency, FATA, on the 9th of Muharram, a roadside bomb exploded near an Imambargah at noon, killing two persons and injuring 28 others. In another attack in Lower Orakzai a few days later militants targeted a Shia procession with a bomb and rockets. Two persons were killed and seven injured.

December

- In Gilgit, hundreds of members of Imamia Students Organization (ISO), a Shia youth organistaion, were inside a hall at Government Degree College for Boys, Gilgit, to commemorate a religious day when a mob of over 100 students belonging to the Sunni sect gathered there and started chanting slogan against Shias. The two groups started pelting each other with stones. Shots were also fired and three students were injured. The local administration and police intervened to stop the clash. Police registered a case on a number of charges including rioting, causing hurt, etc., against 17 students. After the clash, the police cleared the campus and left. An hour later unidentified persons entered the campus and set three classrooms and a portion of a library on fire.

One of the most obvious trends noted in the sectarian violence had been Shias being the most frequently targeted sectarian minority in the country. Another noticeable fact had been pervasive impunity for the killers. In no murder case had the perpetrators been arrested. The sectarian clashes were much less frequent than sectarian killings by unidentified attackers or banned sectarian and other militant groups.

The authorities have often been criticized, with some justification, for being reactive rather than going after the groups known to perpetrate or advocate faith-based violence and not clamping down on hate speech. There is no mystery to how these shortcomings can be addressed. It would take nothing less than an unambiguous resolve by the state to live up to its obligation to protect the life and religious freedoms of the citizens.

– Correspondents

Sectarian violence: bloodshed in the name of faith

Pakistan has unfortunately been no stranger to blood-letting in the name of faith, with the minority Muslim sects and members of other faiths being frequently targeted. Sectarian violence that had reared its head in the country most noticeably in the 1980s has ebbed and flowed since then, with the last decade marked by numerous incidents of sectarian violence with very high casualties.

Since 2013, HRCP has been monitoring more closely 48 districts, which it considers critical because of human rights excess and violations by organised actors there. Sectarian attacks and clashes were reported in 2014 from many of these districts spread across six regions of the country.

In the 29 incidents of sectarian violence reported from these districts in 2014, as many as 46 people were killed and 129 injured.

2014: Casualties in sectarian violence in monitored districts		
Killed	Injured	Total
46	129	175

The overwhelming majority of these attacks, 25 in all, targeted the Shia community, while the Ismaili and Zikri communities were targeted thrice and once, respectively.

2014: Targeted attacks on sects in monitored districts			
Shia	Ismaili	Zikri	Total
25	3	1	29

The highest number of attacks was reported from the selected districts of Khyber Pakhtunkhwa, followed by Gilgit Baltistan, Sindh, FATA and Balochistan. The highest number of attacks and casualties across the country during 2014 was of course much higher, but even a quick glance at the figures hints at the widespread incidence of sectarian violence in the country.

2014: Incidents of sectarian violence in monitored districts					
Gilgit Baltistan	FATA	KPK	Sindh	Balochistan	Total
6	4	9	6	4	29

Militant groups who claimed responsibility or were suspected in these attacks included Lashkar-e-Jhangvi, Jaish-ul-Islam, Tehrik-e-Taliban Pakistan (TTP), Sipah-e-Sahaba. Here are some incidents of sectarian violence reported from the monitored district during the year under review:

January

- Three sectarian attacks were reported from Balochistan. In Washuk, more than a dozen unidentified persons abducted a man who belonged to the Shia Hazara community from a local hotel and killed him in public. One attack occurred in Mastung where buses carrying Shia pilgrims were targeted by banned militant outfit Lashkar-e-Jhangvi. At least 23 persons were killed and 32 injured. The casualties included children and women and led to countrywide protests by the Shia community. On the first day of the year 2014, militant group Jaish-ul-Islam targeted a bus carrying Shia pilgrims from Iran to Quetta in a suicide attack. Three Shia pilgrims were killed and 34 people, including the security personnel escorting the bus.

February

- In Peshawar, Khyber Pakhtunkhwa, a well-known leader of Tehreek-e- Nifaz-e-Jafreia, a Shia organization, was shot and killed by unidentified attackers.
- In Gilgit, two Shia men were gunned down in a targeted attack. The authorities suspected that they had been targeted by extremists on account of their sectarian identity. In Skardu, a man who had publicly criticised the Sunni community was attacked and injured in a drive-by shooting. Sectarian motives were suspected.

March

- In Hunza-Nagar, in the Gilgit Baltistan region, a gathering of Islmailis celebrating the ritual of Nauroz was attacked by members of rival sects and was forced to disperse. The attackers were arrested by police and later stated that they attacked the gathering because in their opinion the Ismaili community was spreading obscenity in the area.

April

- In two separate incidents in Jacobabad, Sindh two persons belonging to the Shia sect were brutally beaten up by members of the Sunni community for preaching their faith and discussing their sectarian beliefs with others. They approached the police which refused to register a case against the accused.

During the year under review, five cases of enforced disappearance of Sindhi nationalist political workers were reported from the eight districts, two of whom were tortured and one was killed and his body dumped. In Naushero-Feroz district, two burnt dead bodies of nationalists were also discovered in March. On March 21, the police found the charred bodies of Maqsood Qureshi (age 48) and Salman Wadho (age 20) near Bharya Road Town in Naushero Feroze. The two men's bodies were found inside a car which had been set alight. Maqsood Qureshi was the brother of a late Jeay Sindh Qaumi Mahaz (JSQM) chairman and Salman Wadho was also a JSQM leader.

On August 15, policemen as well as men alleged to be from intelligence agencies, picked up Asif Ali Panhwar (aged 26), a Sindh University student and JSMM activist, from his house during a raid. Panhwar was the general secretary of the student wing of JSQM. His dead body was found in a village of Larkana district on November 26. He had been shot several times.
It was reports like these that led in December 2014 to HRCP publicly voicing its serious alarm over a rapid rise in enforced disappearances in Sindh, with the victims turning up dead. HRCP had noted that those taken away were young men, mainly political activists, picked up from various parts of the province over the last few months. Mutilated dead bodies of many of the victims had been found. The victims include Shakeel Sindhi, a Sindh University student, was abducted from his house in Karachi on October 6 and his dead body was found on October 11. Jeay Sindh Muttahida Mahaz (JSMM) activist Paryal Shah was abducted from a public transport bus headed from Dahrki to Kashmor on November 7. His dead body was found the same day from a village on the Sindh-Punjab border. The bullet-riddled body of Roshan Brohi, a resident of Larkana and a JSMM activist, was found in a gunny bag near Malir, Karachi, on November 12. He had been picked up on October 26.

On November 27, the bullet-riddled body of Jeay Sindh Qaumi Mahaz (JSQM) activist Waheed Lashari was found in a sewerage pond in Karachi's Malir area. He had been abducted 29 days earlier from Qambar Shahdadkot, when he was travelling with his sister in a public transport van. Allah Wadio, a first year student, was abducted on August 13 from Karachi. On December 02 unidentified persons threw him in a critical condition near Hub Chowki. Police informed his parents who admitted him to Civil Hospital Karachi. He was reportedly picked up from there by security agencies' personnel and on December 3 his dead body was found from Hyderabad Bypass.

HRCP noted that in several cases the involvement of security forces' personnel has been established by witnesses while in some their role was actively suspected. “Nowhere in the world have tactics like enforced disappearance ever yielded any positive result. It has only fuelled hatred and led to people and regions growing apart,” HRCP had reminded the authorities. The leader of the opposition in the National Assembly had also warned against the creation of “Balochistan-like situation in Sindh” and said that sending bullet-riddled dead bodies to the province would have adverse consequences.

It is a matter of grave concern that despite an outcry from political parties and civil society, such cases continue in Sindh and no one responsible for the killing of individuals associated with nationalists parties has been brought to justice. The security forces and the population at large must treat enforced disappearance as what it is; a grave human rights violation. More overt condemnation of this trend from civil society and all political parties might have some impact. However, more than anything else, such instances of denial of the right to life and liberty and also of political freedom and freedom of association are a litmus test for the superior judiciary to distinguish itself by seeing to it that the perpetrators are brought to justice. Nothing would present a stronger deterrent to such serious violations of human rights.

– Correspondents

The bell tolls for nationalists in Sindh

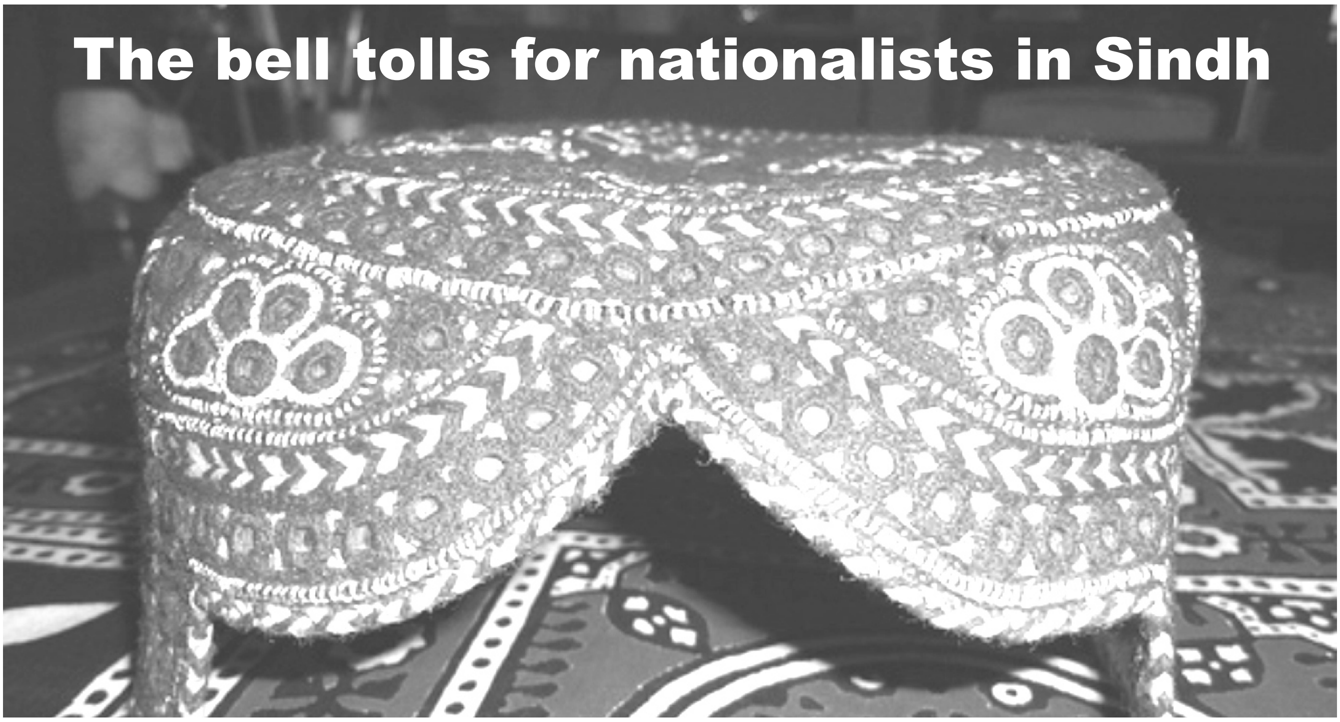

Although authorities and security agencies in none of the regions in Pakistan distinguish themselves in terms of brooking political dissent, an increasing number of cases of nationalists in Sindh facing intimidation and violations of their rights apparently on account of their political affiliations have been surfacing.

In eight districts of Sindh that HRCP monitored closely in 2014, threats being made to nationalists, their torture, enforced disappearance and the killing of victims of disappearance were reported.

Threats made to nationalists in Jacobabad in 2014					
March	April	June	July	November	Total
1	2	1	1	1	6

Four instances of torture and ill-treatment of nationalist political workers were monitored in the selected districts of Sindh in 2014. On June 7, Zahid Ali Baloch, a 23-year-old student affiliated with a Sindhi nationalist party, participated in a demonstration against the local police. On his way home, he was picked up by the police, shifted to the police station and tortured for several hours. He was found in an unconscious state in the outskirts of the city the next day. He approached the police to register a case against the policemen involved but the police failed to cooperate. His entire family moved to Quetta, Balochistan to escape harassment by the police.

The perpetrators were believed to be agents of the state even though they were often in civilian clothes.

On November 25, 2013, Javed Ali Memon (age 22), was on his way to Hyderabad when unidentified persons in civilian clothes stopped his car near Goularchi, Badin and took him away. Javed Ali was affiliated with Jeay Sindh Muttahida Mahaz (JSMM). When he returned home eight months later, he narrated his ordeal and mentioned both mental and physical torture. He was blindfolded and shifted to different locations during his illegal detention. Cases of torture against nationalists were reported from Jacobabad (two cases in June and September) and Badin (one case in July).

- In Wana area of South Waziristan Agency, a landmine exploded on the road when a security forces convoy was passing by. One security official was injured in the explosion. The security forces surrounded the area after the blast and started a search operation there. During the operation, five persons were arrested. Their families were not informed about the whereabouts of their place of detention. The men, some of them students, belonged to the Karmeez Khel tribe of South Waziristan. The political administration also sealed the businesses of the detained persons.

The collective punishment provision in the FCR takes many forms and besides arbitrary arrest and detention. The collective expulsion of residents from an area in FATA, confiscation of property, imposition of fines and forced shuttering of commercial activity are some of the other forms of this joint mode of penalisation of the populace that the political administration can order for any actual or perceived infraction in the region.

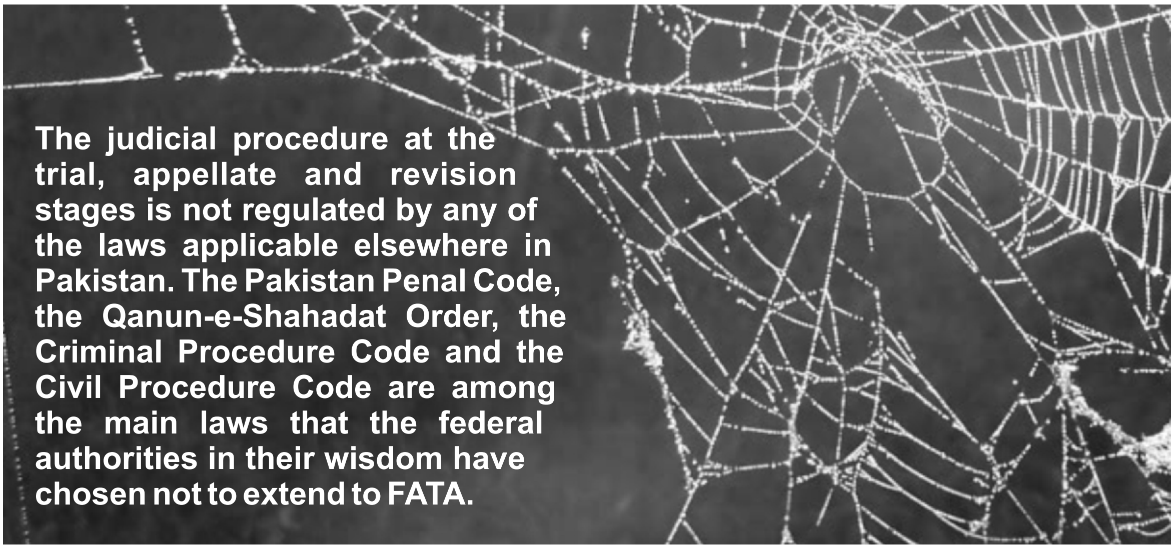

More than a century after the FCR was first instituted, this law and the collective responsibility provision in particular offers an example of completely arbitrary things being done under a law that is in conflict with not only international human rights standards but also the due process rights, the presumption of innocence of the accused and indeed the right to fair trial that has been acknowledged in under the 18th Amendment to the Constitution.

Although President Asif Zardari signed changes to the FCR in 2011 and extended the Political Parties Order 2002 to the tribal areas in presence of tribal leaders. The reform of the FCR did not go far enough. However, contrary to the past practice, under the amendment women, children below 16 years and men aged above 65 could not be arrested or detained under the collective responsibility clause. Also the entire tribe was not to arrested under the clause and step-wise action as to be taken in case of a crime by first pursuing the male members of the family, followed by sub-tribe and then by other sections of the tribe.

Detention without trial and conviction is arbitrary under both national law and international rights standards, including the human rights treaties to which Pakistan is a signatory. The situation is compounded by the inability to challenge the legitimacy of detention by the affected people in an effective manner. There is no justification to maintain this exception to the rule of law or to measure the value of liberty of citizens residing in FATA by a different yardstick that that used for other citizens in Pakistan.

– Correspondents

FCR: when geography trumps rights

Of all the things that the Federally Administered Tribal Area (FATA) in Pakistan stands out for, none is more notorious than the Frontier Crimes Regulation.

The FCR, as the regulation is commonly known, is widely recognised as a primitive legal system that institutionalises a collective punishment regime that goes against not only the fundamental rights acknowledged in the Constitution of Pakistan, but also the international human rights standards and the principles of natural justice.

The FCR also vests extensive executive, judicial and law-enforcement powers in the political agent, the main government representative in each of the seven tribal districts of FATA. Even though an appeal against the political agent's decision lies to the commissioner, and the option of a subsequent revision is also there now under the FATA tribunal, the manner in which the appeal or the revision are dealt with can hardly be called judicial determination of issues. The judicial procedure at the trial, appellate and revision stages is not regulated by any of the laws applicable elsewhere in Pakistan. The Pakistan Penal Code, the Qanun-e-Shahadat Order, the Criminal Procedure Code and the Civil Procedure Code are among the main laws that the federal authorities in their wisdom have chosen not to extend to FATA.

As part of more focussed monitoring of the human rights situation in the areas that the Human Rights Commission of Pakistan (HRCP) considered critical because of rights violations by organised actors, the HRCP noticed several instances of arbitrary detention under the collective punishment clause of the FCR in various agencies of FATA in 2014. The most extensive use of this arbitrary mode of detention was seen in Kurram.

Detention under the collective responsibility clause of FCR in 2014

Month	Kurram	Bajaur	Khyber	South Waziristan
January	1	0	0	0
February	0	1	0	0
March	1	0	1	0
June	2	0	1	0
August	1	0	1	0
September	1	0	0	0
November	1	0	0	1
December	0	1	1	0
Total	7	2	4	1

Almost all of the seven tribal agencies that constitute FATA as well as the adjacent frontier regions have been overrun by militancy and the military operations carried out in response. The collective responsibility clause has often been used in the context of security forces' activity and operations.

Some examples of the joint penalisation of a community in FATA in 2014 are briefly detailed here:

- In Bajaur Agency, a time-bomb planted in an under construction check post of the Levies security force in the village Charghu Kali in Tehsil Salarzai exploded at midnight. No loss of life or injuries were reported in the explosion. However, the government administration arrested many people from the village under the collective responsibility clause. No group or individual claimed responsibility for the explosion.
- On June 19 around 2 am, militant extremists stormed a Levies check post in Shilozan Tangi area of Upper Kurram Agency. Two Levies personnel sustained critical injuries. They were shifted to a hospital in Parachinar city where one of them succumbed to his injuries. The political administration subsequently arrested 15 persons under the FCR and their shops were sealed in Parachinar city.

consultation was divided into sessions on violence and discrimination against children; trafficking and sexual abuse of children; child education; and child immunization, children in armed conflict and legal safety nets in place to offer enhanced child protection.

In the session on violence and discrimination against children, the participants discussed various instances of violence in domestic and employment settings as well as discrimination against children belonging to minority religions and transgender children. The important role of National Commission for Child Welfare and Development (NCCWD) was stressed. It was agreed that child protection cells need to be set up in hospitals and other areas easily accessible to children. The age of criminal responsibility was also considered and the consensus was that the definition of a "child" needed to be uniformly defined in all domestic laws.

The session on trafficking and sexual exploitation of children looked at the cause and scale of increasing domestic trafficking of children who were sexually exploited and abused. The participants suggested the need for rehabilitation programs for street children who were most often victims of exploitation. The need for an anti-trafficking law that included internal trafficking was also established in the course of this session.

In the third session, the participants applauded the constitutional amendment acknowledging compulsory education as a right but expressed concern over teacher absenteeism and parents' unwillingness to send children to school. There was a consensus that drastic improvements were required in the juvenile and delinquents education system. The education experts present also stressed the importance of paying attention to the special needs students.

The last session looked at a variety of issues affecting child rights such as health, armed conflict, and availability of legal safety nets. It was recommended that support should be sought from Pakistan Paediatrics Association, an active body, in order to implement the Maternal and Child Healthcare Policy Pakistan. The lack of work on rehabilitating children inducted in militant activities was noted. In reference to the legal and institutional framework for child rights, all participants agreed that there was a dire need for coordination and communication between departments handling various aspects of child rights. The participants recommended activating the National Commission for Child Welfare and Development tasked especially with coordination and engaging with the existing centralized data systems that could improve targeting of problem areas.

It was suggested that the greatest progress in implementing child rights recommendations had been made in the child health with increased rates of immunization across all provinces and in the child education sector, where despite the existence of "ghost" schools, the newly passed compulsory education laws were a good first step towards making universal child education reality.

It was suggested that the greatest progress in implementing child rights recommendations had been made in the child health with increased rates of immunization across all provinces and in the child education sector, where despite the existence of "ghost" schools, the newly passed compulsory education laws were a good first step towards making universal child education reality.

It was noted that partial gains had been made with regard to the recommendation on child protection against violence. The Sindh provincial government had adopted legislation that made it easier for children to give testimony in cases of violence against them and also compelled hospitals to provide complete medical evidence to families. Such laws had not yet been adopted in the other provinces but implementation in one province was hoped to lead to adoption of similar laws throughout the country.

It was concluded that the state of implementation of the UPR recommendations was most dismal regarding recommendations on the protection of vulnerable groups of children, for instance children belonging to minority religious communities, including children who were vulnerable to forced conversion. The need for special attention for children in the federally and provincially administered areas, where most child protection laws did not apply, was particularly stressed.

Charting progress on promises made for child rights

The Human Rights Commission of Pakistan held in Lahore a consultation titled Children's Rights in the Universal Periodic Review (UPR) in collaboration with the International Commission of Jurists (ICJ).

The UPR is a state-driven process, under the auspices of the UN Human Rights Council, which involves a review of the human rights records of all UN Member States. It offers the state the opportunity to cite actions it has taken to improve the human rights situations and to fulfil its human rights obligations.

The consultation was fourth in a series of five consultations aimed at ensuring greater accountability of the government of Pakistan to deliver on its human rights commitments under the Universal Periodic Review. HRCP and ICJ aimed to increase civil society engagement in the UPR process, by seeking their feedback and evaluation of Pakistan's implementation of its accepted recommendations and by jointly identifying areas for further state action. The outcome of the Consultations is to prepare a mid-term implementation report on the recommendations accepted by Pakistan in its 2012 Universal Periodic Review related to the following thematic areas: women's rights; rights of the child; rights of religious minorities; enforced and involuntary disappearances; and freedom of expression.

The Consultation was attended by representatives from civil society, academia and national human rights institutions from across Pakistan. The organizations represented at the consultation included SAANGA (Peshawar), SADA (Khar, Bajaur), Gender Interactive Alliance, Sindh Ministry of Law and Justice, DOST (Balochistan), SAHIL, Good Thinkers Org (Kasur), Bunyad, AGHS Child Rights Cell, STEP (Malakand), Child Advocacy Network, the Salvation Army, SPARC, Pahchaan, Rahnuma, Girl Guides Association (Multan), PLAN and Pakistan Hindu Council.

Based on the primary themes focused upon in the recommendations issued to the Government of Pakistan in the UPR outcome document, the

Torture: a heinous crime

The Convention against Torture and Other Cruel, Inhuman or Degrading Treatment or Punishment is one of the key international human rights treaty, under the review of the United Nations, which aims to prevent torture and cruel, inhuman or degrading treatment or punishment around the world.

The Convention requires states to take effective measures to prevent torture within their borders, and forbids states to transport people to any country where there is reason to believe they will be tortured.

The text of the Convention was adopted by the United Nations General Assembly on December 10, 1984 and following ratification by the 20th state party, it came into force on June 26, 1987. The 26th of June is honoured now as the International Day in Support of Victims of Torture, in commemoration of the treaty coming into effect on that date. As of February 7, 2015, The Convention has 157 state parties. Pakistan signed the Convention on April 17, 2008 and ratified it on June 3, 2010.

CAT prohibits torture, and requires parties to take effective measures to prevent it in any territory under their jurisdiction. This prohibition is absolute and non-derogable. "No exceptional circumstances whatsoever" may be invoked to justify torture, including war, threat of war, internal political instability, public emergency, terrorist acts, violent crime, or any form of armed conflict.In other words, torture cannot be justified as a means to protect public safety or prevent emergencies. Subordinates who commits acts of torture cannot abstain themselves from legal responsibility on the grounds that they were just following orders from their superior officers or public officials.

(Extracted from Article 2, UNCAT)

Human Rights Commission of Pakistan جہدحق Monthly **JEHD-E-HAQ**

Monthly JEHD-E-HAQ - March 2015 - Registered No. CPL-13

جلد نمبر 22...... شمارہ نمبر 03 ...... مارچ2015..... قیمت 5روپے

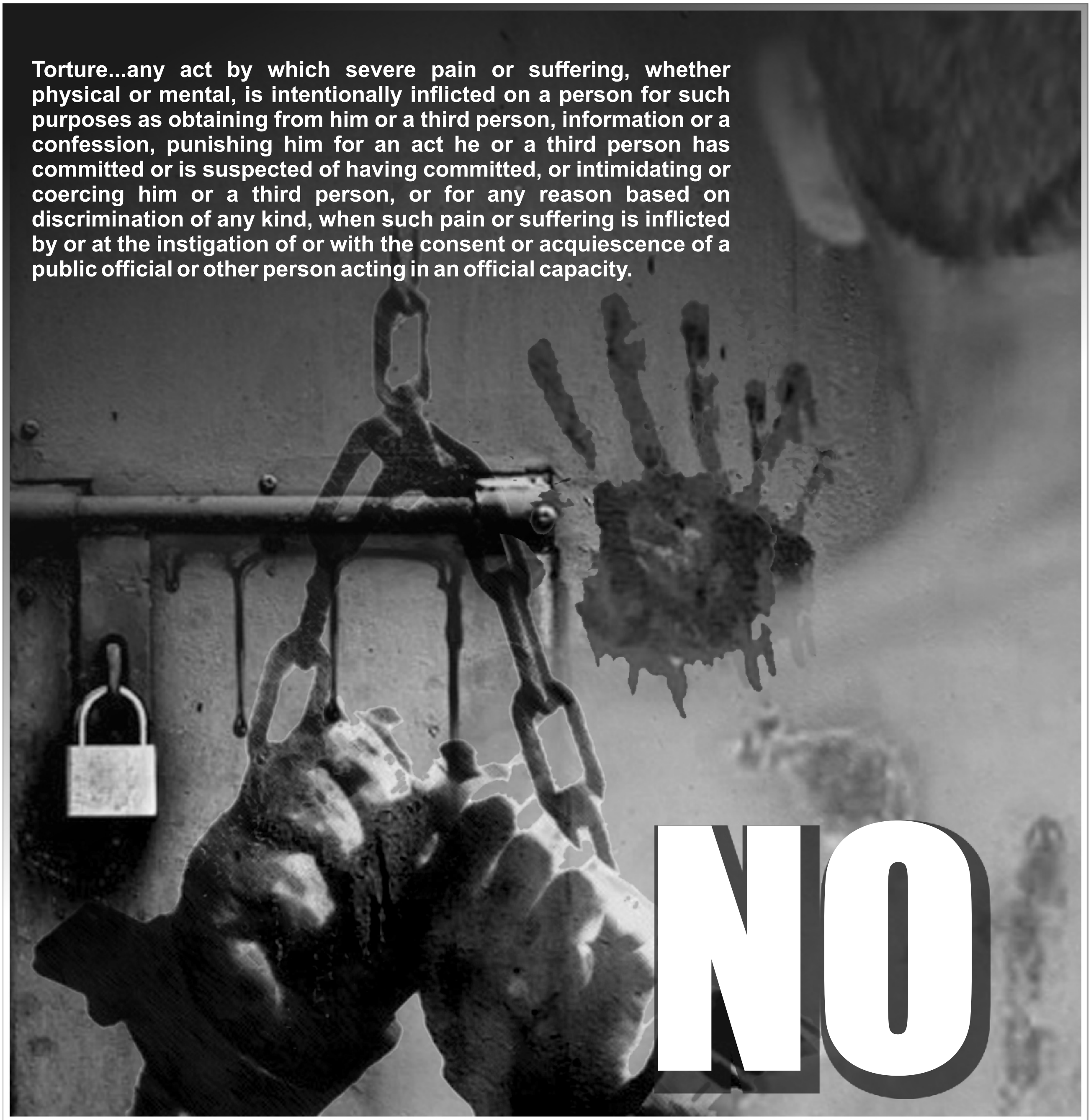

پبلشر: ندیم فاضل: پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

”ایوان جمہور“ 107۔ ٹیپو بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن، لاہور

فون : 35838341-35864994 فیکس : 35883582

ای میل hrcp@hrcp-web.org ویب سائٹ : www.hrcp-web.org

پرنٹر: مکتبہ جدیدپریس، 14ایمپرس، لاہور Registered No. LRL-15